جن کا مقصدِ حیات

صرف خدا اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت تھی

عکسِ سیرت

پیارے نبی ﷺ کے پیارے جرنیل

منصور احمد بٹ

(تمغۂ حسنِ کمال و تمغۂ صدارت)

زاویہ پبلشرز

دربار مارکیٹ، لاہور

Marfat.com

جن کا مقصدِ حیات
صرف خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت تھی

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے جرنیل

منصور احمد بٹ
(تمغۂ حسنِ کمال و تمغۂ صدارت)

زاویہ پبلشرز
C-8 دربار مارکیٹ ۔ لاہور
Ph: 042-37248657- 37112954
Mob: 0300-9467047- 0321-9467047- 03004505466
Email:zaviapublishers@gmail.com

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

2014ء

بار اول.................1100

ہدیہ.................300

ناشر................. نجابت علی تارڑ

﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

رائے صلاح الدین کھرل ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-7842176

﴿ملنے کے پتے﴾

زاویہ پبلشرز

فورم

ظہور ہوٹل، دکان نمبر 2، داتا دربار مارکیٹ، لاہور

042-37248657

مکتبہ برکات المدینہ، کراچی 021-34219324

مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی 021-32216464

اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی 051-5536111

اشرف بک ایجنسی، کمیٹی چوک، راولپنڈی 051-5551519

مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدر آباد 022-2780547

مکتبہ متینویہ، پرانی سبزی منڈی روڈ، بھاول پور 0301-7728754

نورانی ورائٹی ہاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان 0321-7387299

مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف 0301-7241723

مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ 0321-7083119

اقرا بک سیلرز، فیصل آباد 041-2626250

مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد 041-2631204

مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد 0333-7413467

مکتبہ سخی سلطان حیدر آباد 0321-3025510

Marfat.com

اوراقِ رہنما

❀	حرفِ محبت	5
1	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	7
2	حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ	35
3	حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	47
4	حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ	60
5	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	75
6	حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ	104
7	حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ	125
8	حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ	144
9	حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ	155
10	حضرت عکرمہ بن ابی ہشام رضی اللہ عنہ	173
11	حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ	190
12	حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ	200

❀❀❀

Marfat.com

Marfat.com

حرفِ محبت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ مقدس ہستیاں ہیں۔جو اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگے گئے تھے۔ جنہوں نے اپنی زندگیاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت گزاری کے لیے وقف کر رکھی تھیں۔ جن کی زندگیوں کا ہر عمل اسوہ حسنہ اور فرمانِ الٰہی کے تابع تھا، جو کسی سے خلق سے ملتے تھے، اللہ کے لیے جہاد کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے مختلف مہمات پر اپنے جلیل القدر اصحاب رضی اللہ عنہم کی سالاری میں اسلامی فوجیں روانہ کیں۔ جنہوں نے اللہ کے دشمنوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیا اور اسلامی سلطنت کا دائرہ مشرق سے مغرب تک وسیع کر دیا۔

ولید کا بیٹا خالد عسکری صلاحیتوں اور جنگجویانہ فطرت لے کر ایمان سے بہرہ ور ہوا تو نبی برحق ﷺ سے "سیف اللہ" کا لقب پایا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت شعبہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فہم و تدبر کے جواہرات کے ساتھ دامنِ نبوت سے رشتہ جوڑا تو ایک زمانے سے اپنا لوہا منوا لیا۔

اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دن گھوڑے کی پیٹھ پر راہ حق میں جہاد کرتے اور راتیں بارگاہ حق میں قیام، رکوع اور سجود میں بسر ہوتیں۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ کسی غزوہ میں شرکت جس میں وہ غبار آلود ہوا ہو۔ تمہارے عمر بھر کے اعمال حسنہ سے بہتر ہے اگرچہ اس کی عمر ہزار سال بھی ہو۔"

مکہ مکرمہ میں مخالفین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بے پناہ ظلم ڈھائے، اور ان سے انتہائی ناروا سلوک کیا گیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جواب دینے کی جرأت نہ تھی، بلکہ اصل بات یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابھی حکم جہاد اور اذن قتال نہیں ہوا تھا۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

Marfat.com

ترجمہ: "اذن دے دیا گیا ہے (جہاد کا) ان (مظلوموں) کو جن سے جنگ کی جاتی ہے اس بناء پر کہ ان پر ظلم کیا گیا؛ اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی نصرت پر پوری طرح قادر ہے، وہ (مظلوم) جن کو نکال دیا گیا تھا ان کے گھروں سے ناحق صرف اتنی بات پر کہ انہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے؛ اور اگر اللہ تعالیٰ بچاؤ نہ کرتا لوگوں کا انہیں ایک دوسرے سے ٹکرا کر تو (طاقتور کی غارت گری سے) منہدم ہو جاتیں خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے؛ اور اللہ تعالیٰ ضرور مدد فرمائے گا اس کی جو اس (کے دین) کی مدد کرے گا؛ یقیناً اللہ تعالیٰ قوت والا (اور) سب پر غالب ہے۔"

(سورہ الحج: 40-39)

ہجرت مدینہ کے بعد جہاد کا آغاز ہوا، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حربی مہارت اور شجاعت و دلیری کے جوہر کھلے۔ اب یہ حقیقت نمایاں ہو کر سامنے آگئی کہ جہاں یہ لوگ عبادت الٰہی میں بے مثال ہیں وہاں حرب و ضرب میں بھی ان کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی۔

ان قابل رشک جرنیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ مجاہدین، فوجی جوانوں، عسکری قائدین اور عام نوجوانوں کے دلوں میں جذبہ جہاد پیدا کرنے کا باعث بنے گا۔

عہد نبوی ﷺ میں لڑی گئی جنگوں میں ایسے حربی اصول وضع کیے گئے جو تاریخ انسانیت میں پہلی مرتبہ متعارف ہوئے۔ سپہ سالار اعظم رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر میں قیادت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے جو اقدامات کیے آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

منصور احمد بٹ
0300-9427827
0321-4883686

Marfat.com

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

(فاتح ایران)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ماں نے لڑکے کے تبدیل مذہب کا حال سنا تو نہایت کبیدہ خاطر ہوئیں، بات چیت کھانا پینا سب چھوڑ بیٹھیں، چونکہ وہ اپنی ماں کے حد درجہ فرماں بردار اور اطاعت شعار تھے، اس لیے یہ سخت آزمائش کا موقع تھا، لیکن جو دل توحید کا لذت آشنا ہو چکا تھا وہ پھر کفر وشرک کی طرف کسی طرح رجوع ہو سکتا تھا، ماں مسلسل تین دن تک بھوکی پیاسی رہیں، لیکن بیٹے کی جبین استقلال پر شکن نہ پڑی۔ خدائے پاک کو یہ شان استقامت کچھ ایسی پسند آئی کہ تمام مسلمانوں کے لیے معصیت الٰہی میں والدین کے عدم اطاعت کا ایک قانون عام بنا دیا گیا چنانچہ آیت نازل ہوئی جس کا ترجمہ ہے:

ترجمہ: "اور اگر وہ یہ کوشش کریں تیرے ساتھ کہ تو شریک بنائے کسی کو میرا جس کے متعلق تجھے کوئی علم نہیں تو (اس بات میں) ان کی اطاعت نہ کر۔"

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا سن مبارک صرف انیس سال کا تھا کہ دعوت اسلام کی صدائے دل نواز نے توحید کا شیدائی بنا دیا، اور حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر خلعت ایمان سے مشرف ہوئے، آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے چھ

Marfat.com

سات حضرات خلعت اسلام سے سرفراز ہو چکے تھے۔

آپ کا نام سعد، والد کا نام مالک اور ابو وقاص کنیت، والدہ کا نام حمنہ تھا، سلسلہ نسب یہ ہے، سعد بن مالک بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب ابن مہر بن نضر بن کنانہ القرشی زہری، چونکہ رسول اللہ ﷺ کی ننہال زہری خاندان میں تھی، اس لیے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رشتہ میں آپ ﷺ کے ماموں تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی بارہا اس رشتہ کا اقرار فرمایا تھا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد ہجرت نبوی (ﷺ) تک مکہ میں ہی مقیم رہے، گو یہ سرزمین عام مسلمانوں کی طرح ان کے لیے مصائب و شدائد سے خالی نہ تھی، تاہم استقلال کے ساتھ ہر قسم کی سختیاں جھیلتے رہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کفار کے خوف سے عموماً مکہ کی ویران و سنسان گھاٹیوں میں چھپ کر معبود حقیقی کی پرستش و عبادت فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک گھاٹی میں چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ مصروف عبادت تھے۔ اتفاق سے کفار کی ایک جماعت اس طرف آنکلی اور اسلام کا مذاق اڑانے لگے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اس بے بسی کی زندگی میں بھی ہوش آگیا، اور اونٹ کی ہڈی اٹھا کر اس زور سے ماری کہ ایک مشرک کا سر پھٹ گیا، اور خون بہنے لگا، اسلام کی حمایت میں یہ پہلی خونریزی تھی جو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے عمل میں آئی۔

مکہ مکرمہ میں جب کفار کے ظلم وستم سے مسلمانوں کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہجرت مدینہ کا حکم دیا۔ اس حکم کی بنا پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی راہ لی اور اپنے بھائی عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مکان میں فروکش ہوئے۔ جنہوں نے ایام جاہلیت میں ایک خون کیا تھا اور انتقام کے خوف سے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

Marfat.com

یہاں پہنچ کر مسلمانوں کو آزادی وطمانیت نصیب ہوئی۔تاہم قریش مکہ کی حملہ آوری کا خطرہ موجود تھا۔رسول اللہ ﷺ نے پیش بینی کر کے حضرت عبدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو ساٹھ یا اسی سواروں کے ساتھ غنیم کی نقل وحرکت دریافت کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی اس جماعت میں شامل تھے۔غرض دورہ کرتے ہوئے حجاز کے ساحلی علاقہ میں قریش کی ایک بڑی تعداد سے مڈبھیڑ گئی چونکہ محض تجس مقصود تھا،اس لیے کوئی جنگ پیش نہ آئی،مگر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کہاں تاب تھی،انہوں نے ایک تیر چلا ہی دیا،چنانچہ یہ اسلام کا پہلا تیر تھا جو راہ خدا میں چلایا گیا۔

دوسری دفعہ خود حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے زیر قیادت آٹھ مہاجرین کی ایک جماعت تجس کے لیے روانہ کی گئی،چنانچہ یہ مقام خرار تک گئے اور واپس آئے مگر کوئی جنگ نہ ہوئی۔اس کے بعد حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے ساتھ دشمن کی خبر گیری پر مامور ہوئے۔رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو ایک سربمہر فرمان دیا تھا کہ دوروز سفر کرنے کے بعد کھول کر پڑھیں اور اس کی ہدایتوں پر عمل کریں۔انہوں نے حسب ہدایت دوروز کے بعد پڑھا تو اس میں لکھا تھا:

”مکہ اور طائف کے درمیان جو نخلستان ہے وہاں پہنچ کر قریش کی نقل وحرکت کا پتہ چلائیں۔“

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو فرمان کا مضمون سنا کر کہا:

”میں کسی کو مجبور نہیں کرتا جس کو شہادت منظور ہو وہ ساتھ چلے ورنہ واپس جائے۔“

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور تمام دوسرے ساتھیوں نے جوش کے ساتھ ”سمعاً وطاعتہ“ کہا،لیکن کچھ دور جانے کے بعد حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ اور

Marfat.com

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا اونٹ جو مشترکہ طور پر دونوں کی سواری میں تھا گم ہوگیا، اور اس طرح وہ دونوں پیچھے رہ گئے۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے نخلستان میں پہنچ کر قریش کے ایک قافلہ سے جنگ کی اور مال غنیمت اور چند قیدیوں کے ساتھ مدینہ واپس آئے چونکہ یہ وہ مہینہ تھا جس میں رسماً جنگ ممنوع سمجھی جاتی تھی، اس لیے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ناپسندیدگی ظاہر کی اور فرمایا:

''میں نے تمہیں جنگ کا حکم نہیں دیا تھا۔''

مسلمانوں نے بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو ملامت کی لیکن وحی الٰہی نے اس مسئلہ کو اس طرح صاف کر دیا:

''وہ پوچھتے ہیں آپ سے کہ ماہِ حرام میں جنگ کرنے کا حکم کیا ہے، آپ فرمائیے کہ لڑائی کرنا اس میں بڑا گناہ ہے، لیکن روک دینا اللہ کی راہ سے اور کفر کرنا اس کے ساتھ اور (روک دینا) مسجد حرام سے، اور نکال دینا اس میں بسنے والوں کو اس سے، اس سے بھی بڑے گناہ ہیں اللہ کے نزدیک، اور فتنہ (وفساد) قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔'' (البقرہ: ۲۱۷)

قریش فدیہ لے کر اپنے قیدیوں کو چھڑانے آئے لیکن اس وقت تک حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا کچھ پتہ نہ تھا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جب تک یہ دونوں صحیح وسلامت پہنچ نہ جائیں تمہارے قیدی رہا نہ ہوں گے۔''

غرض جب یہ دونوں جانثار واپس آگئے تو مشرکین چھوڑ دیے گئے۔

معرکہ بدر سے مستقل جنگوں کی ابتداء ہوئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نے اس جنگ میں غیر معمولی شجاعت و جان بازی کے جوہر دکھائے اور سعید بن العاص سرخیل کفار کو بہ تیغ کیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اس کی ذوالکتیفہ نامی تلوار پسند آ گئی تھی۔ تلوار لیے ہوئے بارگاہ نبوت (ﷺ) میں حاضر ہوئے، چونکہ اس وقت تک تقسیم غنیمت کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا، اس لیے ارشاد ہوا:

''جہاں سے اٹھائی ہے وہیں رکھ دو۔''

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے برادر عزیز حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اس جنگ میں شہید ہوئے تھے کچھ تو ان کی مفارقت کا صدمہ اور کچھ تلوار نہ ملنے کا افسوس، غرض غمگین وملول واپس آئے، لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد سورہ انفال نازل ہوئی اور سرور کائنات ﷺ نے ان کو بلا کر تلوار لینے کی اجازت دے دی۔

❀

۳ھ میں غزوہ احد پیش آیا۔ گھاٹی کو قبل از حکم رسول اللہ ﷺ چھوڑ دینے کی وجہ سے مسلمانوں کی فتح شکست میں بدل گئی اور ناگہانی حملہ کے باعث اکثر غازیوں کے پاؤں اکھڑے، لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان ثابت قدم اصحاب رضی اللہ عنہم کی صف میں تھے، جن کے پائے استقلال کو آخر وقت تک لغزش نہ ہوئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تیر اندازی میں کمال رکھتے تھے۔ اس لیے جب کفار کا نرغہ ہوا تو رسول اللہ ﷺ ان کو اپنے ترکش سے تیر دیتے جاتے اور فرماتے:

''اے سعد! تیر چلا میرے باپ ماں تجھ پر فدا ہوں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

''میں نے رسول ﷺ کی زبان مبارک سے سعد رضی اللہ عنہ کیا سوا اور کسی کے لیے 'فداک ابی وامی' کا جملہ نہیں سنا۔''

اثنائے جنگ میں ایک مشرک سامنے آیا جس نے اپنے تیز و تند حملوں سے

Marfat.com

مسلمانوں کو پریشان کر رکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو نشانہ بنانے کا حکم دیا، لیکن اس وقت ترکش تیروں سے خالی ہو چکا تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے تعمیل ارشاد کے لیے ایک تیر اٹھا کر جس میں پھل نہیں تھا اس صفائی کے ساتھ اس کی پیشانی پر مارا کہ وہ بدحواسی کے ساتھ برہنہ ہو کر گر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی تیر اندازی اور اس کی بدحواسی پر بے اختیار ہنس پڑے، یہاں تک کہ دندان مبارک نظر آنے لگے۔

اس طرح طلحہ بن ابی طلحہ کے حلق میں تاک کر ایسا تیر مارا کہ زبان کتے کی طرح باہر نکل پڑی اور تڑپ کر واصل جہنم ہوا۔

❀

غزوہ احد سے فتح مکہ تک جس قدر معرکے پیش آئے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بہادری و جانبازی کے ساتھ سب میں پیش پیش رہے، پھر فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین میں اسی جاں نثاری اور ثبات و پامروی کا کارنامہ پیش کیا جس کا اظہار غزوہ احد میں کر چکے تھے۔

غزوہ طائف اور تبوک کی فوج کشی میں بھی شریک تھے۔ پھر ۱۰ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجتہ الوداع کا قصد فرمایا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہمرکاب تھے، لیکن مکہ پہنچ کر سخت علیل ہو گئے، یہاں تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیادت کے لیے تشریف لائے تو زندگی سے مایوس ہو کر عرض کرنے لگے:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں مالدار آدمی ہوں لیکن ایک بیٹی کے سوا کوئی وارث نہیں ہے، اس لیے اگر اجازت ہو تو اپنا دوثلث مال کارخیر میں لگا دوں؟''

ارشاد فرمایا:

''نہیں!''

Marfat.com

انہوں نے پھر عرض کی:

''دو ثلث نہیں تو نصف سہی۔''

رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا:

''نہیں صرف ایک ثلث اور یہ بھی بہت ہے تم اپنے وارثوں کو مالدار و تونگر چھوڑ کر جاؤ کہ وہ لوگوں کے سامنے دست سوال نہ پھیلاتے پھریں۔تم جو کچھ بھی خدا کی رضا جوئی کے لیے صرف کرو گے اس کا اجر ملے گا، یہاں تک کہ اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ ڈالتے ہو اس کا بھی ثواب پاؤ گے۔''

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ سے اس قدر محبت تھی کہ مکہ میں مرنا بھی پسند نہ تھا۔ بیماری جس قدر طول کھینچتی جاتی تھی کہ اسی قدر ان کی بے قراری بڑھتی جاتی تھی۔رسول اللہ ﷺ نے اشکبار دیکھ کر پوچھا:

''روتے کیوں ہو؟''

انہوں نے عرض کی:

''معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمین کی خاک نصیب ہوگی، جس کو خدا اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں ہمیشہ کے لیے ترک کر چکا تھا۔''

رسول اللہ ﷺ نے تشفی دیتے ہوئے ان کے قلب پر ہاتھ رکھ کر تین دفعہ دعا فرمائی:

''اے خدا سعد (رضی اللہ عنہ) کو صحت عطا کر! سعد (رضی اللہ عنہ) کو صحت عطا کر! سعد (رضی اللہ عنہ) کو صحت عطا کر۔''

رسول اللہ ﷺ کے دہن مبارک سے جو الفاظ نکلے تھے، وہ اس مریض بستر مرگ کے لیے آب حیات ثابت ہوئے، دعا مقبول ہوئی اور وہ صحیح و تندرست ہوئے۔

ساتھ ہی یہ بشارت سنائی:

Marfat.com

''اے سعد (رضی اللہ عنہ)! تم اس وقت تک نہ مرو گے جب تک تم سے
ایک قوم سے ایک قوم کو نقصان اور دوسری قوم کو نفع نہ پہنچ لے۔''

یہ پیشین گوئی عجمی فتوحات کے ذریعہ پوری ہوئی، جن میں عجمی قوم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں سے نقصان اور عرب قوم نے فائدہ اٹھایا۔

مکہ سے واپس آنے کے بعد اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی اور حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سقیفہ بنی سادہ میں کثرت آراء سے مسند نشین خلافت ہوئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بھی جمہور کا ساتھ دیا اور خلیفہ اول حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بلاتوقف بیعت کرلی۔

خلیفہ اول نے سوا دو برس کی خلافت کے بعد داعی حق کو لبیک کہا اور حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کو جانشین کر کے رحلت فرمائی گزین عالم جاوداں ہوئے، اس وقت اندرونی مہمات کا فیصلہ ہو کر شام وعراق پر فوج کشی کی ابتدا ہو چکی تھی۔ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے مسند نشین ہونے کے ساتھ ہی تمام عرب میں جوش وخروش کی آگ بھڑکا دی، اوران حملوں کا انتظام زیادہ وسیع پیمانہ پر قائم کر دیا۔ خصوصاً عراق کی فوج کشی پر سب سے پہلے توجہ کی۔

اہل عرب اور ایرانیوں میں نہایت قدیم زمانہ سے عدالت چلی آتی تھی، ایرانیوں نے بارہا عربوں کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ خصوصاً عراق عرب اور سرحدی علاقوں پر مستقل قبضہ جمالیا تھا لیکن عرب بھی دب کر رہنے والے نہ تھے، جب موقع ملتا بغاوت کر دیتے، چنانچہ پوارن دخت کے زمانہ میں جب طوائف الملوکی کے باعث ایرانی حکومت کا نظام ابتر ہوگیا تو سرحدی قبائل کو پھر شورش کا موقع ملا، اور حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت شیبانی رضی اللہ عنہ اور حضرت سوید عجلی رضی اللہ عنہ نے تھوڑی فوج فراہم کر کے عراق کی سرحد حیرہ اور ابلہ کی طرف غارت گری شروع کر دی۔ یہ حضرت ابوبکر

Marfat.com

الصدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہ خلافت میں حاضر ہو کر باقاعدہ عراق پر حملہ آوری کی اجازت طلب کی، چونکہ عام عرب میں اسلام کی روشنی پھیل چکی تھی، اس لیے اس کے ایک وسیع خطہ کا کسی دوسری حکومت کے زیر اقتدار رہنا مذہبی اور قومی نقطۂ نگاہ سے نہایت خطرناک تھا۔ اس بنا پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سیف اللہ کو ایک بڑی فوج کے ساتھ مدد کے لیے روانہ کیا، انہوں نے حملہ کر کے بہت سے سرحدی مقامات فتح کر لیے، لیکن چونکہ دوسری طرف شام کی مہم بھی درپیش تھی اور وہاں کمک کی بہت زیادہ ضرورت تھی، اس لیے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کر کے شامی رزمگاہ کی طرف روانہ ہو جائیں، لیکن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سیف اللہ کا جانا تھا کہ عراق کی مہم دفعتاً سرد پڑ گئی۔

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر قدم رکھا تو نئے سرے سے عراق کی مہم پر توجہ مبذول فرمائی اور حضرت ابوعبیدہ الجراح رضی اللہ عنہ کو ایک فوج عظیم کے ساتھ اس طرف روانہ فرمایا، انہوں نے ایرانیوں کو متفرق معرکوں میں شکست دے کر تمام متصل علاقوں پر قبضہ کر لیا اور مشرقی فرات کے کنارے ایک مقام پر جس کا نام مروحۃ تھا۔ غنیم کی ایک زبردست فوج کے سامنے صف آرائی کی، چونکہ بیچ میں دریا حائل تھا۔ اس لیے ایرانی سپہ سالار بہمن نے کہلا بھیجا کہ یا تو تم اس پار اتر کر آؤ یا ہم آئیں۔ حضرت ابوعبیدہ الجراح رضی اللہ عنہ نے سردار فوج کے اختلاف کے باوجود شجاعت کے نشے میں خود دریا کے پار اتر کر مقابلہ کیا، لیکن مسلمانوں کو نہایت افسوسناک شکست ہوئی۔

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے کمک بھیج کر فوج کو ازسرنو مستحکم کر دیا، اور حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو سپہ سالاری کی خدمت سپرد کر دی، انہوں نے معرکہ بویب اور دوسری جنگوں میں دشمن کو پے در پے شکستیں دے کر عراق کے ایک وسیع علاقہ پر قبضہ کر لیا۔

Marfat.com

ایرانیوں کو اب تک مسلمانوں کی جارحانہ قوتوں کا اندازہ نہ تھا، ان فتوحات نے ان کی آنکھیں کھول دیں۔ اراکین سلطنت نے حکومت کیانی کو محفوظ رکھنے کے لیے نئی تدبیریں اختیار کیں، پوران دخت کو جو ایک عورت تھی تخت سے اتار کر خاندان کسریٰ کے اصلی وارث یزدگرد کو تخت نشین کیا، اور تمام ملک میں اتحاد، اتفاق اور جوش وخروش کی آگ بھڑکا دی، یہاں تک کہ مسلمانوں کے مفتوحہ مقامات میں بھی بغاوت وسرکشی کی آگ بھڑک اٹھی اور حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مجبوراً عرب کی سرزمین میں واپس آنا پڑا۔

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے ان واقعات سے مطلع ہو کر تمام عرب میں پر جوش وجادو بیان خطیب پھیلا دیے کہ وہ اپنی تاثیر تقریروں سے قبائل عرب کو جنگ میں شریک ہونے کے لیے آمادہ کریں، اس کا اثر یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں دارالخلافت کی طرف جنگ آزما بہادروں کا ایک طوفان امنڈ آیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عہد صدیقی سے ہوازن کے عامل تھے۔ انہوں نے اپنے اثر سے ایک ہزار آدمی بھیجے، جن میں سے ہر ایک تیغ وتفنگ کا ماہر تھا۔ غرض فوج توقع سے زیادہ فراہم ہوگئی، لیکن سب سے زیادہ دقت یہ تھی کہ اس عظیم الشان لشکر کی سربراہی کے لیے کوئی شخص موزوں نظر نہ آتا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے درخواست کی گئی تو انہوں نے بھی اس بوجھ کے اٹھانے سے انکار کر دیا، عوام کے اصرار سے خود حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ تیار ہو گئے، لیکن اہل الرائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مانع ہوئے کہ آپ کا جانا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ لوگ اسی کشمکش وپنج میں تھے کہ دفعتاً حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا کہ میں نے پالیا۔

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''کون؟''

بولے:

Marfat.com

''سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ''

تمام حاضرین اس انتخاب پر جھوم اٹھے، اور سب نے متفقہ طور پر تائید کی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نہایت بلند پایہ صحابی اور رسول اللہ ﷺ کے ماموں تھے۔ اس کے ساتھ بہادری اور شجاعت میں بھی بے نظیر تھے۔ تمام فوج نے ان کی سپہ سالاری کو نہایت پسندیدگی وفخر کی نگاہ سے دیکھا۔ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کو گو سپہ سالار کے لحاظ سے مجبور ہو کر منظور کر لیا اور ہر قسم کی ہدایتیں اور نشیب و فراز سمجھا کر رزمگاہ کی طرف کوچ کرنے کی اجازت دے دی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کو آراستہ کر کے منزل بہ منزل طے کرتے ہوئے ثعلبہ پہنچے، یہاں تین ماہ تک قیام رہا، پھر وہاں سے چل کر مشراف میں خیمہ زن ہوئے۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ مقام ذی قار میں آٹھ ہزار نبرد آزما سپاہیوں کے ساتھ ان کی آمد کا انتظار کر رہے تھے، لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور وہ اپنے بھائی کو سپہ سالار اعظم سے ملنے کی ہدایت کر کے راہی عالم جاوداں ہوئے۔ انہوں نے حسب ہدایت مشراف میں آ کر ملاقات کی اور حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جو ضروری مشورے دیے تھے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بیان کیے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مشراف میں اپنی فوج کا باقاعدہ جائزہ لیا، جو کم و بیش تیس ہزار تھی۔ پھر میمنہ و میسرہ اور رسد کی کیفیت سے دربار خلافت کو مطلع کیا، وہاں سے حکم آیا کہ مشراف سے آگے بڑھ کر قادسیہ پر اس طرح مورچے جمائیں کہ پشت پر عرب کے پہاڑ ہوں اور سامنے دشمن کا ملک ہو، چنانچہ وہ یہاں سے روانہ ہو کر عذیب میں عجمیوں کے میگزین پر قبضہ کرتے ہوئے قادسیہ پہنچے اور مناسب موقعوں پر مورچے جمادیے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے سرداران

Marfat.com

قبائل میں سے چودہ نامور اشخاص منتخب کیے، اور انہیں سفیر بنا کر مدائن روانہ کیا تاکہ شاہ ایران کو اسلام یا جزیہ قبول کرنے کی دعوت دیں، چنانچہ انہوں نے اسلام پیش کیا، اور طرفین میں بڑی رد و قدح ہوتی رہی۔ آخر میں مسلمانوں نے کہا:

"اگر تم اسلام نہیں قبول کرتے تو ہم اپنے نبی ﷺ کی پیشین گوئی یاد دلاتے ہیں ایک دن تمہاری زمین ہمارے تصرف میں آئے گی۔"

مسلمانوں کی صاف بیانی پر غضبناک ہو کر مسلمانوں کی اس دلیری پر جھلا کر خاک منگوا کر کہا:

"لو یہ تم کو ملے گا۔"

حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنی چادر میں لے لیا، اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان کے سامنے رکھ کر کہا:

"فتح مبارک ہو دشمن نے خود اپنی زمین ہم کو دے دی۔"

غرض سفراء واپس آگئے اور جنگ کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ عجمی سپہ سالار رستم نے بھی جو ساباط میں مقیم تھا۔ اپنی فوج کو آگے بڑھا کر قادسیہ میں ڈیرے ڈالے۔

رستم کی فوجیں قادسیہ پہنچیں تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ہر طرف جاسوس پھیلا دیے کہ دشمن کی نقل و حرکت سے ہر وقت مطلع کرتے رہیں۔ نیز غنیم کی فوج کا رنگ ڈھنگ، لشکر کی ترتیب اور پڑاؤ کی حالت دریافت کرنے کے لیے فوجی افسر متعین کر دیے۔ اس میں کبھی کبھی دشمن کا سامنا بھی ہو جاتا تھا، چنانچہ ایک دفعہ رات کے وقت غنیم کے کیمپ میں گشت کر رہے تھے، ایک جگہ ایک بیش بہا گھوڑا ڈور دیکھا۔ تلوار سے باگ ڈور کاٹ کر اپنے گھوڑے کی باگ ڈور سے اٹکالی۔ لوگوں نے ان کا تعاقب کیا تو ایک سپاہی کو قید کر کے لڑتے بھڑتے صاف نکل آئے، قیدی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے سامنے آکر اسلام قبول کیا، اور عجمی فوج کے بہت

Marfat.com

سے راز بیان کیے۔

عرصہ تک صرف اسی قسم کی جھڑپ ہوتی رہی، اور کوئی باقاعدہ جنگ پیش نہ آئی۔ رستم قصداً جنگ سے جی چراتا تھا۔ اس نے ایک دفعہ پھر صلح کی کوشش کی اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس کی خواہش پر متعدد سفارتیں روانہ کیں۔ آخری سفارت میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بھیجے گئے، لیکن مصالحت کی کوئی صورت نہ نکلی، رستم کو ناکامی ہوئی تو اس نے غضب ناک ہو کہا:

"کل تمہاری فوجیں تہ و بالا کر ڈالوں گا۔"

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر رستم کا مقولہ بیان کیا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بھی جوش و خروش کے ساتھ مسلمانوں کو تیاری کا حکم دے دیا۔

رستم اس قدر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پر غضبناک ہو گیا تھا کہ اس نے اسی وقت فوج کو کمر بندی کا حکم دے دیا، اور دوسرے روز صبح کے وقت درمیان کی نہر کو عبور کر کے میدان جنگ میں صف آراء ہوا۔ دوسری طرف حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا لشکر بھی تیار تھا۔ مشہور شعراء اور پر جوش خطیب رزمیہ اشعار اور جادو اثر تقریروں سے تمام بہادر سپاہیوں کے شجاعانہ ولولے بھڑکا رہے تھے۔ اس کے ساتھ قاریوں کی خوش الحانی اور جہاد کی آیتوں نے جنت کے عاشقوں کو بے تاب کر رکھا تھا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قاعدہ کے مطابق اللہ اکبر کے تین نعرے بلند کیے اور چوتھے پر جنگ شروع ہو گئی۔ گو وہ خود عرق النسا کے عارضہ میں مبتلا ہونے کے باعث عام فوج کا ساتھ نہ دے سکے، اور حضرت خالد ابن عرطفہ رضی اللہ عنہ کو قائم مقام بنا کر میدانِ جنگ کے قریب جو قصر تھا اس کے بالا خانہ پر رونق افروز ہوئے تاہم فوج کو لڑاتے خود تھے۔ جس وقت جو حکم دینا مناسب سمجھتے تھے پرچوں پر لکھ کر اور گولیاں بنا کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف پھینکتے جاتے تھے، اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

Marfat.com

ان ہی کی ہدایتوں کے مطابق موقع بموقع لڑائی کا اسلوب بدلتے جاتے تھے۔ایک دفعہ ایرانی ہاتھیوں کے ریلے سے قریب تھا کہ بجیلہ کو مدد پہنچائیں۔ پھر جب اس کالی آندھی نے اس طرف رخ کیا تو قبیلہ عتیم کو جو نیزہ بازی اور قدراندازی میں کمال رکھتے تھے کہلا بھیجا کہ تمہارا کمال ہاتھیوں کے مقابلہ میں کیا ہوا؟ یہ سن کر انہوں نے اس جوش سے تیر برسائے کہ دفعتاً جنگ کا نقشہ بدل گیا۔غرض تمام دن اسی زور کارن ہوا۔شام ہوئی تو دونوں فریق اپنے اپنے پڑاؤ میں واپس آئے قادسیہ کا یہ پہلا معرکہ تھا جس کو عربی میں یوم الارماث کہتے ہیں۔

دوسرے روز پھر جنگ شروع ہوئی عین ہنگامہ کارزار میں شام کی امدادی فوجیں بھی پہنچ گئیں۔اس تائید غیبی سے مسلمانوں کا جوش دوبالا ہوگیا،اور زور وشور سے تیغ وسنان کا بازار گرم ہوا کہ دور دیکھنے والوں کی رگ شجاعت میں ہیجان پیدا ہو رہا تھا۔حضرت ابومحجن ثقفی رضی اللہ عنہ جن کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی کے جرم میں اپنے قیصر میں مقید کر دیا تھا۔اس ولولہ انگیز منظر کو دیکھ کر بیتاب ہو رہے تھے، ضبط نہ کر سکے تو حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا،حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بیوی سے درخواست کی کہ اس وقت مجھ کو چھوڑ دو۔لڑائی سے بچا تو پھر خود آکر بیڑیاں پہن لوں گا۔حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے انکار کی تو حسرت کے ساتھ اشعار پڑھے جن کا مطلب تھا:

''اس سے بڑھ کر کیا غم ہوگا کہ سوار نیزہ بازیاں کر رہے ہیں،اور میں زنجیر میں بندھا پڑا ہوں۔

جب میں کھڑا ہونا چاہتا ہوں تو زنجیر باگ کھینچ لیتی ہے اور دروازے اس طرح سامنے بند کر دیے جاتے ہیں کہ پکارنے والا پکارتے پکارتے تھک جاتا ہے۔''

ان اشعار سے حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے متاثر ہو کر ان کی بیڑیاں کاٹ دیں اور وہ

Marfat.com

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ کی دہکتی ہوئی آگ میں کود پڑے اور ان لوگوں کو اپنی شجاعت و جانبازی سے متحیر کر دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی حیران تھے کہ یہ کون بہادر ہے؟ شام کو جنگ ختم ہوئی تو حضرت ابومحجن رضی اللہ عنہ نے خود آ کر بیڑیاں پہن لیں۔

حضرت سلمیٰ نے یہ حالات سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بیان کیے تو انہوں نے کہا:

"خدا کی قسم ایسے فدائی اسلام کو سزا نہیں دے سکتا۔"

اور اسی وقت رہا کر دیا۔ حضرت ابومحجن رضی اللہ عنہ پر بھی اس قدر دانی کا یہ اثر ہوا کہ آئندہ شراب سے توبہ کر لی۔

تیسرے روز حسب معمول پھر معرکہ شروع ہوا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے آج آخری فیصلہ کا ارادہ کر لیا تھا، لیکن شام ہو گئی اور جنگ کے زور و شور میں کچھ فرق نہ آیا۔ زیادہ دقت ہاتھیوں کی وجہ سے تھی، وہ جس طرف جھک پڑتے تھے صفیں درہم برہم کر دیتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ اور چند دوسرے بہادر سپاہیوں کو بلا کر کہا:

"تم ہاتھیوں کو مار دو تو پھر میدان تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

انہوں نے نہایت جانبازی کے ساتھ اس حکم کی تعمیل کی اور زرغہ کے بڑے بڑے ہاتھیوں کو مار ڈالا تو دوسرے ہاتھی خود بخود بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہاتھیوں سے میدان صاف ہونا تھا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو سمیٹ کر پھر نئے سرے سے ترتیب دیا اور حکم دیا:

"جب میں تیسرا نعرہ بلند کروں تو غنیم پر حملہ کر دیا جائے۔"

لیکن ابھی پہلا ہی نعرہ بلند ہوا تھا کہ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے جوش سے بیتاب ہو کر حملہ کر دیا، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

Marfat.com

''اے خدا! حضرت قعقاع (رضی اللہ عنہ) کو معاف کرنا اور اس کا مددگار رہنا۔''

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر دوسرے قبائل بھی ٹوٹ پڑے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہر قبیلے کے حملے پر کہتے جاتے تھے:

''اے خدا! اس کو معاف کرنا اور اس کا معین و مددگار رہنا۔''

غرض دن ختم ہونے کے بعد تمام رات ہنگامہ کارزار گرم رہا، لیکن مسلمانوں کے ثبات و استقلال نے ایرانیوں کے پاؤں اکھاڑ دیے۔ رستم کو بھی مجبوراً بھاگنا پڑا، مگر ہلال نامی ایک مسلمان سپاہی نے تعاقب کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بارگاہ خلافت میں نامہ فتح روانہ کر کے مقتولین اور مجروحین کی تجہیز و تدفین اور مرہم پٹی کا اہتمام کیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے معرکہ قادسیہ کے بعد 15ھ میں تمام عراق کو زیر نگین کر لینے کا تہیہ کر لیا۔ ایرانی بابل میں پناہ گزین تھے۔ اس لیے سب سے پہلے اسی طرف بڑھے۔ انہوں نے خود عجمیوں پر اس قدر رعب بٹھا دیا تھا کہ راہ میں بڑے بڑے سرداروں نے پیشوائی کر کے صلح کر لی، اور بابل تک موقع بموقع پل تیار کروا دیے کہ اسلامی فوجیں آسانی کے ساتھ گزر جائیں۔ بابل پہنچ کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک ہی حملہ میں اس کو فتح کر لیا، اور خود یہاں قیام کر کے زہدہ کی افسری میں کچھ فوجیں آگے روانہ کر دیں۔ انہوں نے کوثی پہنچ کر دم لیا اور وہاں کے رئیس شہر یار کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔

کوثی ایک تاریخی جگہ تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے یہیں قید کیا تھا۔ چنانچہ قید خانہ کی جگہ اس وقت تک محفوظ تھی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بابل سے تشریف لائے تو اس کی زیارت کو گئے اور درود پڑھ کر ایک آیت پڑھی۔

کوثی سے آگے بڑھ کر پایہ تخت کے قریب ایک مستحکم مقام بہرہ شیر تھا، اس

۱۳۷۱ ۱۳۳

Marfat.com

نام کی وجہ یہ تھی کہ یہاں خاص کسریٰ کا شکاری شیر رہتا تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا لشکر جب اس شہر کے قریب پہنچا تو شیر مقابلہ کے لیے چھوڑا گیا۔ اس نے تڑپ کر اسلامی شیروں پر حملہ کیا، لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ نے جو ہراول کے افسر تھے۔ اس صفائی سے تلوار ماری کہ شیر وہیں ڈھیر ہو گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس بہادری پر خوش ہو کر ان کی پیشانی چوم لی، اور انہوں نے ان کے قدم کا بوسہ دیا۔

بہرہ شیر کا کامل دو ماہ تک محاصرہ رہا، اور اس اثنا میں متعدد ہولناک جنگیں ہوئیں، لیکن کچھ نہ ہو سکا۔ ایک روز خود ایرانی فوجیں تنگ آ کر جوش و خروش کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلیں اور دیر تک شجاعانہ لڑتی رہیں۔ اسی حالت میں ان کا سپہ سالار شہر براز جو نہایت بہادر افسر تھا۔ ایک مسلمان کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کا قتل ہونا ہی تھا کہ عجمی فوجیں بھاگ کھڑی ہوئیں، اور شہر والوں نے صلح کا پرچم بلند کیا۔

بہرہ شیر اور مدائن (پایہ تخت عراق) کے درمیان صرف دجلہ حائل تھا، ایرانیوں نے مسلمانوں کے خوف سے جہاں جہاں پل تھے سب توڑ کر بیکار کر دیے تھے، لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اولوالعزمی کے آگے دنیا کی کون سی چیز حائل ہو سکتی تھی؟ انہوں نے اہل فوج کو مخاطب کر کے کہا:

"برادران اسلام! دشمن نے ہر طرف سے مجبور ہو کر دریا کے دامن میں پناہ لی ہے۔ آؤ اس کو بھی تیر جائیں تو پھر مطلع صاف ہے۔"

یہ کہہ کر گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ سپہ سالار اعظم کی جانبازی دیکھ کر تمام فوج نے بھی جوش کے ساتھ گھوڑے ڈال دیے اور باہم باتیں کرتے ہوئے دوسرے کنارے پر جا پہنچے۔ ایرانی اس عجیب و غریب جوش و استقلال کا منظر دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے، تاہم سپہ سالار حرزاد تھوڑی سی فوج کے ساتھ جما رہا اور دریا سے نکلنے پر

Marfat.com

مزاحم ہوا، لیکن مسلمانوں نے ان کو کاٹ کر ڈھیر کر دیا اور مدائن پہنچ کر شاہی محلات پر قبضہ کر لیا۔ یزدگرد شاہ ایران پہلے ہی بھاگ چکا تھا البتہ تمام اسباب و سامان موجود تھا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جس وقت مدائن میں داخل ہوئے تو ہر طرف سناٹا تھا۔ نہایت عبرت ہوئی اور بے اختیار زبان سے سورہ دخان کی آیات نکلیں جن کا ترجمہ ہے:

ترجمہ: ''وہ چھوڑ گئے بہت سے باغات اور چشمے، (سرسبز) کھیتیاں اور شاندار مقامات، اور بہت سارا ساز و سامان جس میں وہ عیش کرتے تھے، یونہی ہوا اور ہم نے وارث بنا دیا ان تمام چیزوں کا دوسرے لوگوں کو۔'' (سورۃ دخان: ۲۵ تا ۲۸)

مدائن فتح ہونے کے ساتھ تمام عراق عرب پر تسلط قائم ہو گیا، بڑے بڑے رؤساء اور جاگیرداروں نے صلح کر لی، اور تمام ملک میں امن و امان کی منادی ہو گئی۔ جو لوگ گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے تھے پھر واپس آ گئے۔

عراق عرب کے مفتوح ہونے کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے اہتمام سے جلولا، اور تکریب پر فوج کشی ہوئی اور نہایت کامیابی کے ساتھ ان مقامات پر اسلامی پرچم نصب کر دیا گیا۔ اس کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے دربار خلافت سے آگے بڑھنے کی اجازت طلب کی تو جواب آیا:

''دولت و حکمرانی کے مقابلہ میں مجھے ایک ایک سپاہی کا خون زیادہ محبوب ہے۔ کاش ہمارے اور عجمیوں کے درمیان سد سکندری حائل ہوتی کہ ہم نہ ان کی طرف بڑھتے اور نہ وہ ہم پر حملہ آور ہوتے۔ غرض بہر دست اسی پر اکتفا کر کے ممالک مفتوحہ کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لو۔''

Marfat.com

اس فرمان کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ والی ملک کی حیثیت سے مدائن کو صوبہ کا مرکز بنا کر نظم ونسق میں مصروف ہو گئے۔ اصل یہ کہ کسی غیر قوم پر حکمرانی اور ملکی نظام کو بہترین اصول پر مرتب کرنا بھی اسی قدر مشکل ہے، جس قدر کسی ملک کو فتح کرنا، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنی فطری قابلیت کے باعث ان دونوں مشکلات پر غالب آئے، انہوں نے جس خوبی وعمدگی کے ساتھ اپنے عہدہ جلیلہ کے فرائض انجام دیے۔ اس سے زیادہ اس زمانہ میں ممکن نہ تھا۔ دربار خلافت کے ایماء سے تمام عراق کی مردم شماری اور پیمائش کرائی، اراضی مفتوحہ کو ملک کے اصلی باشندوں کے ہاتھ میں رہنے دیا، البتہ جس زمین کا کوئی وارث نہ تھا، اس کا پھر نئے سرے سے بندوبست کیا، اسی طرح لگان اور جزیہ کے اصول بنائے اور رعایا کے امن وآسائش کا انتظام کیا، عجمیوں کے ساتھ اس قدر خلق وشفقت سے پیش آئے کہ ان کے دل پر قبضہ کر لیا۔ چنانچہ بڑے بڑے امراء اور روساء اسی اثر سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ جمیل ابن بصبہری، بسطام بن ترسی، رفیل اور فیروز وغیرہ جو عراق کے مشہور روساء تھے۔ خود بخود مسلمان ہو گئے۔ اسی طرح دیلم کی چار ہزار فوج جو شاہی رسالہ کے نام سے موسوم تھی حلقہ بگوش اسلام ہوئی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک عرصہ تک مدائن میں قیام کرنے کے بعد محسوس کیا کہ یہاں کی آب وہوا نے اہل عرب کا رنگ روپ بالکل بدل دیا ہے، حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کو اس سے مطلع کیا تو حکم آیا کہ عرب کی سرحد میں کوئی مناسب سرزمین تلاش کر کے ایک نیا شہر بسائیں اور عربی قبائل کو آباد کر کے اس کو مرکز حکومت قرار دیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس حکم کے مطابق مدائن سے نکل کر ایک موزوں جگہ منتخب کر کے کوفہ کے نام سے ایک وسیع شہر کی بنیاد ڈالی۔ عرب کے جدا جدا محلوں میں آباد کیا۔ وسط شہر میں ایک عظیم الشان مسجد بنوائی جس میں تقریباً

Marfat.com

چالیس ہزار نمازیوں کی گنجائش رکھی گئی، مسجد کے قریب ہی بیت المال کی عمارت اور اپنا محل تعمیر کرایا جو قصر سعد رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور تھا۔

کچھ دنوں کے بعد بیت المال میں چوری ہوگئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس کی رپورٹ دارالخلافت میں بھیجی تو حکم آیا کہ بیت المال کو مسجد سے ملا دیا جائے تاکہ ہر وقت نمازیوں کی آمد و رفت سے خزانہ محفوظ رہے، چنانچہ انہوں نے روزبہ نامی ایک مشہور پارسی معمار کو بلا کر یہ خدمت سپرد کی۔ اس نے نہایت خوبی کے ساتھ بیت المال کی عمارت کو بڑھا کر مسجد سے ملا دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس کی کاریگری کی بڑی قدر کی اور خوش ہو کر اس کو دارالخلافت بھیج دیا۔ جہاں ہمیشہ کے لیے اس کا روزینہ مقرر ہوگیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا قصر چونکہ وسط بازار میں تھا، اس لیے شور و شغب کے ساتھ باہم گفتگو کرنا بھی دشوار تھا۔ انہوں نے اس سے بچنے کے لیے قصر کے سامنے ایک ڈیوڑھی بنوائی اور اس میں پھاٹک لگوایا، بارگاہ خلافت میں اس ڈیوڑھی کی اطلاع پہنچی تو اس خیال سے کہ اہل حاجت کے لیے یہ سد راہ نہ ہو جائے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ کوفہ جا کر اس میں آگ لگا دیں، چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی، اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اطاعت شعاری کے ساتھ خاموشی سے دیکھتے رہے۔

❀

کوفہ دراصل ایک فوجی چھاونی تھی، جہاں تقریباً ایک لاکھ نبرد آزما سپاہی بسائے گئے تھے۔ انہیں اعلیٰ قدر مراتب تنخواہیں دی جاتی تھیں تنخواہ کی تقسیم کا طریقہ یہ تھا کہ دس دس سپاہیوں پر افسر ہوتے تھے۔ جو امراء الاعشار کہلاتے تھے، تنخواہیں ان کو دی جاتی تھیں، اور اپنے ماتحت سپاہیوں کو تقسیم کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ امرائے اعشار نے تنخواہوں کی تقسیم میں بے اعتدالی کی، اور اس کی وجہ سے فوج میں برہمی کے آثار

Marfat.com

نمایاں ہوئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فوراً دربار خلافت کو اس واقعہ سے مطلع کیا اور فرمان خلافت کے مطابق دوبارہ نہایت صحت وتحقیق کے ساتھ لوگوں کے عہدے اور روز ینے مقرر کیے، اور اس دفعہ دس کے بجائے سات سات سپاہیوں پر ایک ایک افسر متعین کیا۔

❀

شام کی اسلامی فوجوں نے حمص پر چڑھائی کی تو اہل جزیرہ ایک عظیم فوج کے ساتھ رومیوں کی مدد کے لیے روانہ ہوئے لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جو ملک کے اندرونی وسرحدی واقعات سے ہر وقت باخبر رہتے تھے۔ایک بڑی فوج بھیج کران کو وہیں روک لیا اور آگے بڑھنے نہ دیا۔

12 ھ میں ایرانیوں نے عراق میں نہایت عظیم الشان جنگی تیاریاں کیں، اور مسلمانوں کو ان کے مفتوحہ ممالک سے نکال دینا چاہا۔حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے ان تیاریوں کا حال سنا تو تمام فوجی مرکزوں میں اسلامی فوج کو بھی آراستہ کرنے کے احکام صادر کیے۔کوفہ سب سے بڑا مرکز تھا۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے یہاں نہایت اہتمام کے ساتھ تیاریاں شروع کیں، اور دربار خلافت کے ایماء سے حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کو جو پہلے ایک جماعت ایسی پیدا ہوگئی تھی جو قصداً جنگ سے جی چراتی تھی، اور کہتی تھی کہ بصروالوں نے خواہ مخواہ فارس پر حملہ کرکے لڑائی مول لے لی ہے۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بارگاہ خلافت میں ان لوگوں کی شکایت لکھی تو ان میں سے جراح بن سنان اور اس کے چند ساتھیوں کو ان سے شدید عداوت پیدا ہوگئی اور انہوں نے مدینہ پہنچ کر شکایت کی، کہ وہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھاتے۔ظاہر ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جیسے عالی مرتب و بلند پایہ صحابی رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ شکایت کس قدر مہمل تھی۔حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کو بھی اس کے لغو ہونے کا یقین تھا تاہم رفع حجت

Marfat.com

کے خیال سے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو تحقیقات کے لیے روانہ فرمایا، انہوں نے کوفہ کی ہر ایک مسجد میں گشت کر کے اس شکایت کی حقیقت دریافت کی تو ہر جگہ سب نے یک زبان ہو کر اس کی تکذیب کی۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تحقیقات سے فارغ ہو کر دونوں فریقوں کو ساتھ لیے ہوئے مدینہ پہنچے۔ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے دیکھتے ہی پوچھا:

"سعد (رضی اللہ عنہ)! تم کیسی نماز پڑھاتے ہو کہ لوگ شکایت کرتے ہیں۔"

انہوں نے جواب دیا:

"پہلی دو رکعتوں میں لمبی سورتیں پڑھتا ہوں اور دونوں آخری میں صرف فاتحہ پر اکتفا کرتا ہوں۔"

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"بے شک تمہاری نسبت یہی گمان ہو سکتا ہے۔:

گو الزام بے بنیاد ثابت ہوا، تاہم حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے اس خیال سے کہ ایک جماعت مخالفت پر آمادہ ہو گئی تھی۔ ان کو اس عہدہ سے سبکدوش ہی کر دینا مناسب سمجھا، چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جن کو اپنا جانشین بنا آئے تھے۔ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے ان ہی کو مستقل کر دیا اور ان کو دوبارہ واپس جانے کی زحمت نہ دی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر اس بے ہودہ الزام کے قائم ہونے کا نہایت افسوس تھا۔ فرمایا کرتے تھے:

"میں عرب میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے راہ خدا میں تیر اندازی کی ہے، ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ درخت کے سوکھے پتے کھا کھا کر لڑے تھے، لیکن خدا کی شان آج یہ بنو اسد پیدا ہوئے ہیں جو مجھے مذہب سکھاتے ہیں کہ میں نماز اچھی

Marfat.com

نہیں پڑھتا۔"

❀

23ھ میں حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مجوسی غلام کے ہاتھ سے شہادت پائی۔حالت نزاعی میں لوگوں نے خلیفہ نامزد کرنے کی طرف توجہ دلائی تو انہوں نے منصب کے لیے چھ آدمیوں کے نام پیش کیے ان میں ایک حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے اور فرمایا:

"اگر وہ خلافت کے لیے منتخب نہ ہوسکیں تو جو منتخب ہو، اسے چاہئے کہ ان کی خدمات سے فائدہ اٹھائے کیونکہ میں نے انہیں کسی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے معطل نہیں کیا تھا۔"

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کی تجہیز و تکفین کے بعد مجلس شوریٰ نے حضرت عثمان الغنی رضی اللہ عنہ کے سر پر دستار خلافت باندھی، اور انہوں نے حسب وصیت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دوبارہ کوفہ کا والی مقرر کیا، لیکن اس تقرری کے تین سال بعد 26ھ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مہتمم بیت المال سے اختلاف پیدا ہو جانے کی وجہ کے باعث پھر معزول ہو گئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے معزول ہونے کے بعد مدینہ میں عزلت نشینی اختیار کرلی۔ یہاں تک کہ جب خلیفہ ثالث کے آخری عہد حکومت میں فتنہ و فساد کا بازار گرم ہوتو یہ ہنگامہ بھی ان کی گوشہ گیری میں مخل نہ ہوا۔البتہ جب مفسدین نے کاشانہ خلافت کا محاصرہ کرلیا تو ان کو سمجھانے کی کوشش کی، مگر ناکام رہے۔

حضرت عثمان الغنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی، لیکن معاملات ملکی سے بے تعلق رہنے کی روش پر اس وقت بھی قائم رہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں اپنی فوج کے ساتھ روانہ

Marfat.com

ہوئے تو لوگوں نے ان کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے معذرت کی اور کہا:

''مجھے ایسی تلوار بتاؤ جو مسلم و کافر میں امتیاز رکھے۔''

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے خود ان کے صاحبزادہ عمر بن سعد رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ جب کہ وہ جنگل میں اونٹ چرا رہے تھے آ کر کہا:

''کیا یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ آپ جنگل میں اونٹ چرائیں اور لوگ بادشاہت و حکومت کے لیے اپنی اپنی قسمت آزمائیں۔''

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا:

''خاموش! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ خدا مستغنی اور پرہیزگار بندہ کو محبوب رکھتا ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے تنازعات کا فیصلہ کرنے کے لیے جب پنچایت مقرر ہوئی تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی اس خوشی میں کہ اب خانہ جنگیوں اور خونریزیوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ فیصلہ سننے کے لیے دومتہ الجندل تشریف لائے، لیکن جب یہ بے نتیجہ ثابت ہوئی تو پھر اپنے عزلت کدہ میں واپس آ گئے۔ اور تمام جھگڑوں سے قطعی طور پر کنارہ کش رہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقام عقیق میں اپنے لیے ایک قصر تعمیر کرایا تھا، چنانچہ عزلت نشینی کی زندگی اسی میں بسر ہوئی۔ آخر عمر میں مضمحل ہو گئے تھے اور آنکھوں کی بصارت بھی جاتی رہی تھی، یہاں تک کہ 55ھ میں طائر روح نے قفس عنصر کو خیر آباد کہا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی۔ جنگ بدر میں جو اونی کپڑا میرے جسم پر تھا اس سے کفن کا کام لیا جائے۔ چنانچہ اس پر عمل کیا گیا اور لاش مدینہ لائی گئی۔ بعض امہات المومنین رضی اللہ عنہن اس وقت زندہ تھیں، انہوں نے حکم دیا کہ اس جاں نثار رسول اللہ (ﷺ)

Marfat.com

کا جنازہ مسجد میں لایا جائے، چنانچہ مسجد میں ان کے حجروں کے سامنے نماز ادا کی گئی، امہات المومنین رضی اللہ عنہن بھی نماز میں شریک تھیں، کسی نے مسجد میں نماز جنازہ پر اعتراض کیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"لوگ کس قدر بھول گئے، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سہیل بن البیضا رضی اللہ عنہ پر مسجد میں نماز نہیں پڑھائی تھی۔"

غرض اس تزک واحتشام کے ساتھ مقام بقیع میں مدفون ہوئے۔

ستر برس سے زیادہ عمر پائی اور اس عرصہ میں اپنے عظیم الشان کارناموں کی ایسی یادگار چھوڑ گئے کہ ان کے خلاف قیامت تک محز ومباہات کے ساتھ ان پر رطب اللسان رہیں گے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا علمی پایہ نہایت ارفع تھا۔ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

"جب سعد (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث روایت کریں تو پھر اس کے متعلق کسی دوسرے سے نہ پوچھو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تحصیل علم میں کبھی پس وپیش یا شرم وحجاب دامن گیر نہ ہوتا تھا، ایک دفعہ بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جماعت کو کچھ عطیے مرحمت فرمائے، لیکن اس میں سے ایک شخص کو محروم رکھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اس کی محرومی پر سخت تعجب ہوا۔ انہوں نے عرض کی:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا خیال ہے کہ وہ بھی مومن ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مومن یا مسلم۔"

لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو تشفی نہ ہوئی۔ انہوں نے پھر اپنا سوال

Marfat.com

دہرایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرتبہ بھی وہی جواب دیا، غرض حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنا سوال جاری رکھا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرما کہ تشفی کر دی:

''بسا اوقات اس سے جس کو عطیہ دیتا ہوں وہ شخص جس کو کچھ نہیں دیتا میرے نزدیک زیادہ محبوب ہوتا ہے۔''

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عموماً رات کے آخری حصے میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آ کر نمازیں پڑھایا کرتے تھے طبیعت رہبانیت کی طرف مائل تھی، لیکن اسلام میں ممنوع ہونے کی وجہ سے مجبور تھے۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے:

''عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ فرمایا ہوتا تو میں اس کو اختیار کر لیتا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت و جانثاری کا اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سفر میں عموماً خود شوق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیمے کے گرد رات رات بھر پہرا دیتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے، رات کے وقت ایک جگہ قیام ہوا۔ یہاں دشمنوں کا سخت خطرہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیر تک بیدار رہے اور فرمایا:

''کاش! میرے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی مرد صالح آج پہرہ دیتا۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

''ابھی یہ جملہ تمام بھی نہیں ہوا تھا کہ اسلحہ کی جھنکار سننے میں آئی۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا:

''کون ہے؟''

عرض کی:

''سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ)۔''

Marfat.com

ارشاد ہوا:

"تم کیسے آئے؟"

عرض کی:

"خودبخود یہ خیال پیدا ہوا کہ آج رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرنا چاہیئے اس فرض کو انجام دینے آیا ہوں۔"

رسول اللہ ﷺ ان کی جانثاری سے نہایت خوش ہوئے اور دعا دی۔

حضرت عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن ابو وقاص رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی تھے۔ انہوں نے حالت کفر میں غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ کا روئے مبارک زخمی کیا تھا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

"واللہ میں عتبہ سے زیادہ کبھی کسی شخص کے خون کا پیاسا نہیں ہوا۔"

اتباع سنت اور رسول اللہ ﷺ کے اعمال و احکام کی کامل پیروی کو اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے۔

ایک دفعہ مدینہ سے اپنے قصر کی طرف جو مقام عقیق میں تھا، تشریف لے جا رہے تھے، راہ میں ایک غلام کو درخت کاٹتے دیکھا، چونکہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو حرم قرار دیا تھا۔ اس لیے انہوں نے اس کے اوزار چھین لیے۔ غلام کے مالک نے آکر اس کا مطالبہ کیا تو فرمانے لگے

"معاذ اللہ! میں رسول اللہ ﷺ کی بخشش کو واپس کر دوں گا؟"

اور اوزار کے واپس دینے سے قطعاً انکار کر دیا۔

زہد تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جس وقت دنیائے اسلام حکومت و بادشاہت کے جھگڑوں میں مبتلا تھی، اس وقت وہ مدینہ کے ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے اس فتنہ سے محفوظ رہنے کی دعائیں مانگ رہے تھے، اور جو کوئی ان جھگڑوں کے متعلق کچھ پوچھتا تو فرماتے:

Marfat.com

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ "میرے بعد عنقریب ایک فتنہ برپا ہوگا، جس میں سونے والا بیٹھنے والے سے، بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اچھا ہوگا۔"

تواضع اور خاکساری کا صرف اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سپہ سالاری اور گورنری کے بعد بھی جب کسریٰ کے وارثوں نے اپنا عظیم الشان محل ان کے لیے خالی کر دیا تھا، افسر کی اطاعت کا یہ حال تھا کہ گھر میں آگ لگائی گئی اور وہ خاموشی کے ساتھ تماشہ دیکھتے رہے۔

ایک زمانہ تھا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ درخت کے پتے کھا کھا کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں جانبازی دکھاتے تھے،لیکن اسلام نے بہت جلد روحانیت کے ساتھ ساتھ مادی حیثیت سے بھی اپنے فدائیوں کی عسرت وتنگ حالی کو دولت وثروت سے بدل دیا۔خیبر کی مفتوح اراضی میں جاگیر ملی، ایران کے مال غنیمت میں حصہ ملا۔اسی طرح دورفتنہ وفساد میں ایک غیر آباد زمین خرید کر زراعت کا مشغلہ اختیار کیا، غرض اخیر زندگی میں ایک بڑی دولت کے مالک ہوئے۔کوفہ میں اور مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقام عقیق میں عالی شان محلات تعمیر کرائے مگر باوجود اس کے غذا اور لباس کی سادگی میں کچھ فرق نہ آیا تھا۔

❀❀❀

Marfat.com

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

(سپہ سالارِ اعظم)

ہجرت کر جانے کے باوجود مشرکین قریش نے مسلمانوں سے معاندانہ روش اور دشمنی جاری رکھی، حتیٰ کہ 2 ھ کو میدان بدر میں حق و باطل کا عظیم معرکہ برپا ہوا۔ دونوں اطراف سے جنگ شباب پر تھی۔ باطل کی کوشش تھی کہ وہ حق کا چراغ بجھا دے لیکن جس چراغ کو اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے مسلمانوں کے سینوں کے اندر روشن کیا تھا وہ باطل سے کب بجھنے والا تھا۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اس معرکہ میں شریک بے جگری سے لڑ رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا والد عبداللہ کفار کی جانب سے لڑ رہا تھا۔ بیٹے کے اسلام لانے پر وہ سخت برگشتہ و مضطرب تھا۔ تمام رشتوں کو بھلا کر وہ بیٹے کا جانی دشمن بن گیا تھا۔ اب اسے موقعہ ملا تھا کہ بیٹے سے اس کے اسلام قبول کرنے کا بدلہ لے سکے۔ وہ تاک تاک کر آپ رضی اللہ عنہ کو نشانہ بنا رہا تھا لیکن ہر بار بیٹے نے درگزر سے کام لیا جب دیکھا کہ وہ باز نہیں آتا تو اسلامی جمعیت نسبتی رشتے پر غالب آ گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا وار کیا کہ باپ کو خون میں نہلا دیا۔ اسلامی جوش اور مذہبی وارفتگی کی ایسی مثال تھی جو چشم فلک نے شاید اس سے قبل نہ دیکھی ہو گی۔ ان عظیم جذبوں کو اللہ تعالیٰ نے بے حد پسند فرمایا اور سورہ مجادلہ میں یوں ارشاد فرمایا:

Marfat.com

ترجمہ: ”تو ایسی قوم نہیں پائے گا جو ایمان رکھتی ہو اللہ اور قیامت پر (پھر) وہ محبت کرے ان سے جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی خواہ وہ (مخالفین) ان کے باپ ہوں یا ان کے فرزند ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے کنبہ والے ہوں؛ یہ وہ لوگ ہیں نقش کر دیا ہے اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان اور تقویت بخشی ہے انہیں اپنے فیض خاص سے۔“ (المجادلہ: ۲۲)

❀

آپ رضی اللہ عنہ کا اسم پاک عامر، کنیت ابو عبیدہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عطا کردہ لقب امین الامت تھا۔ دادا کا نام الجراح تھا لہٰذا باپ کے نام کی بہ نسبت دادا کے اسی نام سے زیادہ شہرت پائی۔ ساتویں پشت میں فہر پر آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ جب زندگی کی ستائیس بہاریں دیکھ چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان بعثت فرمایا۔ توحید کی آواز نے مشرکین قریش میں ہل چل مچا دی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یار غار حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ در پردہ لوگوں کو دعوت حق دیتے تھے۔ حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یقین تھا کہ جس چیز کی دعوت دے رہے ہیں، وہی حق ہے۔ ان دنوں ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دار ارقم میں تشریف نہیں لے گئے تھے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ حاضر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے۔ اسی دن حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ بھی آئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا سنہری طوق گلے میں پہن لیا۔

جب کوئی شخص حلقہ بگوش اسلام ہوتا تھا تو تمام لوگ اس کے دشمن بن جاتے تھے اور تعلق و رشتوں کو بالائے طاق رکھ کر اس پر ظلم و استبداد کے دروازے

Marfat.com

کھول دیتے تھے۔ منشاء و مقصود ہوتا تھا کہ اذیتوں سے تنگ آ کر بت پرستی کی طرف واپس لوٹ آئے مگر ان کو یہ خبر نہ تھی کہ دین حق میں شامل ہونے کے بعد مصائب و آلام کا برداشت کرنا اس پر آسان ہو جاتا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ پر بھی انہوں نے مشق ستم کی۔ دو مرتبہ ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی آخری مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مدینہ کی جانب جب ہجرت کی تو وہاں حضرت کلثوم بن الہدم رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کا بھائی چارہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کرا دیا۔

تمام غزوات میں آپ رضی اللہ عنہ نے بڑی گرم جوشی و جاں فروشی سے شرکت کی۔ غزوہ احد میں عبداللہ بن قمیہ کے حملہ سے رسول اللہ ﷺ کا روئے انور زخمی ہو گیا۔ ذرہ کی دو کڑیاں رخسار مبارک میں کھب گئی تھیں۔ شدید تکلیف تھی۔ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ بڑی تیزی سے اپنے ہادی و آقا ﷺ کی طرف گئے۔ دوسری طرف سے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بھاگتے ہوئے آئے جیسے ہوا میں اڑ رہے ہوں۔

"میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں مجھے اجازت دیں کہ میں
سرورکونین ﷺ کے مبارک گال سے ذرہ کے حلقے نکالوں۔"

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے ملتجیانہ انداز میں حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے کہا، حالانکہ اس سعادت سے وہ خود بہرہ ور ہونا چاہتے تھے۔ انہوں نے اجازت دی۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے پہلے ذرہ کے ایک حلقہ پر اپنے دانت رکھ کر پوری طاقت وقوت سے اسے باہر کھینچا۔ اس میں آپ رضی اللہ عنہ کا ایک دانت شہید ہو گیا۔ ذرہ کے دوسرے حلقے کو دانتوں سے زور لگا کر باہر نکالا تو دوسرا دانت بھی اپنے محبوب ﷺ پر قربان ہو گیا۔ ذرہ کے حلقے نکلنے کی دیر تھی کہ خون بہہ نکلا۔ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ جو اس وقت پاس کھڑے تھے اس خون کو پیتے اور زخم پر منہ رکھ کر چوستے

Marfat.com

تھے۔قریب کھڑے دوسرے عشاق نے پوچھا:

''مالک بن سنان رضی اللہ عنہ! تم خون پیتے ہو۔''

''ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون اقدس شربت کی طرح پیتا ہوں۔''

غزوہ احزاب اور بنو قریظہ میں بھی آپ رضی اللہ عنہ نے مثالی جاں سپاری کا مظاہرہ کیا۔ یہی آرزو تھی کہ کسی طرح محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہو جائیں کیونکہ اللہ کو راضی کرنے کا یہی واحد طریقہ تھا۔

ربیع الاول 6ھ میں سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو بنوثعلبہ کی سرکوبی کے لیے ذی القصہ کی طرف روانہ فرمایا آپ رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں چالیس سرفروش تھے۔ بنی ثعلبہ وانمار اور محارب کی بستیاں بے آب وگیاہ ہوگئیں تو انہوں نے مدینہ کے مویشی لوٹ لینے کا فیصلہ کیا۔ جو مدینہ سے سات میل دور بیضا کے مقام پر چرتے تھے۔ان کی سرکوبی مقصود تھی۔حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تعمیل ارشاد میں مغرب کی نماز کے بعد ذی القصہ کی طرف چل پڑے۔راتوں رات منزل مقصود پر پہنچ گئے۔جب صبح کا چہرہ ابھی زیادہ تاباں نہیں ہوا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے بنی ثعلبہ پر حملہ کر دیا۔ وہ خوف اور ڈر سے بھاگ کر پہاڑوں میں جا کر چھپ گئے۔صرف ایک شخص ہاتھ لگا جس نے اسلام قبول کر لیا۔اس مہم میں کچھ اونٹ اور دوسرا مال و اسباب ہاتھ لگا جسے آپ رضی اللہ عنہ نے لا کر بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کر دیا۔

❀

رجب المرجب 8ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین سو مجاہدین پر آپ رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر قریش کے قافلہ کی حفاظت اور قبیلہ جہنیہ کو روکنے کے لیے بھیجا۔حکم سیف البحر تک جانے کا تھا کیونکہ جہنیہ قبیلہ ساحل سمندر پر آباد تھا۔مدینہ سے یہ مقام پانچ دن کی مسافت پر تھا۔اس سریہ میں حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ جیسے صحابہ کرام

Marfat.com

رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ بوقت روانگی امیر العسکر کو بطور توشہ کھجوروں کی ایک تھیلی عطا کی گئی۔جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے تمام مجاہدین کو ایک ایک مٹھی خرما دے دیے۔جب راستے میں کھانے کے لیے کوئی چیز نہ رہی تو لشکری اپنی کمانوں سے درختوں کے پتے توڑ کر کھاتے تھے۔اس لحاظ سے اس کا جیش الخبط (لشکر برگ) نام پڑ گیا۔جب سمندر کے کنارے یہ مجاہدین اسلام پہنچے تو کھانے کو کچھ نہ تھا۔سب صبر وشکر و رضا کے پیکر بنے ہوئے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان جاں نثاروں کے لیے سمندر کی لہروں کو حکم دیا۔انہوں نے ایک بہت بڑی مچھلی کو ساحل پر پھینک دیا۔اس کی لمبائی ساٹھ گز تھی،اور اس کی آنکھ کے حلقے میں تیرہ آدمی بیٹھ سکتے تھے۔حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار اس مچھلی کی پسلی کے نیچے سے گزر گئے۔اس لحاظ سے اسے سریہ سیف البحر بھی کہتے ہیں۔اٹھارہ دن تک مجاہدین شکم سیر ہو کر مچھلی کا گوشت کھاتے رہے۔اس کی چربی کو جسم پر مل کر نہاتے رہے یہاں تک کہ خوب توانا ہو گئے اور کامیاب وکامران مدینہ منورہ واپس لوٹ آئے۔

❀

جمادی الآخر 8ھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین سو مجاہدین پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرما کر ذات السلاسل کی طرف بھیجا۔وہاں جب پہنچے تو پتہ چلا کہ غنیم کی تعداد بہت زیادہ ہے۔کمک کے لیے لکھ بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو دو سو مجاہدین پر امیر بنا کر بھیجا۔ان میں حضرت شیخین رضی اللہ عنہما جیسی عظیم ہستیاں شامل تھیں۔حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو سپہ سالاری کا حق نہ تھا،لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے اصرار نہیں فرمایا اور جس مقصد سے وہاں تشریف لے گئے تھے اسے سرانجام دینے کے بعد مدینہ منورہ واپس لوٹ آئے۔

Marfat.com

بیعت رضوان کے موقعہ پر جب مسلمانوں اور کفار میں معاہدہ تحریر ہو تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس پر بطور گواہ دستخط ثبت فرمائے۔

ایک مرتبہ یمن سے وفد آیا اور بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کی:

''یارسول اللہ ﷺ! اسلام کی تعلیم کے لیے کسی کو ہمراہ فرمادیں۔''

آپ ﷺ نے سماعت فرمایا تو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا:

''ہر امت کا امین ہوتا ہے۔ یہ امین الامت ہیں۔انہیں تمہارے ساتھ کرتا ہوں۔''

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کو اہل بحرین سے جزیہ کی رقم وصول کر کے لانے پر مامور فرمایا آپ رضی اللہ عنہ جب واپس تشریف لائے تو اس روز ے نماز فجر میں انصار کا غیر معمولی ہجوم تھا۔رسول اللہ ﷺ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''شاید تم لوگوں کو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے آنے کی خبر ہوگئی ہے۔''

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا:

''جی ہاں یارسول اللہ ﷺ۔''

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بشارت ہو آج تمہیں خوش کر دوں گا۔''

پھر گویا ہوئے:

''لیکن اللہ کی قسم تمہارے فقر و افلاس سے نہیں ڈرتا۔خوف ہے کہ پہلی امتوں کی طرح تم پر دنیا کشادہ ہو جائے گی اور جس طرح ان کو باہمی مناقشت اور حسد و طمع نے ہلاک کر دیا تھا تمہیں بھی ہلاک کر دے گی۔''

Marfat.com

❀

حجۃ الوداع میں آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ اس کے تین ماہ بعد حضور اکرم ﷺ کے وصال پر جب سقیفہ بنو ساعدہ میں انتخاب خلیفہ کا مسئلہ زیر بحث آیا تھا تو اس وقت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے بڑا اہم کردار ادا کیا تھا۔ انصار کو مخاطب کر کے فرمایا:

"تم نے امداد و اعانت کا وعدہ کیا تھا۔ لہٰذا اس پر حرف نہ آنے دو۔"

اس وقت حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا نام بھی خلافت کے لیے پیش کیا، لیکن ہر دو بزرگوں نے آگے بڑھ کر حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کر لی۔

عہد صدیقی میں ملک شام پر کئی اطراف سے لشکر کشی کی گئی۔ حمص کی طرف حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو، دمشق کی جانب حضرت یزید بن سفیان رضی اللہ عنہ کو سوئے اردن حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو اور بطرف فلسطین حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا گیا لیکن ان سب پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار اعظم تعینات کیا گیا۔ عرب کی سرحد سے باہر قدم قدم پر رومیوں سے آمنا سامنا ہوا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو مار بھگایا۔ ان کی کثرت کا اندازہ لگا کر خلیفۃ الرسول (ﷺ) حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو کمک کے لیے لکھ بھیجا۔ انہوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عراقی مہم چھوڑ کر شام جانے کا حکم دیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے تمام اسلامی فوج کو یکجا ہونے کا حکم دیا اور پھر متحدہ فوج نے بصرہ، فحل اور اجنادین کو فتح کرنے بعد دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ اسی دوران میں حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ اپنے خالق کے پاس تشریف لے گئے تو ان کی جگہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے۔ انہی دنوں دمشق کے بطریق کے ہاں ایک لڑکے نے جنم لیا۔ اس خوشی میں لوگوں نے خوب شرابیں پی کر بدمستی کی اور بے سدھ

Marfat.com

پڑ کر سو رہے ۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مع چند جانبازوں کے فصیل شہر پھاند کر اندر داخل ہو گئے اور دروازے کھول دیے ۔فوج اندر داخل ہو گئی ۔اس آفت ناگہانی کا صرف ایک ہی حل تھا کہ سپہ سالار اعظم حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے صلح کی درخواست کرے ۔آپ رضی اللہ عنہ اس وقت دوسری طرف تھے اور اس صورت حال کا علم نہ تھا کہ مسلمان شہر کے اندر داخل ہو چکے ہیں ۔انہوں نے صلح قبول کر لی ۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی فوجوں کی جب دمشق کے بازار کے وسط میں ملاقات ہوئی تو حقیقت حال منکشف ہوئی ۔ چونکہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ مصالحت کر چکے تھے ۔اس لیے دمشق کی فتح مصالحانہ قرار دی گئی ۔کسی کے ماتھے پر بل تک نہ پڑا کیونکہ تعلیم اور اطلاعات سردار کا یہی تقاضا تھا۔

رومیوں کو بڑا دکھ تھا کہ دمشق ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے ۔انہوں نے فوجوں کو اردن کے شہر میں جمع کیا لیکن مسلمانوں کے رعب و دبدبہ اور عزم و جاں نثاری کے جذبوں کو دیکھ چکے تھے ۔لہٰذا گفت وشنید کے لیے اپنا قاصد براہ راست حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔

رومی قاصد حیران و پریشان اسلامی لشکر میں پھر رہا تھا۔ ہر شخص کو ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے دیکھ کر بڑا پریشان ہوا۔ افسر اور ماتحت میں کوئی تمیز نظر نہ آتی تھی جو کہ ان کے ہاں بڑی نمایاں تھی آخر کار اس نے ایک مسلمان سے پوچھا:

''تمہارا سردار کون ہے؟''

''سامنے زمین پر بیٹھے ہیں۔''

انگلی کے اشارے سے اسے بتایا تو وہ ورطہ حیرت میں ڈوب گیا۔ یقین نہیں آتا تھا کہ اسلامی فوجوں کا سپہ سالار اعظم ایک عام آدمی کی طرح زمین پر بیٹھا ہوگا۔ مزید تسلی کرنے کے بعد وہ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

Marfat.com

''کون ہو؟''

آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔''میں رومی قاصد ہوں۔''

اس نے جواب دیا:''کس لیے آئے ہو؟''

آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا۔

''مصالحت کے لیے مجھے بھیجا گیا ہے۔ہمارا سردار کہتا ہے کہ اگر آپ (رضی اللہ عنہ) یہاں سے چلے جائیں تو فی کس دو دو اشرفیاں دیں گے۔''

''ہرگز نہیں۔''

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے دوٹوک فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا اور خون ریز معرکے کے بعد اردن فتح کر لیا۔

حمص اور دوسرے شہر فتح کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ لاذقیہ پہنچے۔یہ بڑا مضبوط و مستحکم شہر تھا۔اس کو فتح کرنے کے لیے آپ رضی اللہ عنہ نے میدان میں بہت سے پوشیدہ غار کھدوائے اور بظاہر محاصرہ چھوڑ کر حمص کی طرف روانہ ہو گئے۔اہل شہر نے دیکھا تو اطمینان کا سانس لیا اور کاروبار کے لیے شہر کے دروازے کھول دیے۔لیکن آپ رضی اللہ عنہ اس شب واپس آ کر ان پوشیدہ غاروں میں چھپ گئے اور صبح جب لوگ اپنے کاروبار میں مصروف تھے کہ شہر میں داخل ہو کر اسلام کا پرچم بلند کر دیا۔

مسلسل شکستیں کھانے کے بعد رومیوں نے ہرقل شاہ روم سے فریاد کی اس کی غیرت جاگ اٹھی۔پوری قوت سے مسلمانوں کو پسپا کرنے کے لیے اس نے تمام ممالک کو فوجیں بھیجنے کے لیے لکھ بھیجا۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انطاکیہ میں فوجوں کا طوفان امڈ پڑا۔حضرت عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے ایک بار پھر تمام افواج اسلامی کو دمشق میں جمع ہونے کے لیے کہا۔صلاح مشورہ کے بعد طے پایا کہ یرموک میں مورچہ بندی کی جائے۔لہٰذا ان سے وصول شدہ جزیہ کی ایک ایک کوڑی تک واپس کر دی۔یہ حسن

Marfat.com

سلوک اور انصاف دیکھ کر وہ رو رو کر مسلمانوں کی واپسی کے لیے دعائیں کرنے لگے۔

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کو صورت حال سے مطلع کیا گیا اور امداد طلب کی تو مدینہ منورہ کا ہر شخص جذبہ جہاد سے لبریز ہو گیا، اور جنگ پر جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ بہر کیف تھوڑی سی کمک روانہ کر دی گئی۔

یرموک کے قریب ہی دو لاکھ سے زائد رومیوں کا لشکر خیمہ زن تھا۔ اگرچہ تعداد میں وہ مسلمانوں سے سات گناہ زیادہ تھے لیکن مسلمانوں کے ہاتھ دیکھ چکے تھے۔ چاہتے تھے کہ بھرم رہ جائے ان کے سپہ سالار اعظم باہان نے مصالحت کے لیے قاصد بھیجا۔ جب قاصد اسلامی لشکر میں آیا تو مغرب کی نماز شروع ہوئی عجب روح پرور نظارہ تھا۔ وہ بے حد متاثر ہوا۔ بعد از نماز قاصد نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ جانے کے لیے فرمایا وہ جانا نہیں چاہتا تھا تو کہا:

"اس طرح رومیوں کو بدعہدی کا گمان ہوگا۔ مسلمان کبھی بدعہدی نہیں کرتا لہٰذا تم واپس جاؤ اور کل جو سفیر آئے اس کے ساتھ چلے آنا۔"

15ھ اور رجب المرجب کا مہینہ تھا کہ معرکہ یرموک پیش آیا۔ بڑی خوں ریز جنگ ہوئی دل کھول کر داد شجاعت دی گئی۔ جب رومیوں کے ستر ہزار افراد واصل جہنم ہو چکے اور مسلمانوں کے تین ہزار مجاہدین مقام شہادت پر فائز ہوئے تو رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور فتح کا سہرا مسلمانوں کے سر بندھا۔

❀

جزیرہ جو عراق کا حصہ تھا مگر اس کی حد شام کے ساتھ ملی ہوئی تھی ابھی تک فتح نہیں تھا اور وہاں سے خطرہ کسی وقت بھی جنم لے سکتا تھا۔ وہاں بھی رومیوں کے پاؤں جم نہ سکے اور فتح و کامرانی نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے قدم چومے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دمشق کے والی مقرر ہوئے تھے کہ خلیفۃ المومنین

Marfat.com

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے معزول کر دیے گئے، بوقت رخصتی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''لوگو! تمہیں خوش ہونا چاہیئے کہ ابو عبیدہ تمہارا والی ہے۔''

اس کے جواب میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے کہا:

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ خالد (رضی اللہ عنہ) اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔''

18ھ میں جب عرب میں قحط پڑا تو آپ رضی اللہ عنہ نے چار ہزار اونٹ غلے سے لدے ہوئے بھجوا دیے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اشاعت اسلام میں بڑا نمایاں حصہ لیا۔ ان گنت لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے اخلاق حسنہ سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

18ھ میں طاعون کی وباء پھیلی شام میں اس کا بڑا زور تھا بے شمار لوگ لقمہ اجل بن گئے۔ کئی مشہور نامور ہستیاں اس کا شکار ہو گئیں۔ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو بڑے فکر مند ہوئے اور ملک شام کی طرف روانہ ہوئے مقام سرغ پر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور دوسرے سرداروں نے آپ رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا۔ طاعون کا زور بڑھتا جا رہا تھا۔ مشاورت سے طے پایا کہ فی الحال لوگوں کو یہاں سے کہیں اور منتقل ہو جانا چاہیئے۔ اس ضمن میں منادی کرا دی گئی۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تقدیر کے بڑے قائل تھے۔ خلیفہ المومنین سے عرض کیا:

''آپ تقدیر سے بھاگتے ہیں۔''

اس پر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''ہاں تقدیر الٰہی کی طرف بھاگتا ہوں۔''

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ واپس آ کر حضرت ابو عبید بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے خلیفہ کا ارشارہ پا گئے جواباً لکھا:

Marfat.com

''جو مقدر میں ہے پورا ہوگا۔''

اس پر حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے تاکیداً لکھا:

''فوجوں کو مرطوب مقامات سے ہٹا کر کسی بلند اور صحت بخش مقام کی طرف لے جاؤ۔''

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے فوجوں کو جابیہ منتقل کر دیا:

مرض طاعون اندرونی طور پر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ پر اپنا اثر کر چکا تھا۔ لہٰذا جابیہ پہنچے تو اس مرض میں مبتلا ہو گئے۔ جب مرض بڑھ گیا تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور لوگوں کو جمع کر کے فرمایا:

''صاحبو! یہ مرض خدا کی رحمت اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت ہے۔
پہلے بہت سے صلحاء روزگار اس میں جاں بحق ہوئے ہیں، اور
اب عبیدہ اپنے اللہ سے اس کی سعادت پانے کا متمنی ہے۔''

جب نماز کا وقت آیا تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے امامت کی اور جب نماز ختم ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر 58 سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو اردن کے شہر بیسان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ بلند قامت و سینہ، پتلے دبلے تھے۔ چہرے مبارک پر گوشت کم تھا۔ داڑھی چھدری تھی۔ پیشانی سے ذہانت و فطانت ٹپکتی تھی۔ خدا ترسی، اتباع سنت، تقویٰ و زہد تواضع و انکساری، رحم و مساوات خشیت الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیکر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان دس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے تھے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں جنت کی بشارت دی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دو صاحب زادے یزید اور عمیر تھے جو لاولد رہے اور سلسلہ نسب آگے نہ چل سکا۔

❀❀❀

Marfat.com

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

(فاتح مصر)

غزوہ خندق ختم ہو چکا تھا۔ اسلام اور داعی اسلام ﷺ کے دشمن منہ کی کھا کر راہ فرار اختیار کر چکے تھے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کی فتح و نصرت نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بے حد متاثر کیا تھا۔ دنیا کی چند روزہ زندگی اور اسلام کی تعلیمات پر جس قدر غور و خوض کرتے حق اتنا روشن ہوتا جا رہا تھا۔ بعثت کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کے والد عاص نے جس شد و مد سے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی تھی بیٹا اس کا صحیح جانشین ثابت ہوا تھا۔ اسلام کے خلاف ہر سازش میں دیگر زعماء قریش کی طرح پیش پیش رہتے تھے۔ مسلمانوں کا جو پہلا قافلہ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گیا تھا تو قریش نے جو وفد مسلمانوں کو حبشہ سے نکلوانے کے لیے نجاشی کے پاس بھیجا تھا۔ آپ (رضی اللہ عنہ) اس کے سرگرم رکن تھے۔ وہاں پہنچ کر درباریوں اور دوسرے لوگوں کو تحائف دے کر اپنا ہمنوا بنا لیا تھا اور بادشاہ سے گزارش کی کہ وہ مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکال دے لیکن اس نے انکار کر دیا۔ اب آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی مخالفت سے رفتہ رفتہ کنارہ کش ہوتے جا رہے تھے۔ وہ جوش و خروش اور عزم و ولولہ سرد ہوتا جا رہا تھا جس کا وہ اظہار کیا کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے رویے نے اہل قریش کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اب عمرو بن العاص وہ عمرو بن العاص نہیں رہا ہے جو کبھی ہوا کرتا تھا، لیکن پھر بھی حقیقت حال

Marfat.com

کا جائزہ لینے کے لیے ایک شخص کو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور وہ طرح طرح کے سوالات کرنے لگا:

''اچھا یہ بتاؤ کہ حق پر ہم ہیں یا فارس و روم والے۔''

''ہم۔''

اس نے بڑے وثوق سے جواب دیا۔

''اگر ایسا ہے تو عیش و عشرت کسے حاصل ہے ہمیں یا ان کو۔''

''اہل فارس و روم کو۔''

اس نے جواب دیا۔''

''اگر اس عالم کے بعد دوسرا عالم نہیں تو پھر ہماری حق پرستی کس کام آئے گی۔ اگر ہم اس دنیا میں باطل پرستوں کے مقابل تنگدست مفلوک الحال اور مصائب و آلام کا شکار ہیں اور دوسرے عالم میں بھی جزا کی امید نہ ہو تو پھر بات کیا بنی۔''

آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔

تو اس شخص کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ خاموش کھڑا منہ تکتا رہا۔

آپ رضی اللہ عنہ پھر گویا ہوئے:

''محمد بن عبداللہ (ﷺ) کی یہ تعلیم کہ مرنے کے بعد دوسرا عالم ہے جہاں ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق جزا و سزا ملے گی۔ کس قدر درست اور قابل فہم ہے۔''

قریش کا فرستادہ شخص واپس لوٹ گیا۔

وقت گزرتا رہا۔ ایک دن آپ رضی اللہ عنہ ان آدمیوں سے ملے جو آپ رضی اللہ عنہ کی باتیں بڑے دھیان سے سنا کرتے اور انہیں تسلیم کیا کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:

Marfat.com

''حالات کی نبض کا جائزہ لینے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں
کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ضرور، بضرور کامیاب و کامران ہوں گے اور ان
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کوئی شخص جھٹلا نہیں سکتا۔''

آپ نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا اور پھر بولے۔

''میری ایک تجویز ہے۔''

''کیا؟''

بہت سی آوازیں فضا میں ابھریں۔

''کیوں نہ ہم لوگ نجاشی کے پاس چل کر قیام کریں۔ اگر محمد بن
عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قوم ہماری قوم پر غالب آ گئی تو ہم وہیں مقیم
رہیں گے اور اگر ہماری قوم ان پر غالب آ گئی تو ہم ممتاز لوگ ہیں
ہمارے ساتھ ان کا طرز عمل بہتر ہوگا۔''

اس رائے کو تمام حاضرین نے بہت پسند کیا اور شاہ حبشہ کے لیے تحفے اور چمڑا جو بہترین تحفہ تصور کیا جاتا تھا لیا اور حبشہ کی جانب چل پڑے۔

جب آپ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھی شاہ حبشہ نجاشی سے ملنے جا رہے تھے تو انہوں نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو بادشاہ کے محل میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ انہیں رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی کسی ضروریات کے سلسلہ میں بھیجا تھا۔ تھوڑی دیر بادشاہ کے پاس رہنے کے بعد حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ واپس لوٹ گئے۔ یہ واقعہ دیکھنے کے بعد (حضرت) عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) نے اپنے رفیقوں سے کہا:

''میں نجاشی سے کہوں گا کہ وہ (حضرت) عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو
میرے حوالے کر دے، اور اگر اس نے انہیں مجھے دے دیا تو ان

Marfat.com

کی گردن مار دیں گے تاکہ قریش کو علم ہو جائے کہ ہم نے سفیر
رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کر کے ان کا انتقام لے لیا ہے۔"

یہ سوچ کر آپ (رضی اللہ عنہ) بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے آپ (رضی اللہ عنہ) کو دیکھ کر پوچھا:

"ہمارے لیے اپنے ملک سے کیا تحفہ لائے ہو۔"

(حضرت) عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) نے چمڑہ پیش کیا جسے بادشاہ نے بڑا پسند کیا۔ جب واپس جانے لگے تو عرض کی:

"اے بادشاہ سلامت! ابھی میں نے ایک شخص کو آپ کے پاس
سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ ہمارے دشمن کا بھیجا ہوا تھا۔ آپ
اسے ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم اسے قتل کر دیں، اس نے
ہمارے معززین واکابرین کو بہت تکالیف دی ہیں۔"

جب نجاشی نے یہ سنا تو اس کے غضب و غصے کی انتہا نہ رہی۔ اسی حالت میں اس نے بے اختیار ہو کر اپنا ہاتھ زور سے اپنے منہ پر مارا۔ حاضرین کو یوں لگا جیسے بادشاہ کی ناک ٹوٹ گئی ہو۔

یہ منظر دیکھ کر (حضرت) عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) بے حد نادم و شرمندہ ہوئے۔ دل چاہتا تھا کہ ابھی زمین پھٹ جائے تاکہ اس کے اندر سما جائیں۔ بڑی شرمندگی ولجاحت سے عرض کی:

"عالی جاہ! میں اپنے الفاظ پر بے حد شرمسار و خجل ہوں۔ اگر پتہ
ہوتا کہ میری بات آپ کو اس قدر ناگوار محسوس ہوگی تو کبھی نہ کرتا۔"

بادشاہ نے شاہانہ رعب و دبدبہ سے کہا:

"تم کہتے ہو کہ میں اس عظیم ہستی کے ایلچی کو قتل کے لیے تمہارے

Marfat.com

حوالے کردوں جن کے پاس ناموس اکبر آتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔"

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے از راہِ حیرت پوچھا:

"اے شاہ! کیا واقعی۔"

یہ سن کر نجاشی نے کہا:

"اے عمرو! تمہاری حالت پر صد افسوس۔ اللہ کی قسم وہ حق پر ہیں۔ اپنے دشمنوں اور مخالفوں پر غالب آئیں گے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون بد انجام اور اس کے لشکر پر غالب آئے تھے۔ میرا کہا مانو اور فوراً ان کی پیروی کرلو اسی میں بھلا ہے۔"

(حضرت) عمرو بن العاص نے سنا تو عرض کی:

"پھر ان کی طرف سے آپ مجھ سے اسلام کی بیعت لے لیں۔"

بادشاہ یہ سن کر بڑا خوش ہوا اور اپنا ہاتھ پھیلا دیا اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسلام کی بیعت کرلی۔

جب آپ رضی اللہ عنہ بادشاہ کے دربار سے لوٹ کر واپس گئے تو دل و دماغ میں انقلاب عظیم برپا ہو چکا تھا، لیکن اس کا ذکر اپنے ساتھیوں سے نہ کیا۔ اب حبشہ میں قیام کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا تھا جسم سے پہلے ذہن حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں پہنچ چکا تھا۔ مکہ پہنچے اور پھر رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس وحق پرست اسلام کے دامن سے وابستہ ہونے کے لیے روانہ ہوئے۔ یہ واقع مکہ سے قبل کا واقعہ ہے۔

راستے میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ملے۔ وہ بھی ابھی تک حلقہ بگوش اسلام نہیں ہوئے تھے۔

انہیں دیکھ کر حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

Marfat.com

''ابا سلیمان! کہاں کا ارادہ ہے؟''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''بخدا محمد عربی ﷺ لاریب نبی برحق ہیں۔اب جلد اسلام قبول کر لینا چاہیے۔''

یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''واللہ! میں بھی اسی غرض سے چلا ہوں۔''

آپ دونوں حضرات بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے۔اولاً حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے غلامی مصطفی ﷺ کا طوق گلے میں ڈالا اور پھر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی:

''یارسول اللہ ﷺ! میں بیعت کروں گا۔اسی لیے حاضر خدمت ہوا ہوں لیکن آپ اگلے اور پچھلے سارے گناہوں کو معاف فرمادیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''عمرو! بیعت کرلو۔اسلام اپنے ماقبل کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔''

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ رسول انور ﷺ کے ہاتھ مبارک میں دے دیا اور پھر مکہ لوٹ گئے اور پھر چند دنوں بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

❀

آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش سے چند سال قبل کا واقعہ ہے کہ قحطانی قبیلہ قضاعہ کی شاخ بنو عذرہ پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا، اور ایک خاتون جس کا نام نابغہ بنت حرملہ تھا سے اٹھا کر لے گئے اور عکاظ کے بازار میں لے جا کر فاکہ بن مغیرہ کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔بعدازاں اسے عبداللہ بن وائل کو دے دیا جس نے اس سے نکاح کرلیا۔

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ کے والد عاص بن وائل کا تعلق بنوسہم کے خاندان سے تھا، جو دور جاہلیت میں بڑا ممتاز تھا اور قریش کے سیاسی نظام میں مقدمات سے فیصلہ کیا کرتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی اس کی بدولت آپ رضی اللہ عنہ کے اندر سیاسی سوجھ بوجھ پیدا ہوگئی۔ اصابت رائے، جوہرِ حکمرانی اور تدبر و دانش نکھرنے لگی۔ اسی لیے مورخین نے آپ رضی اللہ عنہ کو قریش کے حکام میں شمار کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ اور ابومحمد تھی۔ جب ہادی برحق نورمجسم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر 34 سال تھی اور شعور وخیالات میں پختگی آچکی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ میں امارت وقیادت کی تمام صفات موجود تھیں۔ سرورکونین ﷺ کی چشم بینا سے کوئی چیز اوجھل نہ تھی۔ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو سریہ ذات السلاسل کی طرف روانہ فرمایا جو وادی القریٰ کی طرف ہے۔ براویت ابن سعد اطلاع ملی کہ قضاعہ کے ایک گروہ کا ارادہ ہے کہ اکٹھے ہوکر مسلمانوں پر حملہ آور ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا۔ ان کے لیے سفید جھنڈا باندھا اور ایک سیاہ جھنڈا بھی ساتھ کر دیا۔ تین سو مہاجرین وانصار پر آپ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا جن میں تیس گھڑسوار بھی تھے۔ روانگی سے قبل رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا:

"عمرو! بلی وعذرہ وبلقین میں سے جس پر گزرو اس سے مدد حاصل کرنا۔"

آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد نبوی ﷺ سنا تو سرتسلیم خم کر دیا، اور پھر منزل کی طرف چل پڑے۔ منزل مقصود دس دن کی مسافت پر تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ دن کے وقت چھپے رہتے اور رات کو سفر کرتے تا کہ اچانک ان لوگوں پر حملہ آور ہوں۔ جب آپ رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے قریب پہنچے تو پتہ چلا کہ وہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے رافع بن مکیث الجہنی کو دربار محمدی ﷺ میں بھیجا اور مزید امداد کی درخواست کی۔ نورمجسم ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی معیت میں دوسو منتخب انصار ومہاجرین بھیجے۔

Marfat.com

جن میں حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

کمک پہنچنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے۔ بلی کی آبادی میں داخل ہو کر تمام راستوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں، اور پھر عذرہ و بلقین کی آبادی تک آ گئے۔ آخر کار انہیں ایک مجمع ملا۔ مسلمانوں نے جاتے ہی ان پر حملہ کر دیا۔ وہ اس اچانک حملے کے لیے تیار نہ تھے لہٰذا بھاگے اور منتشر ہو گئے۔

❀

رمضان المبارک 8ھ میں آپ رضی اللہ عنہ کا دوسرا سریہ سواع کی جانب تھا۔ یہ ہذیل کا بت تھا جسے منہدم کرنا تھا۔ اس بت کی شکل عورت جیسی تھی جو حضرت شیث علیہ السلام کے بیٹے کے نام پر بنایا گیا تھا۔ فتح مکہ سے قبل یہاں ہر سال میلہ لگتا تھا۔ جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وہاں پہنچے تو وہاں کا مجاور ملا۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا:

''آپ (رضی اللہ عنہ) کیا چاہتے ہیں؟''

آپ (رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا:

''مجھے اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ سواع کو توڑ دوں۔''

مجاور پھر بولا:

''مگر تم اس پر قادر نہ ہو سکو گے۔''

آپ (رضی اللہ عنہ) نے دریافت فرمایا:

''کیوں؟''

اس نے جواب دیا:

''وہ محفوظ ہے؟''

آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

Marfat.com

"اب تک تو باطل ہی میں ہے تیر خرابی ہو۔کیا وہ سنتا ہے یا وہ دیکھتا ہے۔"

یہ کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ بت کے پاس گئے اور ایک ہی ضرب میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔

"تم نے کیا دیکھا؟"

بت توڑنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے مجاور سے پوچھا تو وہ گویا ہوا:

"میں اللہ کے لیے اسلام قبول کرتا ہوں۔"

❀

نبی رحمت ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کو مختلف ذمہ داریاں سونپتے رہتے تھے جنہیں آپ رضی اللہ عنہ بڑی محبت، لگن شوق اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے تھے۔دعوت اسلام کا خط دے کر آپ رضی اللہ عنہ کو عمان کی طرف بھیجا گیا تو وہاں کے حاکم اور اس کے بھائی عبید و جیفر نے اسلام قبول کر لیا۔اپنے امراء کی پیروی میں اور بھی بہت سے لوگ دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔رسول اللہ ﷺ کو جب اطلاع ملی تو بے حد مسرور ہوئے اور لوگوں کو اسلامی تعلیم اور درس قرآن کے لیے وہاں کے عامل مقرر کر دیے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ دو سال تک وہاں فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہے کہ خلیفۃ الرسول حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کا گرامی نامہ ملا لکھا تھا:

"سید الانبیاء ﷺ ہمیں داغ مفارقت دے کر اپنے رفیق اعلیٰ کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔میرے آقا و مولیٰ ﷺ نے جو کام آپ کے سپرد کیا تھا اسے بجا لاتے رہیں۔"

عہد صدیقی میں جب فتنہ ارتداد اٹھا تو ان دنوں آپ رضی اللہ عنہ عمان میں ہی تھے چنانچہ ان فتنوں کو دبانے کے لیے حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو مناسب

Marfat.com

ہدایات بھیجیں تو آپ رضی اللہ عنہ بحرین کے راستے بڑھے۔راستے میں قبیلہ بن عامر میں قرہ بن ہبیرہ کے ہاں قیام فرمایا۔اس نے آپ رضی اللہ عنہ کی بڑی خاطر و مدارت کی۔جب آپ رضی اللہ عنہ وہاں سے روانہ ہونے لگے تو قرہ بن ہبیرہ آپ رضی اللہ عنہ کو علیحدگی میں لے گیا اور کہا:

"اگر عربوں سے زکوٰۃ لی گئی تو کسی کی امارت قبول نہ کرے گا
اگر زکوٰۃ کا طریقہ بند کر دیا گیا تو مطیع و فرمانبردار رہوں گا۔"

آپ رضی اللہ عنہ نے سنا تو جوش سے بولے:

"قرہ! کیا تم کافر ہو گئے ہو۔مجھ کو عربوں سے ڈرتے ہو۔اللہ کی قسم
میں ایسے لوگوں کو گھوڑے کے ٹاپ سے مسل ڈالوں گا۔"

آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہنچے تو خلیفۃ الرسول نے آپ رضی اللہ عنہ کو بنو قضاعہ کے مرتدین کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا۔وہاں پہنچے تو خوب گھمسان کا رن پڑا۔بنو قضاعہ کو شکست فاش ہوئی اور ان سے زکوٰۃ وصول کی۔

انہیں دوبارہ اسلام پر قائم کیا اور پھر عمان لوٹ گئے۔

جب ملک شام کی طرف اسلامی افواج روانہ کی گئیں تو آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کا خط مبارک ملا مرقوم تھا:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو عمان کا والی مقرر کیا تھا اس
لیے میں نے تم کو واپس بھیج دیا تھا لیکن اب میں تم کو ایسے کام
پر لگانا چاہتا ہوں جو تمہاری دنیا و آخرت دونوں کے لیے مفید ہے۔"

خط مبارک پڑھ کر آپ رضی اللہ عنہ نے جواباً لکھا:

"یا خلیفۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں اللہ کا ایک تیر ہوں اور اب اللہ
کے بعد آپ کا تیر انداز ہوں۔اختیار ہے جدھر چاہیں پھینکیں۔"

خط کا جواب پڑھ کر خلیفہ اول، حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے

Marfat.com

اور پھر آپ رضی اللہ عنہ کو فلسطین کی مہم پر روانہ کر فرما دیا۔

اجنادین، دمشق فحل، یرموک، بیت المقدس اور دوسرے کئی محاذوں پر خوب داد شجاعت دی اور اپنی قائدانہ صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ فرمایا۔ جب حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ طاعون میں داعئ حق کو لبیک کہہ گئے تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور آپ رضی اللہ عنہ نے پیش قدمی روک کر طاعون زدہ مقامات سے فوجیں ہٹا لیں۔

❀

عہد فاروقی میں فتوحات کا سلسلہ عروج پر تھا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حوصلے بلند تھے چاہتے تھے کہ کسی جگہ تنہا اپنی تلوار کے جوہر دکھائیں۔ لہٰذا خلیفہ دوئم امیر المومنین حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ سے مصر پر حملہ کرنے کی اجازت طلب کی لیکن آپ رضی اللہ عنہ کو دو وجوہات کی بنا پر اجازت مرحمت فرمانے میں پس و پیش تھی۔ اولاً شام کی مہم سر کرنے کے بعد اسلامی فوجوں نے ابھی دم نہ لیا تھا اور ثانیاً شاہ مصر مقوقس کا تھوڑی فوج سے مقابلہ کرنا دشوار تھا، لیکن حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے جذبہ و حوصلہ و مندی اور اصرار کے بعد اجازت دے دی گئی اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو ایک جمعیت کے ساتھ امداد کے لیے بھی روانہ فرما دیا۔ معرکہ ہوا اور خوب ہوا لیکن باطل کو ہر محاذ پر شکست سے دو چار ہونا پڑا اور آپ فاتح مصر کی حیثیت سے وہاں داخل ہوئے۔ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو وہاں کا گورنر مقرر فرمایا۔ کچھ دنوں بعد حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ سریر آرائے مسند خلافت ہوئے۔ انہوں نے آپ کو 27ھ میں گورنری سے معزول کر دیا، لیکن آپ رضی اللہ عنہ کے سپرد کوئی کام کیا جاتا تا آپ رضی اللہ عنہ بسر و چشم بجالاتے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھی آپ رضی اللہ عنہ پر اعتماد و بھروسہ تھا۔ کبھی کبھی مدینہ منورہ بھی تشریف لاتے اور حاضر خدمت ہوتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب جنگ جمل ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے گوشہ تنہائی

Marfat.com

سے قدم باہر نہ رکھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بڑی بے دردی سے جب شہید کر دیا گیا تو قصاص کے سلسلہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔

نہروان میں خارجیوں کی شکست اور قتل عام کے بعد ان کے بقیہ افراد نے فیصلہ کیا کہ سارا فساد حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہے لہٰذا ان کا کام تمام کر دینا چاہئے۔ 17 رمضان المبارک 40ھ کی شب ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر، برک بن عبداللہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اور عمرو بن بکر تمیمی نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کا پروگرام بنایا۔ اس حملے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنے کی قاتل کو ہمت و جرأت نہ ہوئی اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی جگہ قاضی مصر شہید ہو گیا جو آپ رضی اللہ عنہ کی جگہ نماز پڑھا رہا تھا کیونکہ اس دن آپ کی طبیعت ناساز تھی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں آپ رضی اللہ عنہ کو مصر کا گورنر بنا دیا گیا۔ عمر کافی ہو چکی تھی۔ 2 رمضان 43ھ میں بیمار پڑے اور عید الفطر کے دن نوے سال کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے:

''اس شخص پر تعجب ہے جو موت کے قریب ہو کر ہوش بجا رکھتا ہو
مگر موت کی حقیقت بیان نہ کرے۔''

چنانچہ جب آپ رضی اللہ عنہ پر موت کی حالت طاری ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو وہ بات یاد دلائی اور عرض کی:

''آپ کی عقل آپ (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہے موت کا حال بیان کریں۔''

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''بیٹا! موت اس سے برتر ہے کہ اسے بیان کیا جائے کچھ تو اسے
بیان کروں گا۔ میں اپنے آپ کو اس حالت میں پاتا ہوں کہ گویا

Marfat.com

میری گردن پر کوہ رضویٰ ہے۔ میرے پیٹ میں کھجور کے کانٹے
ہیں اور میری سانس سوئی کے ناکے سے نکلتی ہے۔"

نماز جنازہ آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے پڑھائی اور پھر مقطم میں سپرد خاک کر دیے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے پیچھے دو لڑکے عبداللہ اور محمد چھوڑے جو خولہ بنت حمزہ کے بطن میں سے تھے۔

❀

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا قد درمیانہ، اعضاء مضبوط و قوی، پیشانی کشادہ، آنکھیں سیاہ اور بڑی تھیں، داڑھی پر سیاہ خضاب لگاتے تھے۔ عقل پر جذبات کو حاوی نہیں ہونے دیتے تھے قرآن سے خاص ذوق تھا۔ انتالیس احادیث مبارکہ آپ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں جن میں تین متفق علیہ ہیں۔ تعلیم و تلقین بھی نومسلموں کو فرمایا کرتے تھے۔ تمام مسائل میں قرآن و حدیث سے کام لیتے تھے۔ اگر ان سے حل نہ ملتا تو اجتہاد سے کام لیتے تھے۔ حق پرست تھے۔ عقل و دانش اور تدبیر سیاست کے لحاظ سے آپ رضی اللہ عنہ کا شمار عرب کے مخصوص اشخاص میں ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا:

"تم اسلام میں صائب الرائے ہو۔"

❀❀❀

Marfat.com

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ

(فاتح نہاوند)

نہاوند کی فتح کے بعد حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے آذربائیجان پر لشکر کشی کی اور ایک سخت لڑائی کے بعد آذربائیجان کو اسلامی سلطنت کا باج گزار بنالیا۔ اس کے بعد انہوں نے موقان اور جیلان کو مسخر کیا اور مزید آگے بڑھنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں فوجی خدمات سے سبکدوش کر کے مدائن کا گورنر مقرر کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک ٹٹو کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے اور معمولی سا لباس زیب تن تھا۔ معززین شہر اپنے نئے والی کے استقبال کے لیے شہر سے باہر جمع تھے، لیکن حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ ان کے سامنے سے گزر گئے اور انہیں خبر تک نہ ہوئی۔ جب انتظار کرتے کافی وقت گزر گیا تو انہوں نے مسلمانوں سے پوچھا:

''نئے والی شہر آنے والے تھے ابھی تک کیوں نہیں پہنچے۔''

مسلمانوں نے بتایا:

''وہ تو ابھی تمہارے سامنے سے گزر کر شہر کے اندر پہنچ گئے ہیں۔''

یہ سن کر اکابر شہر حیران رہ گئے۔

کچھ دیر بعد حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے تمام مسلمانوں اور اہل مدائن کو جمع کیا اور ان کے سامنے امیر المومنین کا فرمان پڑھا لکھا تھا:

Marfat.com

"حذیفہ رضی اللہ عنہ بن الیمان تمہارے امیر مقرر کیے جاتے ہیں۔ان کا حکم سنو اور ان کی اطاعت کرو، اور جو کچھ تم سے طلب کریں ان کو دو۔"

جب وہ فرمان پڑھ چکے تو چاروں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں:

"آپ (رضی اللہ عنہ) اپنی ضرورتیں بیان کریں ہم انہیں پورا کریں گے۔"

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ مقام فقر کی معراج پر تھے، فرمایا:

"مجھے صرف اپنے پیٹ کے لیے کھانا اور گدھی کے لیے چارا چاہیے۔جب تک میں یہاں رہوں گا اس سے زیادہ تم سے کچھ نہیں مانگوں گا۔"

اور واقعی حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے اپنا قول پورا کر دکھایا۔جب تک مدائن میں رہے امارت میں فقیری کی شان رہی۔خدم وحشم تو بڑی بات ہے وہ قوت لایموت کے سوا ایک چھڑی تک اپنے پاس رکھنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ایک معمولی چھپر میں رہتے تھے، اور سواری کے لیے ہمیشہ گدھا استعمال کرتے تھے۔لوگوں کو ہمیشہ تلقین کرتے تھے کہ فتنہ کی جگہوں سے دور رہو۔ایک دفعہ لوگوں نے پوچھا:

"حضرت فتنہ کی جگہیں کون سی ہیں؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"امیروں اور حاکموں کے دروازے۔لوگ امیروں کے پاس جاتے ہیں ان کی غلط باتوں کی تائید کرتے ہیں، اور ان کی بے جا تعریف کرتے ہیں۔یہی تو فتنہ ہے۔"

❀

ایک مرتبہ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے کچھ رقم بھیجی تو سب حاجت مندوں میں تقسیم کر دی۔اسی طرح جب تنخواہ ملتی تو اشیائے خورد و نوش کی خرید کے لیے چند درہم

Marfat.com

اپنے پاس رکھ لیتے اور باقی سب راہ خدا میں لٹا دیتے۔فقر و استغناء اور احکام شرع کی پابندی کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ پینے کے لیے پانی مانگا۔ایک رئیس نے چاندی کے برتن میں پانی لا کر دیا۔انہوں نے جھنجلا کر پیالہ پھینک دیا اور فرمایا:

''کیا میں نے تم لوگوں کو بار بار نہیں کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا منع فرمایا ہے۔''

کچھ عرصہ بعد دربار خلافت سے طلبی ہوئی تو اپنی فقیرانہ شان سے مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے۔

❀

''سیدنا حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کھجوروں کے ایک جھنڈ میں تشریف فرما تھے، اور بار بار شاہراہ کی طرف دیکھتے تھے۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں کسی کا انتظار ہے۔ بڑی دیر کے بعد انہیں دور سے گرد اڑتی نظر آئی۔ایک سوار مدینہ منورہ کی طرف لپکا چلا آرہا تھا۔ یہ یمنی خدوخال اور میانہ قد کا ایک دبلا پتلا شخص تھا جو بغیر زین کے خچر پر سوار تھا۔اس کے جسم پر موٹا سا لباس تھا جس میں کئی پیوند لگے ہوئے تھے، جب وہ جھنڈ کے قریب پہنچا تو حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کا چہرہ فرط مسرت سے چمک اٹھا بے تابانہ جھنڈ سے باہر نکل کر اس کے سامنے آ گئے اور اس سے لپٹ گئے۔زور زور سے بھینچتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔

''واللہ! تم نے اسلام کی لاج رکھ لی۔تم میرے بھائی ہو، اور میں تمہارا بھائی ہوں۔''

یہ صاحب جن کی پذیرائی خلیفہ عرب و عجم حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ اس طریقے سے کر رہے تھے، ایران کے سابق پایہ تخت مدائن کے گورنر ابو عبداللہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ تھے۔

Marfat.com

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا شمار ان بلند مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جنہیں خود سالارِ انبیاء فخرِ رسول ﷺ نے قیامت میں اپنی مطیعت کی بشارت سنائی۔ان کی رکنیت ابوعبداللہ اور لقب "صاحب السر رسول اللہ" تھا۔اس لقب کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ رسول اکرم ﷺ نے انہیں منافقین کے نام بتادیے تھے جن کو وہ راز داری کے ساتھ محفوظ رکھتے تھے۔

لوگ انہیں صاحب السر رسول اللہ کہتے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ کسی منافق کا نام تو نہیں بتاتے تھے البتہ یہ کہہ دیتے تھے کہ اب اتنے منافقین زندہ موجود ہیں۔حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے معیار مقرر کرلیا تھا کہ جس شخص کے جنازے میں حذیفہ رضی اللہ عنہ شریک ہوتے وہ بھی شریک ہوتے تھے،اور اگر وہ کسی عذر کے بغیر شریک نہ ہوتے تو حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ بھی جنازے میں نہیں جاتے تھے اور سمجھ لیتے کہ متوفی منافقین میں سے تھا۔

❀

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا تعلق بنو غطفان کے خاندان عبس سے تھا۔ ان کے والد عام طور پر الیمان کے نام سے مشہور ہیں،لیکن ان کا اصل نام باختلاف روایت حسل (رضی اللہ عنہ) یا حسیل (رضی اللہ عنہ) تھا۔وہ زمانہ جاہلیت میں اپنے قبیلے کے ایک آدمی کو قتل کر بیٹھے تھے،اور قصاص کے خوف سے ترک وطن کرکے مدینہ (یثرب) میں آبسے تھے۔یہاں انہوں نے اوس کے خاندان بنو عبدالاشہل سے حلیفانہ تعلقات قائم کرلیے اور ایک اشہلی خاتون رباب بنت کعب سے شادی کرلی،انہی کے بطن سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

سرورِ عالم ﷺ نے ابھی مدینہ میں نزول اجلال نہیں فرمایا تھا کہ حسیل رضی اللہ عنہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی دعوت حق کا حال سنا۔دونوں باپ بیٹے سعید الفطرت

Marfat.com

تھے، ان کے دل نے گواہی دی کہ داعی اسلام خدا کے سچے رسول ﷺ ہیں اور ان کی دعوت قبول کرنے میں تاخیر خسران کا موجب ہے۔ چنانچہ ہر قسم کے خطرات کو بالائے طاق رکھ کر سیدھے مکہ پہنچے اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بادہ ایمان سے مخمور ہو گئے۔ بعد میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی والدہ رباب رضی اللہ عنہا اور ایک بھائی صفوان رضی اللہ عنہ بھی نعمت اسلام سے بہرہ یاب ہو گئے۔

❀

غزوہ بدر کے موقع پر حضرت حسیل رضی اللہ عنہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ غزوہ کا حال سنا تو اس میں شرکت کے لیے مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے۔ راستے میں مشرکین نے روکا کہ محمد (ﷺ) کے پاس جاتے ہو؟ انہوں نے کہا:

"ہم تو اپنے گھر (مدینہ) جا رہے ہیں۔"

مشرکین نے کہا:

"تمہارے مدینہ جانے پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ تم محمد ﷺ کی حمایت میں ہمارے خلاف ہتھیار نہیں اٹھاؤ گے۔"

دونوں نے طوعاً و کرہاً مشرکین کی شرط مان لی اور ان کے پنجہ سے چھوٹ کر مدینہ پہنچے۔ حضور ﷺ ابھی غزوہ کے لیے روانہ نہیں ہوئے تھے۔ دونوں نے بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا تو سرور عالم ﷺ نے فرمایا:

"تم اپنا عہد پورا کرو اور واپس جاؤ ہم کو اللہ تعالیٰ کی مدد درکار ہے۔"

❀

غزوہ احد میں دونوں باپ بیٹے نہایت ذوق و شوق سے شریک ہوئے۔ حضرت حسیل رضی اللہ عنہ چونکہ بہت ضعیف العمر تھے۔ اس لیے لڑائی شروع ہونے سے پہلے حضور ﷺ نے انہیں اور ایک دوسرے کبیر السن بزرگ حضرت رفاعہ بن وقش انصاری

Marfat.com

رضی اللہ عنہ کو عورتوں اور بچوں کے پاس ایک بلند ٹیلے پر بھیج دیا۔ ہنگامہ کا بازار گرم ہوا تو دونوں بزرگوں کو جوش آگیا۔ ایک نے دوسرے کو کہا:

''آخر ہم یہاں کیوں بیٹھے ہیں جبکہ ہمارے بھائی اور فرزند راہ حق میں جانیں قربان کر رہے ہیں، ہم تو چراغ سحری ہیں آج مرے کہ کل مرے۔ چلو اللہ کی راہ میں لڑ کر شہادت کی سعادت کیوں نہ حاصل کریں۔''

دوسرے نے کہا:

''واللہ! تم نے سچ کہا۔''

چنانچہ دونوں تلواریں سونت کر میدان جنگ میں جا پہنچے۔ اس وقت ایک اتفاقی لغزش کی وجہ سے مسلمانوں میں افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ حضرت رفاعہ بن وقش انصاری رضی اللہ عنہ تو کسی مشرک کے ہاتھ سے شہید ہو گئے لیکن حضرت حسیل رضی اللہ عنہ کو کچھ مسلمانوں نے غلطی سے مشرک سمجھ کر شہید کر ڈالا۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ ہر چند پکارتے رہے:

''اللہ کے بندو، یہ میرے باپ ہیں۔''

لیکن افراتفری میں کسی نے ان کی ایک نہ سنی۔ باپ کی شہادت پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو دکھ تو بہت ہوا لیکن انہوں نے عفوو درگزر سے کام لیا کیونکہ یہ فعل مسلمانوں سے نادانستگی میں سرزد ہوا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے یہ واقعہ سنا تو آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے اظہار ہمدردی فرمایا اور ان کے جذبہ عفو کی تحسین فرمائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی جیب خاص سے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو دیت عطا فرمائی۔ ایک روایت ہے کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے دیت کو مسلمانوں پر صدقہ کر دیا اور ایک درہم تک اپنے صرف میں نہ لائے۔

Marfat.com

❀

غزوہ احزاب میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو ایک عظیم سعادت نصیب ہوئی۔کفار کے ٹڈی دل نے تقریباً ایک ماہ سے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر رکھا تھا کہ ایک رات یکا یک سخت آندھی آئی۔آسمان پر سیاہ بادل چھا گئے۔بجلی کی چمک اور بادلوں کی گرج نے خوفناک سماں باندھ دیا تھا۔اندھیرے کا یہ عالم تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔اس ہولناک طوفان سے مشرکین کا سخت نقصان ہوا۔ان کے خیمے اکھڑ گئے اور ہانڈیاں چولہوں سے الٹ گئیں۔اس ناگہانی آفت سے حواس باختہ ہو کر مشرکین نے مدینہ منورہ سے کوچ کرنے کی ٹھانی۔ادھر مدینہ منورہ میں سرور عالم ﷺ نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''کون ہے جو مشرکین کے لشکر میں جائے اور ان کی نقل وحرکت اور ارادوں کا جائزہ لے کر مجھے آگاہ کرے۔جو شخص یہ کام کرے گا میں اسے جنت میں اپنی معیت کی بشارت دیتا ہوں۔''

اور پھر حضور ﷺ نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا نام لے کر پکارا:

''حذیفہ جاؤ یہ کام تم کرو،لیکن خبردار کسی مشرک پر حملہ نہ کر بیٹھنا۔''

آقائے نامدار ﷺ کے فرمان کی تعمیل میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نہایت تیز رفتاری سے مشرکین کے لشکر کی طرف راونہ ہوئے وہاں پہنچے۔اس لشکر کے سرگروہ ابوسفیان کی پیٹھ میں شدید چوٹ لگ گئی تھی اور وہ اسے سینک رہا تھا۔اتفاق سے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے اسے تاک لیا۔جی چاہا کہ اس کو اپنے تیر کا ہدف بنائیں لیکن سرور کونین ﷺ کی ہدایت یاد آگئی اور اپنا ہاتھ روک لیا۔مشرکین کی شکستہ حالی اور بدحالی کا جائزہ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں واپس آئے تو تمام حالات من و عن عرض کیے۔حضور ﷺ ان کی کارگزاری سے بہت خوش ہوئے اور انہیں اپنا کمبل

Marfat.com

اوڑھایا۔ سفر کی تکان اور سردی سے بے حال ہو رہے تھے۔ کمبل اوڑھ کر اسی جگہ بے خبر سو گئے۔ صبح ہوئی تو سرورکائنات ﷺ نے بڑی شفقت سے یہ فرما کر خود جگایا:

"اے سونے والے اب اٹھ۔"

غزوہ احزاب کے بعد حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے خیبر بیعت رضوان، فتح مکہ اور دوسرے غزوات میں بھی مجاہدانہ حصہ لیا۔ وہ رفتار گفتار اور عادت ہر چیز میں سرور کائنات ﷺ کی متابعت کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ حضور ﷺ طہارت فرماتے تو وہ پانی دیتے تھے حضور ﷺ کے ساتھ کھانے کا اتفاق ہوتا تو جب تک حضور ﷺ شروع نہ کرتے وہ کھانے کو ہاتھ نہ لگاتے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ظہر سے عشاء تک آپ ﷺ کی محبت سے مستفیض ہوتے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں عشاء کے بعد اپنے حجرہ مبارک میں روک لیا اور پھر اپنے ساتھ کھڑا کر کے نوافل کی نیت باندھ لی۔ ساری رات دو رکعتوں میں گزر گئی۔ یہاں تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان دی اور حضور ﷺ انہیں ساتھ لے کر فجر کی نماز کے لیے تشریف لے گئے۔

❀

سرور عالم ﷺ کو حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے بڑی محبت تھی۔ بعض اوقات آپ ﷺ ان سے تخلیہ میں گفتگو فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے انہیں ازار کی حد بتائی تو اپنے دست مبارک سے ان کی پنڈلی کو چھوا۔ ایک اور موقع پر حضور ﷺ لوگوں کے سامنے اس طرح تشریف فرما ہوئے کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے سینے سے ٹیک لگا رکھی تھی۔ حضرت ام حذیفہ رضی اللہ عنہا حضرت رباب رضی اللہ عنہا بھی بڑی نیک بخت بی بی تھیں۔ ان کو سرور عالم ﷺ سے والہانہ عقیدت تھی اور چاہتی تھیں کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ باقاعدگی سے بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا کریں۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ چند روز حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے۔

Marfat.com

حضرت رباب رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو ناراض ہوئے اور انہیں حکم دیا کہ ابھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاؤ۔ اس وقت شام ہو رہی تھی وہ بھاگے بھاگے گئے اور مغرب کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پڑھی۔ نماز پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد سے نکلے تو حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بھی سر جھکائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے ہو لیے۔ چند قدم چل کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاً پیچھے مڑ کر دیکھا اور پوچھا:

''کون؟''

انہوں نے عرض کیا:

''آپ کا غلام...... حذیفہ۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تیری اور تیری ماں کی مغفرت فرمائے۔''

اس کے بعد انہوں نے بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بلا ناغہ حاضری کو اپنا شعار بنا لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر شفقت اور اعتماد فرماتے تھے کہ دوسروں کو رشک آتا تھا اور وہ انہیں ''صاحب السر رسول اللہ'' کہتے تھے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ دل شکستگی کے عالم میں مدینہ منورہ سے عراق چلے گئے اور وہیں توطن اختیار کر لیا۔ انہوں نے اسی زمانے میں الجزیرہ کے شہر نصیبین کی ایک خاتون سے شادی کر لی اور پھر مدائن چلے گئے۔

❀

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ ان کو بہت مانتے تھے۔ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی رحلت کے بعد جب وہ مسند خلافت پر بیٹھے اور مفتوحہ علاقوں پر عمال مقرر کیے تو حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو نواح دجلہ کا مہتمم بندوبست کیا۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فقیر منش آدمی تھے اور امارت کی خوبو نے ان کو چھوا تک نہ تھا۔ نہایت

Marfat.com

سادگی سے زندگی گزراتے تھے۔نواح دجلہ کے لوگ بڑے شریرالنفس اور بددیانت تھے۔انہوں نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے فقرو استغناء کا تمسخر اڑایا اور تعاون کرنے کی بجائے ان کے کام میں طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالیں۔ان لوگوں کے اس معاندانہ رویے اور رکیک حرکات کے باوجود حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ اپنے فرائض کو نہایت تندہی سے انجام دیتے رہے۔انہوں نے زمین اور پیداوار کی تشخیص ایسی عمدگی سے کی کہ حکومت کی آمدنی میں معقول اضافہ ہوگیا۔حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کو ان کی کارگزاری کا علم ہوا تو بہت خوش ہوئے اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی قدرومنزلت ان کی نگاہوں میں دوچند ہوگئی۔

❀

18ھ میں مسلمانوں نے نہاوند پر لشکر کی تیاری شروع کی۔اس زمانے میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کوفہ میں اقامت پذیر تھے۔حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ کوفہ سے مجاہدین کا لشکر لے کر نکلو اور نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کی مدد کو پہنچو۔فاتح خوزستان حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ بڑے صاحب تدبیر جانباز صحابی تھے،اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پہلو عراق عرب کے کئی معرکوں میں اپنی شجاعت اور سرفروشی کی دھاک بٹھا چکے تھے۔حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے بڑی سوچ بچار کے بعد انہیں نہاوند کی مہم کا سپہ سالار مقرر کیا تھا،اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع عام میں ان کے بارے میں یہ خیال ظاہر کیا تھا

"بخدا اس شخص کا سینہ سب سے پہلے نیزوں کے لیے سپر بنے گا۔"

قادسیہ کے بعد نہاوند کا معرکہ ایران کی تمام جنگوں میں سب سے سخت تھا۔ اس معرکہ میں ایران نے اپنے ڈیڑھ لاکھ جنگجو عربوں کے مقابلے میں لاڈلے تھے اور زبردست جنگی تیاریاں کی تھیں۔ایران کے زبردست اجتماع اور جنگی تیاریوں کے پیش

Marfat.com

نظر حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے خود ان کے مقابلے میں جانا چاہا تھا، لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انہیں روک لیا۔

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے مطابق حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کوفہ سے ایک منتخب لشکر لے کر نکلے، اور حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ سے جا ملے۔ کچھ دوسرے مقامات سے بھی امدادی فوجیں آگئیں۔ اس طرح مل ملا کر بھی اسلامی لشکر کی تعداد ڈیڑھ دو لاکھ ایرانیوں کے مقابلے میں زیادہ سے زیادہ تیس ہزار تک پہنچ سکی۔

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کو یہ بھی لکھ بھیجا:

"اس لڑائی میں اگر خدانخواستہ تمہیں کوئی حادثہ پیش آجائے تو پھر حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر کے سپہ سالار ہوں گے۔"

ادھر ایرانیوں نے نہاوند میں اپنے آپ کو قلعہ بند کر لیا تھا۔ مسلمانوں نے نہاوند کا رخ کیا تو راستے میں کسی نے بھی ان کی مزاحمت نہ کی، اور وہ شہر سے دو تین میل کے فاصلے پر خیمہ زن ہو گئے۔ اب انہیں انتظار تھا کہ ایرانی کب باہر نکل کر ان کے مقابلے پر آتے ہیں، لیکن ایرانیوں کو قادسیہ اور دوسری لڑائیوں میں جو تجربہ حاصل ہوا تھا۔ اس کے پیش نظر ان کو کھلم کھلا مسلمانوں کا سامنا کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی البتہ کبھی کبھار ان کا کوئی دستہ چوری چھپے باہر نکلتا تھا اور مسلمانوں کے کسی گشتی دستے سے ایک آدھ جھڑپ کے بعد واپس چلا جاتا تھا۔ اسی طرح دو ماہ گزر گئے۔ ادھر مسلمان ایرانیوں سے دو ہاتھ کرنے کے لیے بے تاب ہو رہے تھے۔ تنگ آ کر انہوں نے ایرانیوں کو قلعہ سے باہر لانے کے لیے ایک تجویز سوچی، اس کے مطابق ایک دستے کے سوا باقی سارا لشکر ایک دن اپنے خیمے اکھاڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس دستے کی قیادت حضرت قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ جاسوسوں کے ذریعے ذرا ذرا کی خبریں مل رہی تھیں، وہ سمجھے کہ مسلمان پسپا ہو گئے ہیں اور صرف چند سر پھرے پیچھے رہ گئے

Marfat.com

ہیں، چنانچہ وہ شہر کے دروازے کھول کر باہر نکل آئے، اور حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کے دستے پر حملہ کر دیا۔ حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ طے شدہ منصوبے کے مطابق تھوڑی دیر جم کر لڑتے رہے اور پھر آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ ایرانی ان کے تعاقب میں چلے وہ شہر سے کافی دور نکل آئے تو یکایک بڑا اسلامی لشکر ان کے سامنے نمودار ہوا۔ کثیر التعداد ایرانی لشکر کے لیے اب واپس جانا ممکن نہیں تھا کیونکہ سارا راستہ ان کے اپنے بچھائے ہوئے آہنی کانٹوں سے پٹا پڑا تھا۔ عین معرکہ کارزار میں حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کا گھوڑا پھسل کر گرا اور اس کے ساتھ تیروں کی بوچھاڑ نے انہیں خلد بریں میں پہنچا دیا۔ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے مطابق اب حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ امیر لشکر بنے۔ حضرت نعیم بن مقرن رضی اللہ عنہ، حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ، حضرت قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ، حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ، حضرت طلیحہ بن خویلد رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن معدی کرب رضی اللہ عنہ اور کئی دوسرے شجاعان عرب اپنے اپنے دستوں کے ساتھ ان کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے تھے۔ ان سب نے مل کر ایرانیوں پر تابڑ توڑ ایسے شدید حملے کیے کہ آفتاب غروب ہونے تک ان کے پرخچے اڑ گئے۔ تیس ہزار ایرانی میدان جنگ میں کام آئے اور اسی ہزار کے قریب رات کے اندھیرے میں بھاگتے ہوئے خندق میں گر کر ہلاک ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ شہر کی طرف بڑھے اور بلا روک ٹوک اس میں داخل ہو گئے، اہل شہر دہشت زدگی کے عالم میں امان امان پکار رہے تھے۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا:

"ڈرو نہیں ہم مسلمان کسی نہتے پر ہاتھ نہیں اٹھاتے۔"

اس کے بعد انہوں نے بالغ اشخاص پر معمولی جزیہ عائد کر کے سب کو امان دے دی اور یہ وعدہ بھی کیا کہ ان کی جائیداد اور مذہب سے مطلق کوئی تعرض نہیں کیا

Marfat.com

جائے گا۔ اہل شہر اس فیاضانہ برتاؤ سے اتنے خوش ہوئے کہ فرط عقیدت سے ان کے رو برو بچھے جاتے تھے۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے قیام نہاوند کے دوران ایک دن کسی آتش کدہ کا موبدان کی خدمت میں حاضر ہوا نہایت بیش قیمت جواہرات سے لبالب بھرے ہوئے دو صندوقچے ان کی نذر کیے۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے ان جواہرات کو ہاتھ تک نہ لگایا، اور یہ سب کے سب مال غنیمت کے پانچویں حصے کے ساتھ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مدینہ منورہ روانہ کر دیے۔ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے ان جواہرات کو بیت المال میں داخل کرنا پسند نہ کیا، اور یہ سب اس ہدایت کے ساتھ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دیے کہ انہیں فروخت کر کے جو رقم ملے اسے مجاہدین میں تقسیم کر دو۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے یہ جواہرات چار کروڑ درہم پر فروخت کیے اور یہ ساری رقم مجاہدین میں تقسیم کر دی۔

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو مدائن کی گورنری پر برقرار رکھا لیکن ان کے دل میں مدتوں سے جہاد پر جانے کی آرزو مچل رہی تھی چنانچہ وہ 30ھ میں فرائض امارت سے دست کش ہو کر اس لشکر میں شامل ہو گئے جو خراسان کی تسخیر کے لیے جا رہا تھا، خراسان کی فتح کے بعد انہوں نے دیے اور آرمینیہ کے معرکوں میں داد شجاعت دی۔ پھر 31ھ میں خاقان خزر کے خلاف جو مہم بھیجی گئی اس میں شریک ہوئے۔ اسی طرح اس دور میں پیش آنے والی کئی دوسری لڑائیوں میں بھی سر بکف ہو کر لڑے۔ حضرت عثمان الغنی رضی اللہ عنہ نے باب کی تسخیر کے لیے تین مرتبہ فوج روانہ کی۔ اس کی قیادت ہر بار حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے کی۔ حضرت عثمان الغنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے اخیر میں دوبارہ مدائن کی ولایت پر واپس آ گئے، اور یہیں 35ھ میں حضرت عثمان الغنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چالیس دن بعد عالم جاودانی کو سدھارے زندگی کے آخری دنوں میں اکثر استغفار اور

Marfat.com

گریہ وبکا میں مصروف رہتے تھے۔لوگوں نے رونے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا:

"مجھے دنیا سے جدائی کا غم نہیں ہے، میں تو موت کا خیر مقدم کرتا ہوں۔میرا رونا آخرت کے خوف کے سبب سے ہے۔معلوم نہیں وہاں میرے ساتھ کیا پیش آئے۔"

دم نزع زبان پر یہ الفاظ تھے:

"الٰہی اپنی ملاقات میرے لیے مبارک کرنا کہ میں دنیا و مافیہا کی ہر شے سے تجھے محبوب رکھتا ہوں۔"

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے اپنے پیچھے چار بیٹے چھوڑے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے سو سے کچھ اوپر احادیث مروی ہیں۔ان کو سلطنت کے کاموں میں بہت کم فرصت ملتی تھی، لیکن جب بھی موقع ملتا لوگوں کو حدیث کا درس دیتے تھے۔لوگ ان کا غایت درجہ احترام کرتے تھے۔حلقہ درس میں کسی کی مجال نہ تھی کہ اونچی آواز سے بات کرے یا سرگوشی کرے۔

❀

ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک مجمع میں قیامت تک کے تمام فتنے بیان فرمائے۔حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بھی اس مجمع میں موجود تھے۔انہوں نے حضور ﷺ کا یہ خطبہ ہمیشہ یاد رکھا اور ایک وقت ایسا آیا کہ لوگوں کو اس موضوع پر حضور ﷺ کے ارشادات کا علم صرف حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے ذریعے ہوتا تھا کیونکہ اس مجلس میں موجود دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک ایک کر کے وفات پا گئے تھے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں خاص اہتمام تھا۔ایک دفعہ ایک شخص کو جلد جلد نماز پڑھتے دیکھا۔اس نے سلام پھیرا تو فرمایا:

Marfat.com

''یہ طریقہ نماز پڑھنے کا نہیں ہے اگر اس طرح مر گئے تو اسلام پر نہ مرو گے۔''

پھر اس کو نماز کا طریقہ بتایا اور فرمایا:

''رکوع و سجود میں اعتدال کا خیال رکھو اور چھوٹی رکعت پڑھو۔''

ایک مرتبہ کچھ لوگوں کو فضول باتیں کرتے دیکھا تو فرمایا:

''ایسی باتوں سے بچو کیونکہ حضور ﷺ کے زمانے میں ایسی گفتگو نفاق میں شمار ہوتی تھی۔''

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نماز اور روزہ سے خاص شغف رکھتے تھے۔ فقر و فاقہ بہت محبوب تھا، اور لوگوں کو امیروں کے پاس جانے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ دنیا کے جھمیلوں سے بہت نفرت تھی اور بعض اوقات فرمایا کرتے تھے:

''جی چاہتا ہے دروازہ بند کر کے بیٹھ جاؤں اور کسی سے نہ ملوں یہاں تک کہ اپنے خالق کے حضور پہنچ جاؤں۔''

❀❀❀

Marfat.com

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

(سیف اللہ......سپہ سالارِ اعظم)

6ھ اور 7ھ کے درمیان حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جب اسلام لانے کے قصد سے حبشہ سے چل کر عرب آئے، اور اس کے لیے مدینہ کا رخ کیا تو راستہ میں قریش کا ایک اور خوش قسمت شخص اسی غرض سے مدینہ منورہ کا رونورہ نظر آیا، یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے، وہ بھی اسلام لانے کی نیت سے مدینہ جا رہے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان کو راستہ میں دیکھ کر پوچھا:

"کہاں کا قصد ہے؟"

انہوں نے جواب دیا:

"خدا کی قسم خوب پانسہ پڑا، یہ شخص (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یقینا نبی ہے، چلو اسلام کا شرف حاصل کریں، آخر کب تک حقیقت سے منہ موڑے رکھیں گے، اور اسلام کی برکتوں سے دور بھاگتے رہیں گے۔"

چنانچہ یہ دونوں ایک ساتھ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے، اور پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔

قبول اسلام کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مکہ لوٹ آئے، مگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ ہی میں مستقل قیام اختیار کر لیا۔

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی خالد، ابوسلیمان کنیت اور سیف اللہ لقب تھا۔ سلسلہ نسب یہ ہے خالد بن ولید ابن مغیرہ عبداللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی، والدہ کا نام لبانہ تھا، یہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی قریبی عزیز تھیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خاندان زمانہ جاہلیت سے معزز چلا آتا تھا، قبہ اوراعنہ یعنی فوج کے سپہ سالاری اور فوجی کیمپ کے انتظام کا عہدہ ان ہی کے خاندان میں تھا، اور ظہور اسلام کے وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس عہدہ پر ممتاز تھے، چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کا جو دستہ مسلمانوں کی نقل وحرکت کا پتہ لگانے آیا تھا، اس کے سردار حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ غزوہ احد میں مسلمانوں کے خلاف بڑی شجاعت سے لڑے اور مشرکین مکہ کے اکھڑے ہوئے پاؤں ان ہی کی ہمت افزائی سے دوبارہ جمے تھے۔

❀

ظہور اسلام کے وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے خاندانی عہدہ پر ممتاز تھے۔ اسلام کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ نے ان کا یہ اعزاز رکھا، اس سے فتوحات اسلامی میں بڑی مدد ملی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جس طرح قبول اسلام سے پہلے مسلمانوں کے سخت دشمن تھے، اسی طرح اسلام کے بعد مشرکوں کے لیے سخت ترین خطرہ بن گئے۔

اسلام لانے کے بعد سب سے پہلے غزوہ موتہ میں شریک ہوئے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعوت اسلام کے سلسلہ میں حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ایک خط شاہ بصریٰ کے پاس بھیجا تھا۔ یہ صحابی رضی اللہ عنہ خط لے کر مقام موتہ تک پہنچے تھے کہ شرجیل ابن عمرو غسانی نے انہیں شہید کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ اور عام مسلمانوں پر اس کا سخت اثر ہوا، چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے انتقام کے لیے 2 ہزار کی جمعیت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں روانہ کی اور ہدایت فرمائی

Marfat.com

کہ اگر زید رضی اللہ عنہ شہید ہوں تو جعفر رضی اللہ عنہ ان کی جگہ لیں، اگر یہ بھی شہید ہوں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ قائم مقامی کریں، چنانچہ اسی ترتیب سے تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے میدان جنگ میں جام شہادت پیا۔ آخر میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے علم سنبھالا، مگر مسلسل تین افسروں کی شہادت سے مسلمانوں کے دل ٹوٹ چکے تھے اس لیے وہ دوبارہ شکست تو نہ دے سکے، مگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے 9 تلواریں ٹوٹی تھیں جس کے صلہ میں رسول اللہ ﷺ نے ان کو ''سیف اللہ'' کا معزز لقب عطا فرمایا تھا۔ فتح مکہ میں میمنہ کے افسر تھے، لیکن جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ روسائے قریش نے بلا مزاحمت ہتھیار ڈال دیے، صرف چند مشرک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارے گئے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنا دستہ مکہ کے بالائی حصہ کدا کی جانب سے لے کر آئیں، چنانچہ یہ آرہے تھے کہ راستہ میں مشرکوں کا ایک جتھا مزاحم ہوا اور تیر اندازی شروع کر دی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بھی جوابی حملہ کیا۔ اس میں چند مشرک مارے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے باز پرس کی، انہوں نے کہا:

''یارسول اللہ ﷺ! ابتداء ان ہی کی جانب سے ہوئی تھی۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''خیر مرضی الٰہی بہتر ہے۔''

❀

فتح مکہ کے بعد بنو ثقیف و ہوازن، اوطاس کے میدان میں جمع ہوئے رسول اللہ ﷺ بارہ ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کے نکلے، قبائل کے لحاظ سے فوج کے مختلف حصے تھے۔ بنو سلیم کا قبیلہ مقدمتہ الجیش تھا۔ اس کی کمان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی، چنانچہ اس جنگ میں وہ نہایت شجاعت سے لڑے اور بہت سے وار جسم پر

Marfat.com

کھائے۔ رسول اللہ ﷺ عیادت کے لیے تشریف لائے، زخموں کو دم کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جلد شفایاب ہو گئے۔

حنین کے مشرکوں کی شکست خوردہ فوج بڑھ کر طائف کے قلعہ میں بند ہو گئی اور جیسے ادھر سے گزرے اس نے قلعہ کے اندر سے تیر برسانا شروع کر دیے۔ بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔ مسلمانوں نے بھی مدافعانہ حملہ کیا، اس فوج کا مقدمتہ الجیش بھی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں تھا۔

❀

9 ھ میں رسول اللہ ﷺ کو خبر ملی کہ رومیوں نے مسلمانوں کے خلاف شام میں فوج جمع کی ہے، اور اس کا مقدمتہ الجیش بلقاء تک پہنچ چکا ہے، چنانچہ آپ ﷺ 30 ہزار فوج لے کر مقابلہ کو نکلے لیکن خبر غلط نکلی اور جنگ کی نوبت نہیں آئی، تاہم احتیاطاً 29 دن مقام تبوک میں آپ ﷺ نے قیام فرمایا اس نواح کے عربی النسل عیسائی روسا قیصر روم کے ماتحت تھے۔ ان ہی کے ذریعہ سے رومی ریشہ دوانیاں کیا کرتے تھے، اس لیے ان کو مطیع کرنا ضروری تھا، چنانچہ ایلہ اور راذرح کے رئیسوں نے اطاعت قبول کر لیا۔ صرف دومتہ الجندل کا رئیس اکیدر بن عبد الملک باقی رہ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سو آدمیوں کے ساتھ اس کو مطیع بنانے پر مامور فرمایا، اس کے بھائی حسان نے مقابلہ کیا، مگر مارا گیا اور اس کے بقیہ ساتھی بھاگ کر قلعہ میں پناہ گزین ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کیدار کو گرفتار کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا۔ یہاں آ کر اس نے بھی جزیہ دے کر اطاعت قبول کر لی اور آپ ﷺ نے اس کو جان و مال کا امان نامہ عطا فرمایا۔

اسی سن ہجری میں دعوت اسلام کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تین سو مہاجرین و انصار کے ساتھ جذیمہ کی طرف بھیجا۔ انہوں نے

Marfat.com

آپ ﷺ کی ہدایت کے مطابق ان کو اسلام کی دعوت دی، جو انہوں نے قبول کر لی، مگر ناواقفیت کی وجہ سے صحیح الفاظ کے اسلام کا اظہار نہ کر سکے اور بجائے ''اسلنا'' کے یعنی ہم اسلام لائے۔

''صبانا'' کہا یعنی ہم بے دین ہو گئے۔ مشرکین کو وہ مسلمانوں کو ''صابی'' بے دین کہتے ہوئے سنتے تھے، اس لیے انہوں نے بھی ان ہی الفاظ میں اسلام کا اظہار کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس کو نہ سمجھ سکے اور سب کی گردنیں اڑانے کا حکم دے دیا۔ بہت سے مہاجرین وانصار نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا، پھر بھی بہت سے لوگ مارے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ واقعہ سنا تو بہت متاسف ہوئے اور ہاتھ اٹھا کر اس سے بریت ظاہر کر دی:

''خدایا! میں خالد کے اس فعل سے بری ہوں۔''

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس سب کی دیت دے کر بھیجا، انہوں نے سب کی جان ومال کا پورا معاوضہ دیا اور کتوں تک کا خون بہا ادا کیا اور اس کے بعد جتنا مال بچا سب ان ہی لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

اس سلسلہ کا ایک اور سریہ 10ھ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں بنو عبد المدان نجرانی کی طرف بھیجا گیا، چونکہ ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جلد بازی کا تلخ تجربہ ہو چکا تھا، اس لیے اس مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے خاص طور سے ہدایت فرما دی:

''محض اسلام کی دعوت دینا، تلوار نہ اٹھانا۔''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کی پوری پابندی کی، اور میدان جنگ کے سپاہی دفعتہً مبلغ اسلام کے قالب میں آ گئے اور ان کی کوشش سے بنو عبد المدان نے اسلام قبول کر لیا، اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کی مذہبی تعلیم وتربیت کے

Marfat.com

بعد جب یہ لوگ اسلامی مسائل سے واقف ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے سب کو طلب فرمایا چنانچہ یہ لوگ حاضر ہوئے اور دیدار جمال نبوی ﷺ سے فیض یاب ہو کر واپس گئے۔

اسی سن میں حضرت محمد ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امارت میں ایک سریہ یمن روانہ کیا، اسی سریہ میں دوسری جانب سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا اور حکم دیا:

''جب دونوں ملیں تو امارت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق رہے گی۔''

اور چلتے چلتے یہ ہدایت فرما دی:

''جنگ کا آغاز تمہاری جانب سے نہ ہو، البتہ اگر یمن والے پیش قدمی کریں تو تم مدافعت کر سکتے ہو۔''

چنانچہ ان لوگوں نے یمن پہنچ کر اسلام پیش کیا لیکن اس کا جواب تیر اور پتھر سے ملا۔ اس وقت مسلمانوں نے جوابی حملہ کیا اور یمنی پسپا ہوئے، مگر ان کے ساتھ کسی قسم زیادتی نہیں کی گئی، بلکہ دوبارہ اسلام پیش کیا گیا، اور انہوں نے بلا جبر و اکراہ اس کو قبول کر لیا۔

❀

عزیٰ قریش و کنانہ کا صنم کدہ تھا، جس کی یہ لوگ بڑی عظمت کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس کے گرانے پر مامور فرمایا۔ انہوں نے اس کی تعمیل کی، آپ ﷺ نے پوچھا:

''تم نے وہاں کچھ دیکھا بھی تھا؟''

انہوں نے عرض کیا:

''نہیں۔''

Marfat.com

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''پھر جاؤ اس گرانے کا اعتبار نہیں۔''

چنانچہ وہ دوبارہ واپس گئے، اس مرتبہ یہاں ایک بھیانک شکل کی عورت نکلی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کر کے رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہاں جاؤ۔ اب تم نے کام پورا کر کیا۔''

عہد صدیقی میں جب مدعیان نبوت کا فتنہ اٹھا، اور اس کے استیصال کے لیے فوجیں روانہ کی گئیں تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ طلیحہ کی سرکوبی پر مامور ہوئے۔ انہوں نے اس کا بہت کامیاب مقابلہ کیا، اور اس کے اعوان وانصار کو قتل اور اس کے قوت و باز وعینیہ بن حین کو 30 آدمیوں کے ساتھ گرفتار کر کے باجولان دربار خلافت میں حاضر کیا۔

❀

یمامہ میں حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ مشہور کذاب مسیلمہ سے برسر پیکار تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ طلیحہ سے فارغ ہو کر ان کی مدد کو بڑھے، راستہ میں مجاعہ ملا، اس کے ساتھیوں سے مقابلہ ہوا۔ ان کو شکست دے کر مجاعہ کو گرفتار کر کے یمامہ پہنچے اور مسیلمہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مشہور قاتل وحشی کے ہاتھ مارا گیا۔

مدعیانِ نبوت کی مہم سے فارغ ہو کر منکرین زکوٰۃ مرتدین کی طرف بڑھے، اور سب سے پہلے اسد وغطفان سے نبرد آزما ہوئے، ان میں کچھ جان سے مارے گئے اور کچھ گرفتار ہوئے، جو باقی بچے وہ تائب ہو گئے۔ ان معرکوں کے علاوہ ارتداد کے سلسلہ میں جس قدر لڑائیاں ہوئیں ان سب میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پیش پیش تھے۔

Marfat.com

❀

جزیرۃ العرب اس عہد کی دو عظیم الشان سلطنتوں کے درمیان گھرا ہوا تھا۔ایک طرف شام میں رومی چھائے ہوئے تھے،دوسری طرف اعراق پر کیانی خاندان قابض تھا۔یہ دو سلطنتیں ہمیشہ عربوں کی آزادی سلب کرنے کی فکر میں رہتی تھیں،گو پورے طور پر عربوں پر ان کا قابو نہ چلا،تاہم جب بھی ان کو موقع ملا،انہوں نے عرب پر تسلط جمانے کی کوشش کی۔یمن کے حمیری خاندان کا خاتمہ ایرانیوں کے ہاتھوں ہوا۔گو حمیری برائے نام حکمران رہے،مگر اس کا سیاہ وسپید تمام تر ایرانیوں کے ہاتھ میں تھا۔بحرین اور عمان بھی ان کے زیر اثر تھے،ان کے علاوہ مختلف اوقات میں عرب کے سولہ مقامات ایرانی مرزبانوں کے قبضہ میں رہ چکے تھے۔عراقی نجمی خاندان کو بھی ایرانیوں ہی نے مٹایا۔ایرانیوں کا یہ اقتدار ظہور اسلام کے وقت تک باقی تھا،چنانچہ جنگ ذی قار میں جب ایرانیوں نے عربوں سے شکست کھائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''آج عرب نے عجم سے اپنا منصفانہ بدلہ لیا۔''

یہی حال قیصری حکومت کا تھا،جب اس کو موقع ملتا تھا شام کی جانب سرزمین عرب میں قدم بڑھاتی رہتی۔شام میں جو عرب خاندان آباد تھے۔ان پر آل جفنہ قیصر کی جانب سے حکومت کرتے تھے،گو آل جفنہ عربی النسل تھے،لیکن ان کا تقرر قیصری حکومت کرتی تھی۔حبشہ کے عیسائیوں نے رومیوں کے اشارے سے عرب کی مرکزیت توڑنے کے لیے یمن کو فتح کر کے صنعاء میں ایک کعبہ بنایا تاکہ خانہ کعبہ کے پجاری تقسیم ہو جائیں۔

❀

ظہور اسلام کے بعد جب عرب متحد ہو کر ایک مرکز پر جمع ہو گئے تو ان دونوں سلطنتوں کے لیے عرب کا سوال اور زیادہ اہم ہو گیا۔اگر پہلے ملک گیری کی ہوس تھی

Marfat.com

اب عربوں سے سیاسی خطرہ آرہا تھا، چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ نے خسرو پرویز کو دعوت اسلام کا خط لکھا تو اس نے چاک کر ڈالا اور بولا:

''میرا غلام مجھ کو یوں لکھتا ہے۔''

پھر اس نے فوراً آپ ﷺ کی گرفتاری کا فرمان جاری کیا۔ اسی طرح شرجیل بن عمرو نے جو قیصر کی جانب سے بصریٰ کا حاکم تھا، رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو قتل کرادیا۔ غرض ان حالات میں عرب کی خودمختاری کو باقی رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ ان دونوں پر یہ حقیقت ظاہر ہو جائے کہ اربوں سے کھیلنا آسان کام نہیں ہے، تاہم حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے اس وقت تک کو پیش قدمی نہیں کی، لیکن وہ قبائل جو ہمیشہ سے ایرانی حکومت کا تختہ مشق بنتے چلے آرہے تھے، انتقام کے جذبات سے لبریز تھے، چنانچہ عہد صدیقی میں جب ایران میں بدنظمی پیدا ہوئی اور ایرانیوں نے کسریٰ بن ہرمز کی لڑکی کو ایران کے تخت پر بٹھایا تو ان قبائل کے جذبات انتقام دفعتہ بھڑک گئے، اور مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنا جتھا لے کر عراق عجم کی سرحد پر تاخت وتاراج شروع کر دی لیکن بغیر خلیفہ وقت کی سرپرستی کے کامیابی مشکل تھی۔ اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے باضابطہ اجازت حاصل کی، آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کی امداد پر مامور کیا اور شرف امارت بھی عطا کیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فتنہ ارتداد کی مہمات سے فارغ ہو کر عراق کی طرف بڑھے، اور مقام نباج میں حضرت مثنیٰ بن حارث شیبانی رضی اللہ عنہ سے مل گئے اور بانقیا اور بارسوما کے حاکموں کو مطیع کرتے ہوئے ایلہ کے طرف بڑھے۔ یہ مقام جنگی نقطہ نظر سے بہت اہم تھا، یہاں عرب و ہندوستان کے بری و بحری خطوط آ کر ملتے تھے، چنانچہ یہاں کا حاکم ہرمزان ہی راستوں سے دونوں مقام پر حملے کیا کرتا تھا، ہرمز کو مسلمانوں کی پیش قدمی کی خبر ہوئی تو فوراً اردشیر کو دربار ایران اطلاع بھیجی اور خود مقابلہ کے لیے

Marfat.com

بڑھا۔ کاظمہ میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ ایرانیوں نے اپنے کو زنجیروں میں جکڑ لیا تھا کہ پاؤں نہ اکھڑنے پائیں لیکن حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کی شجاعت نے زنجیر آہن کے ٹکڑے کر ڈالے اور ایرانیوں نے بری طرح شکست کھائی۔

ابھی یہ معرکہ ختم ہوا تھا کہ ایرانیوں کی امدادی فوج کو جو قارن بن قریانس کی ماتحتی میں ہرمز کی مدد کو آ رہی تھی، مذار میں ہرمز کے قتل اور ایرانیوں کی شکست کی خبر ملی، اس لیے قارن نے اسی جگہ اپنی فوج کی تنظیم کی اور شکست خوردہ فوج کے سردار قباذ اور انوشجان کو امیر العسکر بنا کر نہر کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو وہ فوج لے کر مذار کی طرف بڑھے، لب دریا دونوں کا مقابلہ ہوا حضرت معقل رضی اللہ عنہ نے قارن کو اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے نوشجان کو حضرت اور عدی رضی اللہ عنہ نے قباذ کو ختم کیا، اور اس شدت کی جنگ ہوئی کہ تیس ہزار ایرانی کام آئے، یہ تعداد اس کے علاوہ ہے جو نہر میں ڈوب کر مرے۔

جنگ مذار کے انجام کی خبر ایران پہنچی تو اردشیر نے اندرزغر اور بہمن کو یکے بعد دیگرے مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا، اندرزغر مدائن اور کسکر ہوتا ہوا ولجہ پہنچا، حیرہ اور کسکر کے تمام دہقانی اور آس پاس کے عرب بھی ایرانیوں کی حمایت میں اپنی اپنی فوجیں لے کر اندرزغر کے قریب آ کر خیمہ زن ہوئے۔ اس درمیان میں بہمن بھی پہنچ گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو خبر ملی تو حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ کو ایک دستہ پر مامور کر کے ضروری ہدایات دے کر پیچھے چھوڑا، اور خود بڑھ کر مورچہ بندی میں مصروف ہو گئے، اور ساحل کی قربت سے فائدہ اٹھا کر نشیبی زمین میں تھوڑی فوج چھپا دی کہ جنگ چھڑنے کے بعد وہ نکل کر حملہ آور ہو جائے۔ اس انتظام سے فراغت کے بعد جنگ چھڑ گئی، دیر تک گھمسان کا رن پڑتا رہا۔ جب فریقین تھکنے لگے تو مسلمان کمین گاہوں سے نکل کر ٹوٹ پڑے، اس اچانک حملے نے ایرانیوں کے پاؤں اکھاڑ دیے

Marfat.com

مگر وہ جدھر بھاگتے تھے مسلمان سامنے تھے، اس لیے جو سپاہی جہاں تھا وہیں ختم ہو گیا۔ اندزعز نکل بھاگا لیکن پیاس کی شدت سے وہ مر گیا، جنگ کے بعد مسلمانوں نے عام آبادی سے کوئی تعرض نہیں کیا اور ان کو پوری آزادی دے دی۔

گزشتہ جنگ میں عربی النسل عیسائی قبائل بھی ایرانیوں کی حمایت میں مارے گئے تھے۔ اس لیے جنگ کسکر کے بعد یہ لوگ پورے طور پر ایرانیوں کے ساتھ ہو گئے۔ اردشیر نے بہمن کو عربی قبائل سے مل جانے کا حکم دیا، چنانچہ بہمن الیس کی طرف بڑھا اور یہاں کے حاکم کو یہ ہدایت دے کر کہ میری واپسی تک جنگ شروع نہ کرنا، الیس روانہ کر دیا اور خود اردشیر کے پاس مشورے کے لیے چلا گیا۔ وہاں سے لوٹا تو باقی عربی قبائل اور عربی چھاؤنی کی ایرانی سپاہ اکٹھا ہو چکی تھی، اس دوران میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے۔ ان کے پہنچتے ہی جنگ شروع ہو گئی۔ دیر تک کشت و خون کا سلسلہ جاری رہا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے منادی کرا دی:

"لڑائی روک کر لوگوں کو صرف گرفتار کرو۔"

چنانچہ مسلمان دارو گیر میں مصروف ہو گئے اور لڑنے والوں کو زندہ گرفتار کر کے نہر کے کنارے قتل کرنا شروع کر دیا، اور ایرانی بری طرح مفتوح ہوئے۔

الیس سے فراغت کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ امغیشیا کی طرف بڑھے، یہاں کے باشندے مسلمانوں کا رخ دیکھ کر پہلے ہی شہر خالی کر چکے تھے، اس لیے جنگ کی نوبت نہیں آئی۔

امغیشیا کے قریب ہی حیرہ تھا۔ یہاں کے حاکم آزادبہ کو خطرہ پیدا ہوا کہ مسلمان امغیشیا کی طرف بڑھیں گے، اس لیے اس نے حفظ ما تقدم کے طور پر اپنے بیٹے کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو روکنے کے لیے آگے بھیج دیا اور پیچھے سے خود مدد کے لیے پہنچا۔ امغیشیا اور حیرہ کے درمیان نہر فرات تھی۔ آزادبہ کے بیٹے نے اس کا بند

Marfat.com

باندھ دیا، اس سے مسلمانوں کی کشتیاں رک گئیں اور ملاحوں نے جواب دیا:

''ایرانیوں نے نہر کا رخ پھیر دیا ہے اس لیے کشتیاں نہیں چل سکتیں۔''

مسلمان کشتیوں سے اتر پڑے اور گھوڑوں پر ابن آزادبہ کی طرف بڑھے۔

فرات کے دہانہ پر دونوں کا مقابلہ ہوا، ابن آزادبہ مارا گیا اور فوج بھی تباہ ہوئی۔

اس کے بعد دریا کا بند کھول کر مسلمان حیرہ کی طرف بڑھے، لیکن ان کے پہنچنے سے قبل آزادبہ حیرہ چھوڑ چکا تھا۔ مسلمان مقام غرئیین میں ٹھہر گئے۔ حیرہ میں جو لوگ باقی رہ گئے تھے۔ وہ اس عرصہ میں قلعہ بند ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ پہلے صلح کی گفت وشنید ہوتی رہی، لیکن بے نتیجہ رہی۔ ایرانیوں نے قلعہ کے اوپر سے سنگباری شروع کر دی۔ مسلمانوں نے پیچھے ہٹ کر تیروں سے جواب دیا اور قلعہ اور محلات کی دیواریں چھلنی کر دیں۔ جب شہری آبادی محاصرہ سے گھبرا گئی تو قسیسون اور راہبوں نے قلعہ والوں سے فریاد کی:

''اس خونریزی کی ساری ذمہ داری تم پر ہے۔ اس کو بند کرو۔''

آخر میں قلعہ والوں نے بھی عاجز ہو کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے صلح کی گفتگو کر کے ایک لاکھ نوے ہزار سالانہ خراج پر صلح کر لی، اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک مفصل صلح نامہ لکھ کر حوالہ کیا۔

حیرہ کی صلح کے بعد اطراف کے کاشتکاروں اور دیہی آبادیوں نے بھی جو حیرہ کی کامل تسخیر کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مخالفین سرحد میں سے حضرت ضرار بن آزور رضی اللہ عنہ، حضرت ضرار بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت قعقاع ابن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عتبہ بن شماس رضی اللہ عنہ افسران سرحد کو دجلہ کی ترائی میں بڑھنے کا حکم دیا، یہ لوگ ساحل تک بڑھتے ہوئے چلے گئے۔

اس وقت گوار دشیر مرچکا تھا، اور ایرانیوں میں اندرونی اختلافات کا طوفان بر پا

Marfat.com

تھا، لیکن مسلمانوں کے مقابلہ میں سب متحد تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی مرکزیت قائم کرنے کے لیے فرخزاد کو عنان حکومت سپرد کر دی تھی، اور ان کی فوجیں عین التمر، ابنار اور فراض تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اس لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حیرہ کے بعد ابنار کی طرف بڑھے، لیکن ان کے پہنچتے پہنچتے یہاں کے باشندے قلعہ بند ہو چکے تھے، چنانچہ ان کے پہنچتے ہی جنگ شروع ہوگئی۔ ایرانی قلعہ کے اندر سے تیر باری کر رہے تھے، اس لیے مسلمانوں کا جوابی حملہ کامیاب نہ ہوتا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے قلعہ کے چاروں طرف چکر لگا کر اس کے استحکامات کا اندازہ لگا کر حکم دیا کہ آنکھوں پر تاک تاک کر تیر مارو، اس تدبیر سے دن بھر میں ایک ہزار آنکھیں بیکار کر دیں۔ اس مصیبت نے ابنار کے باشندوں کو گھبرا دیا اور فوج بدحواس ہوگئی۔ شیرزاد ایرانی سپہ سالار نے یہ صورت دیکھ کر صلح کا پیغام دیا لیکن شرائط ایسی پیش کیں کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کو منظور نہ کر سکے اور خندق کا جو حصہ زیادہ تنگ تھا اسے بیکار اونٹوں کو ذبح کر کے پاٹ دیا، اور مسلمان اس پر سے اتر کر قلعہ تک پہنچ گئے، اور ایرانی سمٹ کر قلعہ کے اندر ہو گئے، مگر وہ آنکھوں کی نشانہ بازی سے پہلے ہی گھبرا گئے تھے۔ مسلمانوں کی اس غیر متوقع آمد سے اور ہمت چھوٹ گئی، اور شیرزاد نے بہمن کو فوج کی حالت بتا کر صلح پر آمادہ کر لیا، اس نے مجبور ہو کر صلح کر لی۔ اس کے بعد ابنار کے باشندوں نے صلح کی خواہش کی، چنانچہ پہلے بواذیج والوں پھر اہل کلوازی نے صلح کر لی۔

❀

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ابنار کی مہم میں مصروف تھے کہ بہرام چوبین کا بیٹا مہران مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے عین التمر پہنچ گیا۔ عرب قبائل میں نمر، تغلب اور ایاد عقہ بن عقہ کے ساتھ علیحدہ مقابلہ پر آمادہ تھے۔ اس لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ابنار کے بعد عین لتمر کی طرف بڑھے۔ ایرانیوں نے ایرانی سپاہ قلعوں میں محفوظ کر دی اور

Marfat.com

عربی قبائل کو مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے بڑھا کر ان پر جاسوس متعین کر دیے کہ اگر ان میں قومی عصبیت نظر آئے تو فوراً تدارک ہو سکے۔ بعض انصاف پسند ایرانی اس پر معترض ہوئے، ان کو جواب دیا کہ ان ہی کی قوم نے ہمارا ملک تباہ کیا ہے اس لیے انہیں آپس میں کٹانا چاہیے۔ عقہ مقام کرخ میں اپنی فوج مرتب کر رہا تھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پہنچ گئے اور اس کو گرفتار کر لیا۔ اس کی فوج نے سردار کی گرفتاری سے گھبرا کر میدان جنگ چھوڑ دیا، جو بچ گئے وہ گرفتار ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کی قوم فروشی پر بہت مشتعل تھے، اس لیے پہلے عقہ کا کام تمام کر دیا، پھر سب کی گردنیں اڑا دیں۔ مہران کو عربوں کی حالت کی خبری ملی، تو وہ قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا لیکن جب شکست خوردہ عرب پہنچے تو پھر اس کی ہمت بندھی اور ایرانی قلعہ بند ہو گئے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سیدھے چلے گئے۔ ایرانیوں نے نکل کر مقابلہ کیا اور تھوڑے مقابلہ کے بعد قلعہ میں داخل ہو گئے، مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا، ایرانیوں نے صلح کی درخواست کی لیکن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور بزور شمشیر قلعہ فتح کیا، لیکن فتح کے بعد پھر کوئی سختی نہیں کی اور معمولی خراج کے سوا زمین پر کوئی ٹیکس نہیں لگایا۔

❀

دومۃ الجندل میں ہمیشہ سے مسلمانوں کے خلاف سازشیں ہوا کرتی تھیں۔ چنانچہ عہد رسالت رضی اللہ عنہ میں بھی اسی قسم کی ایک سازش ہوئی تھی، اسی لیے غزوہ دومتہ الجندل ہوا تھا۔ عہد صدیقی میں پھر اس کا ظہور ہوا۔ حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے تدارک کے لیے حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا، لیکن کلب، غسان اور تنوخ کے قبائل متحد تھے، اس لیے حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کے لیے تنہا ان سب کا مقابلہ کرنا دشوار تھا۔ انہوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مدد کے لیے بھیجا، وہ عراق کی مہم چھوڑ کر حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کی مدد کو چلے آئے، اس لیے حضرت خالد بن

Marfat.com

ولید رضی اللہ عنہ کی آمد کی خبر سن کر وہ خوف سے جودی کی حمایت سے کنارہ کش ہو گیا، اور جب جودی جنگ کے لیے بالکل آمادہ ہو گیا تو اکیدر دومتہ الجندل چھوڑ کر ہٹ گیا، مگر چونکہ پہلے اس کا شریک رہ چکا تھا، اس لیے گرفتار کرا کے قتل کر دیا گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے دو سمتوں سے دومتہ الجندل کا محاصرہ کر لیا۔ جودی کی فوج میں متعدد افسر تھے، خود جودی، ودیعہ کلبی، ابن رومانس، ابن ایہم اور ابن حدرجان ان سب نے متحدہ حملہ کیا۔ جودی اور ودیعہ گرفتار ہوئے، باقی فوج قلعہ میں گھس گئی، مگر قلعہ میں زیادہ گنجائش نہیں تھی، اس لیے فوج کا ایک حصہ باہر رہ گیا، اگر مسلمان چاہتے تو ان میں سے ایک بھی نہ بچ سکتا، لیکن حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے بنو کلب کو امان دے دی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جودی کو قتل کرا دیا، اور قلعہ کا پھاٹک اکھاڑ کر اندر گھس گئے اور قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے عراق چھوڑ کر شام چلے آنے کے بعد جزیرہ کے عربوں نے ایرانیوں کو عراق کی واپسی پر توجہ دلائی، وہ ان کا اشارہ پاتے ہی آمادہ ہو گئے، اور زرمہر اور روزبہ نے خنافس اور حصید کی طرف فوجیں بڑھا دیں۔ زبرقان بن بدر حاکم انبار نے حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ حاکم حیرہ کو اطلاع دی۔ انہوں نے ایرانیوں کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لیے اسی وقت الگ الگ فوجیں حضرت اعبد بن فدکی رضی اللہ عنہ، اور حضرت عروہ بن جعد رضی اللہ عنہ کی قیادت میں دونوں مقامات پر روانہ کر دیں۔ ان دونوں نے بڑھ کر ریف میں ان کو روک دیا، روزبہ اور زرمہر یہاں عربوں کا انتظار کر رہے تھے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دومتہ الجندل سے حیرہ واپس آ گئے، اور امرؤ القیس بن قلبی نے اطلاع بھیجی کہ ہذیل بن عمران مصیخ میں اور ربیعہ بن بجیر ثنی اور بشر میں، روزبہ اور زرمہر کی امداد کے لیے فوجیں لیے پڑے ہیں۔ یہ خبر سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کو حیرہ میں چھوڑا اور خود حضرت

Marfat.com

قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ کی مدد کو خنافس روانہ ہو گئے، یہ دونوں عین التمر میں تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یہیں آ کر ان سے ملے، اور حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ خود بڑھے۔ روزبہ نے زرمہر سے مدد طلب کی، وہ مدد لے کر پہنچا، حصید میں دونوں کا مقابلہ ہوا، زرمہر اور روزبہ دونوں مارے گئے اور ان کی فوج ہٹ کر خنافس میں جمع ہو گئی۔

حضرت ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ تعاقب کرتے ہوئے خنافس پہنچے تو ایرانی خنافس چھوڑ کر مصیخ چلے گئے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی گئی، انہوں نے حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ حضرت ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ اور عروہ کو ایک خاص مقام پر شب میں جمع ہونے کا حکم دیا اور خود بھی معینہ شب میں وہاں پہنچ گئے اور سب نے مل کر متحدہ شب خون مارا، ایرانی بالکل بے خبر تھے، اس لیے مدافعت بھی نہ کر سکے اور سب کے بارے سب مارے گئے۔

ربیعہ بن بجیر ثنی اور بشر میں بدستور فوجیں لیے پڑا تھا، مصیخ کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ کو ثنی پر شب خون مارنے کا حکم دیا، چنانچہ ایک مقررہ شب کو تینوں نے مل کر تین سمتوں سے حملہ کیا۔ صرف ہذیل امیر العسکر باقی بچا اور کل فوج کام میں آئی، ہذیل ثنی سے بھاگ کر بشر پہنچا۔ یہاں بھی عربوں کا ایک جتھا موجود تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس کو صاف کرتے ہوئے رضاب پہنچے، یہاں عقہ کا بیٹا بلال مسلمانوں کا منتظر تھا، مگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے آتے ہی یہ بھاگ نکلا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رضاب سے ہوتے ہوئے فرائض کی طرف بڑھے، یہ مقام جنگی نقطہ نظر سے بہت اہم تھا، یہاں شام، عراق اور جزیرہ کی سرحدیں ملتی تھیں، شام کی سرحد کی وجہ سے رومی ایک فریق بن گئے اور انہوں نے ایرانیوں کی چھاؤنی اور تغلب دایاد (عرب) سے مدد مانگ بھیجی، ان کو اس میں کیا عذر ہو سکتا تھا، فوراً آمادہ

Marfat.com

ہو گئے، اور اب مسلمانوں کا مقابلہ ایرانیوں اور رومیوں دونوں سے ہو گیا۔ اس لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بھی نہایت اہتمام سے اسلامی فوج کو از سرنو منظم کیا۔ فرات کے ایک جانب مسلمان تھے اور دوسری جانب اتحادیوں نے پیغام دیا کہ تم دریا عبور کر کے آگے بڑھو یا ہمیں بڑھنے دو۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کو بڑھنے کا موقع دیا، اور اتحادیوں کی فوجیں پسپا ہونے لگیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی للکار پر مسلمان شہ سواروں نے گھیر گھیر کر مارنا شروع کیا، اتحادی دو طرف سے گھرے ہوئے تھے، پیچھے ہٹتے تھے تو فرات کا لقمہ بنتے تھے اور آگے بڑھتے تھے تو تلوار سامنے تھی، اسی کشمکش میں سب کے سب کام آگئے۔ فتح کے دس دن بعد تک مسلمان یہاں مقیم رہے۔ اس کے بعد حیرہ لوٹ گئے، اس معرکہ کے بعد عراق کی پیش قدمی رک گئی، اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خفیہ حج کو چلے گئے۔

❀

مسلمانوں کا ایرانیوں اور رومیوں سے نبرد آزما ہونا ناگزیر امر تھا، اس لیے عراق کی مہم سر کر چکے تھے کہ دربار خلافت سے حکم پہنچا کہ عراق چھوڑ کر شام میں اپنی فوجوں سے مل جائیں، اس حکم کے مطابق حج سے واپس ہونے کے بعد عراق کا انتظام حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر کے شام روانہ ہو گئے اور راستہ میں حدردار، ارک، سوی، جوارین، قصم، مرج رابط وغیر سے نپٹتے ہوئے شام پہنچے اور پہلے بصریٰ کی طرف بڑھے۔ یہاں اسلامی فوجیں پہلے سے ان کی منتظر تھیں اس لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آتے ہی بصریٰ کے بطریق پر حملہ کر کے پسپا کر دیا اور اس شرط پر صلح ہو گئی کہ مسلمان رومیوں کی جان و مال کی حفاظت کریں گے اور وہ اس کے عوض میں جزیہ دیں گے۔

اس وقت مسلمان شام کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے تھے، اور ہرقل نے ان کے مقابلہ کے لیے الگ الگ دستے بھیجے تھے، تاکہ ایک مرکز پر جمع نہ ہوں لیکن

Marfat.com

فلسطین کی مہم حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے متعلق تھی، بصریٰ کے بعد تذارق اور قبقلاء نے اجنادین (فلسطین) میں اپنی فوجیں ٹھہرائیں، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بصریٰ سے فارغ ہو کر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی مدد کو پہنچے۔

13ھ میں مقام اجنادین میں دونوں کا مقابلہ ہوا، تذارق اور قبقلاء دونوں مارے گئے۔ اجنادین کے بعد دمشق کی طرف بڑھے۔ امیر فوج حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے تین سمتوں سے اس کا محاصرہ کیا، ایک سمت پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مامور تھے۔ تین ماہ تک مکمل محاصرہ قائم رہا لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا، اس دوران میں ایک دن دمشق کے پادری کے گھر بیٹا پیدا ہوا۔ اس کے جشن میں دمشق کے لوگ بے فکری سے شرابیں پی کر ایسے بدمست ہو کر سوئے کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دوران جنگ میں اکثر راتوں کو سوتے نہ تھے، بلکہ فوجی انتظامات اور دشمنوں کی سراغرسانی میں لگے رہتے تھے، ان کو اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی، چنانچہ فوج کو یہ ہدایت دے کر کہ تکبیر کی آواز سنتے ہی شہر پناہ کے پھاٹک پر حملہ کر دینا، چند آدمیوں کے ساتھ کمند ڈال کر شہر کی دیوار کے اس پار اتر گئے اور پھاٹک کے چوکیدار کو قتل کر دیا اور اس کا قفل توڑ کر تکبیر کا نعرہ لگایا۔ تکبیر کی آواز سنتے ہی فوج ریلا کر کے اندر داخل ہو گئی۔ دمشق والے ابھی تک غافل سو رہے تھے۔ اس ناگہانی حملہ سے گھبرا گئے اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے صلح کی درخواست کر کے شہر پناہ کے تمام دروازے خود کھول دیے، ایک طرف سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فاتحانہ داخل ہوئے، اور دوسری طرف سے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ مصالحانہ، وسط شہر میں دونوں کی ملاقات ہوئی، گو نصف حصہ بزور شمشیر فتح ہوا لیکن شرائط سب مصالحانہ رکھے گئے۔

دمشق کی فتح نے رومیوں کو بہت برہم کر دیا، اور وہ بڑے جوش و خروش کے

Marfat.com

ساتھ مقابلہ کے لیے آمادہ ہو گئے، سقلا ر رومی فحل میں فوجیں لے کر خیمہ زن ہوا۔ اس لیے مسلمان دمشق کے بعد ادھر بڑھے، مقدمۃ الجیش حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کمان میں تھا، اس معرکہ میں بھی رومیوں نے بری طرح شکست کھائی۔

فحل کے بعد حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حمص کی طرف بڑھے، یوحنا کے کیسہ کی وجہ سے یہ مقام بھی رومیوں کا ایک مرکز تھا۔ ہرقل کو خبر ہوئی تو اس نے توذر بطریق کو فوج دے کر مقابلہ کے لیے بھیجا، اس نے دمشق کی مغربی سمت مرج روم میں پڑاؤ ڈال دیا۔ مسلمان بھی آگے بڑھ کر مرج روم کی دوسری سمت ٹھہرے۔ اس دوران رومیوں کی ایک فوج شنس کی سرکردگی میں پہنچ گئی۔ اس لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ توذر کے مقابلہ کو بڑھے اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ شنس کے، توذر نے مقابلہ نہیں کیا، بلکہ دمشق واپس لینے کے ارادہ سے آگے بڑھا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی عقب سے اس کے ساتھ ہو گئے، دمشق کے باہر دونوں میں سخت معرکہ موجود تھے، وہ شنس کی آمد کی خبر سن کر اس کو روکنے کو نکلے۔ دمشق میں حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ وہ شنس کی آمد کی خبر سن کر اسے روکنے کو نکلے۔ دمشق کے باہر دونوں میں سخت معرکہ ہوا۔ ابھی جنگ کا سلسلہ جاری تھا کہ پیچھے سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پہنچ گئے، اور ایک طرف سے انہوں نے اور دوسری طرف سے حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے مل کر رومیوں کو پامال کر دیا، اور چند رومیوں کے علاوہ کوئی رومی باقی نہ بچا۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے شیرز، معرہ حمص، اور لاذقیہ وغیرہ کو لے کر بعلبک اور حمص کو فتح کیا۔

ان پیہم شکستوں نے رومیوں کو آگ لگا دی، اور دو لاکھ ٹڈی دل مسلمانوں کے مقابلے کے لیے امنڈ آیا۔ رومی سپہ سالار ماہان اس کو لے کر یرموک کے میدان

Marfat.com

میں اترا، اس وقت مسلمان شام کے مختلف حصوں میں منتشر تھے۔ یہ سب ایک مرکز پر جمع ہو گئے، اور طرفین میں جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ رومیوں کے جوش وخروش کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ گوشہ نشین راہب و قسیس اپنی اپنی خانقاہوں سے نکل کر، مذہب کا واسطہ دلا کر رومیوں میں جوش پیدا کر رہے تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔ فوج کو جدید طرز سے 32 حصوں میں تقسیم کر کے سب پر الگ الگ افسر مقرر کیے اور جہاد پر نہایت ولولہ انگیز تقریر کی۔
اتفاق سے ایک مسلمان کے منہ سے نکل گیا:

''رومیوں کے مقابلہ میں ہماری تعداد بہت کم ہے۔''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ غضب ناک ہو کر بولے:

''فتح و شکست تعداد کی قلت و کثرت پر نہیں بلکہ تائید ایزدی پر ہے، اگر میرے گھوڑے کے سم درست ہوتے تو میں اس سے دونی تعداد کی پروانہ کرتا۔''

ضروری انتظامات کے بعد حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو حملہ کا حکم دے دیا اور یرموک کے میدان میں ہنگامہ کا بازار گرم ہوگیا۔ عین اس حالت میں ایک عیسائی رومی فوج سے نکل کر اسلامی لشکر میں آگیا، اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مذہب اسلام پر گفتگو شروع کر دی:

''اگر تمہارے مذہب میں داخل ہو جاؤں تو کیا میرے لیے آخرت کے دروازہ کھل جائے گا۔''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا:

''یقیناً۔''

چنانچہ وہ میدان جنگ میں مشرف بہ اسلام ہوگیا۔

Marfat.com

اس جنگ کا سلسلہ مدتوں جاری رہا مسلمان افسروں نے غیر معمولی شجاعت و بہادری کا ثبوت دیا آخر رومیوں نے ایسی شکست کھائی کہ پھر ان کی اتنی بڑی تعداد نہ فراہم ہو سکی۔

❀

یرموک کی فتح کے بعد حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو قنسرین کی طرف بھیجا اور خود حمص واپس ہو گئے۔ مقام حاضر میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو میناس رومی ایک بڑی جماعت کے ساتھ ملا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کو شکست دی۔ اہل حاضر نے امن کی درخواست کی اور کہا:

"ہم کو اس جنگ سے کوئی تعلق نہ تھا ہماری رائے بھی اس میں شریک نہ تھی اس لیے ہم کو امان دی جائے۔"

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی درخواست قبول کر لی۔

حاضر سے قنسرین پہنچے، اہل قنسرین پہلے جنگ کے ارادہ سے قلعہ بند ہو گئے لیکن پھر اہل حمص کے انجام پر غور کر کے صلح کی درخواست کی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس شرط پر منظور کر لی کہ شہر کے استحکامات توڑ دیے جائیں۔ قنسرین کے بعد ہرقل بالکل مایوس ہو گیا، اور شام پر آخری نگاہ ڈال کر قسطنطنیہ چلا گیا۔ چلتے وقت یہ حسرت انگیز الفاظ اس کی زبان پر تھے:

"اے شام! تجھ کو آخری سلام ہے، اب میں تجھ سے جدا ہوتا ہوں، افسوس اس سرزمین میں جس پر میں نے حکمرانی کی ہے، اطمینان خاطر کے ساتھ نہ آسکوں گا۔"

قنسرین کے بعد بیت المقدس کا محاصرہ ہوا۔ عیسائی اس شرط سے بلا جنگ حوالہ کرنے کو آمادہ ہو گئے کہ خود امیر المومنین حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ سے

Marfat.com

معاہدہ لکھیں۔ چنانچہ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے صلح نامہ لکھنے کے لیے شام کا سفر کیا اور تمام افسران فوج کو جابیہ میں طلب کیا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی آئے، ان کا دستہ دیبا و حریر میں ملبوس تھا۔ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی تو گھوڑے سے اتر پڑے اور کنکریاں مار کر فرمایا:

''تم لوگوں نے اتنی جلدی اپنی عادتیں بدل دیں۔''

ان لوگوں نے اسلحہ دکھا کر کہا:

''سپہ گری کا جوہر نہیں کیا ہے۔''

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تب کوئی مضائقہ نہیں۔''

17ھ میں حمص کے باشندے باغی ہو گئے لیکن حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بروقت توجہ سے بہت جلد بغاوت کچل دی گئی، اور شام کے پورے علاقہ پر مسلمانوں کا مکمل تسلط ہو گیا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ عام مسلمانوں کو خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اسلامی فتوحات کا دارومدار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے قوت بازو پر ہے، جس کو حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ پسند نہیں کرتے تھے۔ کتب میں لکھا ہے:

''حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اخراجات اسراف کی حد تک پہنچ جاتے تھے جو دوسرے افسروں کے لیے نمونہ نہ بن سکتے تھے، چنانچہ شعراء کو بڑی بڑی رقمیں دے ڈالتے تھے۔ اشعث بن قیس کو دس ہزار انعام یکمشت دیا۔''

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو حضرت ابوعبیدہ الجراح رضی اللہ عنہ کے پاس حکم بھیجا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے دریافت کریں کہ انہوں نے یہ روپیہ کس

Marfat.com

مد سے دیا ہے، اگر مسلمانوں کے مال سے دیا ہے تو خیانت کی اور اگر اپنی جیب سے دیا ہے تو اسراف کیا ہے۔ اس لیے دونوں حالتوں میں معزولی کے قابل ہیں۔ یہ فرمان عین میدان جنگ میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ملا۔ انہوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

"تم نے یہ روپیہ کہاں سے دیا۔"

انہوں نے کہا:

"اپنے مال سے۔"

اس کے بعد حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان سنا کر معزولی کی علامت کے طور پر ان کے سر سے ٹوپی اتار لی اور عمامہ کی گردن میں ڈال دیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے صرف اس قدر جواب دیا:

"میں نے فرمان سنا اور مانا، اور اب میں اپنے افسروں کے احکام ماننے اور خدمات بجالانے کو تیار ہوں۔"

اس واقعہ سے حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کے دبدبہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی حق پرستی، دونوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ معزولی کے بعد دربار خلافت سے طلبی ہوئی۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حمص سے ہوتے ہوئے حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان سے شکایت کی:

"آپ رضی اللہ عنہ نے میرے معاملہ میں زیادتی سے کام لیا ہے۔"

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے سوال کیا:

"تمہارے پاس اتنی دولت کہاں سے آئی۔"

انہوں نے جواب دیا:

"مال غنیمت کے حصول سے، اگر میرے پاس ساٹھ ہزار سے

Marfat.com

زیادہ نکلے تو آپ لے لیجیے۔"

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے فوراً حساب کرایا کل 20 ہزار زیادہ نکلے، وہ بیت المال میں جمع کرادیے اور فرمایا:

"اے خالد (رضی اللہ عنہ) اب بھی میرے دل میں تمہاری وہی عزت ومحبت ہے۔"

اور تمام ممالک محروسہ میں فرمان جاری کرادیا:

"میں نے حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) کو خیانت کے جرم یا غصہ وغیرہ کی وجہ سے معزول نہیں کیا ہے بلکہ محض اس لیے معزول کیا کہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اسلامی فتوحات کا دارومدار حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) کے قوت بازو پر نہیں ہے۔"

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے بمصالح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا تھا، لیکن معزول کرنے کے بعد ان سے ان کے رتبہ کے مطابق کام لیے اور ان کے جوہر اور ان کی فطری صلاحیتوں سے سپہ سالاری کے بجائے دوسرے شعبوں میں فائدہ اٹھایا، چنانچہ معزولی کے بعد رہا، حران، آمد، اور لرتہ کا گورنر مقرر کر دیا، لیکن ایک سال کے بعد وہ خود مستعفی ہو گئے۔

گورنری سے استعفیٰ دینے کے بعد مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے، اور کچھ دن بیمار رہ کر 22ھ میں وفات پائی۔ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں شریک تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات سے مدینہ کی عورتوں خصوصاً بنی عذرہ میں کہرام برپا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد کی تعداد کی تفصیل نہیں ملی۔ صرف دو لڑکوں مہاجر اور عبد الرحمن کا نام ملتا ہے۔ ان دونوں میں باپ کی شجاعت کا اثر تھا، چنانچہ مہاجر بن حضرت خالدب نے جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں سرگرمی سے حصہ لیا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں قسطنطنیہ کے مشہور معرکہ میں فوج کے ایک کماندار عبد

Marfat.com

الرحمن بن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوسلیمان تھی۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ اس کا نام کا کوئی لڑکا رہا ہوگا، مگر تصریح نہیں ملتی۔

ابتدا سے لے کر آخر تک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی میدان جنگ میں گزری اس لیے ذات نبوی ﷺ سے خوشہ چینی کا موقع کم ملا، وہ خود کہتے تھے:

''جہاد کی مشغولیت نے مجھ کو تعلیم قرآن کے بڑے حصہ سے محروم رکھا۔''

تاہم وہ صحبت نبوی ﷺ کے فیض سے دولت علم سے بالکل بے بہرہ نہ تھے، اور رسول اللہ ﷺ کے بعد مدینہ میں جو جماعت صاحب علم و افتا تھی۔ ان میں ایک ان کا نام بھی تھا، لیکن فطرتاً سپاہی تھے اس لیے مسند افتا پر نہ بیٹھے اور ان کے فتاویٰ کی تعداد دو چار سے زیادہ نہیں ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ، حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ، حضرت اشتر نخعی علقمہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن قیس رضی اللہ عنہ، حضرت جیری بن نضیر رضی اللہ عنہ وغیرہ نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں، ان کی مرویات کی تعداد کل اٹھارہ ہے جن میں سے دو متفق علیہ ہیں اور ایک میں بخاری منفرد ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے سب سے بڑی دولت رسول اللہ ﷺ کی فضا جوئی اور خوشنودی تھی۔ اس کے لیے وہ اپنے جذبات کو بھی رسول اللہ ﷺ کے تابع فرمان کر دیتے تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ گو تیز مزاج تھے لیکن فرمان نبوی ﷺ کے مقابلہ میں ان کی تیز مزاجی حلم و عفو سے بدل جاتی تھی، ایک مرتبہ ان میں اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ میں کسی معاملہ میں بحث ہوگئی اور سخت کلامی تک نوبت پہنچ گئی۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی، اتفاق سے اسی وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور شکایت سن کر بہت برہم ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

خاموش تھے، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے آبدیدہ ہو کر عرض کی:

''حضور ﷺ ان کی زیادتیوں کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے سر اٹھا کر فرمایا:

''جو شخص عمار (رضی اللہ عنہ) سے بغض و عداوت رکھتا ہے وہ خدا سے بغض و عناد رکھتا ہے۔''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر اس ارشاد کا یہ اثر ہوا کہ ان کا بیان ہے:

''جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے اٹھا تو عمار رضی اللہ عنہ کی رضا جوئی سے زیادہ کوئی چیز میرے لیے محبوب نہ تھی، اور ان سے مل کر ان کو منایا۔''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دل میں رسول اللہ ﷺ کا اتنا احترام تھا کہ وہ کسی کی زبان سے آپ ﷺ کی شان میں کوئی ناروا کلمہ برداشت نہیں کر سکتے تھے، ایک مرتبہ آپ ﷺ کے پاس کچھ سونا آیا، آپ ﷺ نے اسے اہل نجد میں تقسیم کر دیا، قریش و انصار کو شکایت ہوئی، انہوں نے شکایت کی:

''آپ ﷺ نے سب سونا نجدی سرداروں کو دے دیا، اور ہم لوگوں کو بالکل نظر انداز فرما دیا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''ان کو تالیف قلب کے خیال سے دیتا ہوں۔''

یہ سن کر نجدیوں کے گروہ سے ایک شخص نے کہا:

''محمد ﷺ خدا سے ڈر!''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اگر میں خدا کی نافرمانی کرتا ہوں تو پھر خدا کی اطاعت کون کرتا ہے؟''

Marfat.com

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس گستاخی پر غصہ آ گیا اور اس کی گردن اڑانے کی اجازت چاہی لیکن آپ ﷺ نے روک دیا۔

وہ ہر چیز کے ساتھ جس کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شرف انتساب حاصل ہوتا والہانہ عقیدت رکھتے تھے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک ایک ٹوپی میں سلوا لیے تھے، جس کو پہن کر میدان جنگ میں جاتے تھے، یرموک کے معرکہ میں یہ ٹوپی گم ہو گئی تھی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بہت پریشان ہوئے اور آخر بڑی تلاش و جستجو کے بعد ملی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کتاب زندگی کا سب سے بڑا روشن باب جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ اسی میں گزرا۔ ان کے اسی ذوق جہاد اور شجاعانہ کارناموں کے صلہ میں ان کو دربار نبوی ﷺ سے سیف اللہ کا لقب ملا، تقریباً سوا سو لڑائیوں میں اپنی تلوار کے جوہر دکھائے، جسم میں ایک بالشت حصہ بھی ایسا نہ تھا جو تیروں اور تلواروں کے زخم سے زخمی نہ ہوا ہو۔ ذوق جہاد میں کہا کرتے تھے:

''مجھے میدان جنگ کی وہ سخت رات جس میں اپنے دشمنوں سے
لڑوں۔ اس شب عروسی سے زیادہ مرغوب ہے۔ جس میں میری
محبوبہ مجھ سے ہمکنار ہو۔''

آخر وقت جب اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے تو بڑی حسرت اور افسوس کے ساتھ کہتے تھے:

''افسوس میری ساری زندگی میدان جنگ میں گزری اور آج میں
بستر مرگ پر جانور کی طرح ایڑیاں رگڑ کر جان دے رہا ہوں۔''

خدا نے آپ رضی اللہ عنہ کے قدموں میں یہ برکت دی تھی کہ جدھر رخ کیا کبھی ناکام واپس نہ لوٹے، خود کہتے تھے:

''میں نے جس طرف کا رخ کیا فتح یاب ہوا۔''

Marfat.com

اس قول کی صداقت پران کے کارنامے شاہد ہیں ۔رسول اللہ ﷺ کو ان کی شجاعت پراس قدر اعتماد تھا کہ جب ان کے ہاتھ میں علم آجاتا تو آپ ﷺ مطمئن ہو جاتے ۔ چنانچہ غزوہ موتہ میں جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے علم سنبھالا تو رسول اللہ ﷺ نے غائبانہ فرمایا:

''اب لڑائی کا تنور گرمایا۔''

چونکہ سپہ گری ان کا آبائی پیشہ تھا،اس لیے ان کے پاس سامان حرب کافی تھا۔جس کو انہوں نے اسلام لانے کے بعد راہ خدا میں واقف کر دیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ان جان فروشیوں اور قربانیوں کی بہت قدر فرماتے تھے اور متعدد موقعوں پر مدحیہ لہجہ میں ان کا اعتراف فرمایا کرتے، فتح مکہ کے موقع پر جب کہ مسلمان مختلف سمتوں سے مکہ میں داخل ہو رہے تھے ۔ایک گھاٹی کی طرف سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی نمودار ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''دیکھو کون ہے۔''

انہوں نے عرض کی:

''حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ خدا کا بندہ بھی کیا خوب ہے۔''

خود بھی قدردانی فرماتے تھے،اور لوگوں کو بھی ان کا لحاظ رکھنے کی ہدایت فرماتے تھے ۔ایک موقع پر لوگوں سے فرمایا:

''خالد رضی اللہ عنہ کو تم لوگ کسی قسم کی تکلیف نہ دو، کیونکہ وہ خدا کی تلوار ہے، جس کو اس نے کفار پر کھینچا ہے۔''

Marfat.com

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا تو ابن جمیل، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دینے سے انکار کیا۔ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا:

''ابن جمیل فقیر تھا، خدا نے اس کو دولت مند کیا، یہ اس کا بدلہ ہے،
لیکن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر تم لوگ زیادتی کرتے ہو، انہوں
نے اپنا تمام سامان حرب خدا کی راہ میں وقف کر دیا ہے پھر ان
پر زکوٰۃ کیسی، رہا عباس رضی اللہ عنہ کا معاملہ تو ان کا میں ذمہ دار ہوں،
کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ چچا باپ کی جگہ ہے۔''

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی سپاہیانہ تھی، اس لیے مزاج میں تیزی تھی، ذرا سی خلاف مزاج بات پر بگڑ جاتے تھے لیکن اس تند مزاجی کے باوجود ہٹ دھرمی نہ تھی، اور حق بات کو قبول کرنے اور دوسروں کے فضائل کے اعتراف میں عار نہ کرتے تھے۔

اشاعت اسلام ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کے بعد برابر اس فریضہ کو ادا کرتے رہے۔ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اشاعت اسلام کی غرض سے جو سرایا بھیجے، ان میں سے متعدد سرایا ان کی سرکردگی میں کیے گئے اور بنو جذیمہ، بنو عبد المدان نجرانی ان ہی کو ششوں سے مشرف باسلام ہوئے۔

❀❀❀

Marfat.com

حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ

(سالارِ یرموک)

شرجیل رضی اللہ عنہ ابھی کمسن تھے کہ باپ کی شفقت سے محروم ہو گئے۔ ان کی والدہ حضرت حسنہ رضی اللہ عنہا نے مکہ کے ایک صاحب حضرت سفیان بن معمر رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی اور اسی زمانے میں اپنے کمسن فرزند شرجیل رضی اللہ عنہ کے ہمراہ وطن سے مکہ آئیں اور یہیں مستقل اقامت اختیار کر لی۔ یہ بعثت نبوی ﷺ سے پچیس تیس سال پہلے کا واقعہ ہے، چونکہ اہل مکہ کو حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کے آباؤ اجداد سے چنداں واقفیت نہ تھی، اس لیے وہ انہیں ماں کی نسبت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ پکارنے لگے، اور اسی نام سے انہوں نے تاریخ میں شہرت پائی۔

حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ قریش کے خاندان بنو زہرہ کے حلیف تھے۔ یہ حلیفانہ تعلق پیدا کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی، جبکہ ان کے سوتیلے والد حضرت سفیان بن معمر رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کی شاخ بنو جمح سے تھا۔ اس کی کہیں صراحت نہیں ملتی۔ بہر صورت اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ ان کی والدہ حضرت حسنہ رضی اللہ عنہا ان کے سوتیلے والد سفیان بن معمر رضی اللہ عنہ، اخیافی بھائی حضرت جابر بن سفیان رضی اللہ عنہ اور خبادہ بن سفیان رضی اللہ عنہ سبھی نہایت سعید الفطرت لوگ تھے۔ یہ سب بعثت نبوی ﷺ کے بالکل ابتدائی زمانے میں شرف اسلام سے بہرہ یاب ہو گئے۔ یوں اس گھرانے کو

Marfat.com

السابقون الاولون کی مقدس جماعت میں ایسا امتیازی درجہ حاصل ہو گیا جس میں بہت کم خاندان ان کے شریک ہیں۔

سرورِ عالم ﷺ نے ابھی اعلانیہ تبلیغ کا آغاز نہیں کیا تھا، اور نہایت راز داری کے ساتھ فریضہ تبلیغ ادا فرماتے تھے۔ جب نماز کا وقت آتا تو مسلمان اپنی قوم اور قبیلے سے خفیہ طور پر مکہ کی سنسان گھاٹیوں میں جا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ چھپ چھپ کر عبادت کرنے والے ان سابقین اسلام میں حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ ۳ھ بعد از بعثت میں ایک مرتبہ مسلمان مکہ کی ایک گھاٹی میں مصروف نماز تھے کہ مشرکین کی ایک ٹولی وہاں پہنچ گئی۔ یہ لوگ مسلمانوں کو ایک نئے طریقے سے عبادت کرتے دیکھ کر بھڑک اٹھے اور یکبارگی نمازیوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی نماز پڑھ رہے تھے۔ انہیں جوش آگیا اور پاس پڑی ہوئی اونٹ کی ایک ہڈی اٹھا کر ایک مشرک کو دے ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔ دوسرے مسلمان بھی مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔ مشرکین نے ان کے تیور دیکھے تو ٹھنڈے پڑ گئے، اور اپنے زخمی ساتھی کو ہمراہ لے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ حضور ﷺ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت ارقم بن ابی الارقم مخزومی رضی اللہ عنہ کے مکان کو جو صفا کے قریب واقع تھا مسلمانوں کے اجتماع دعوت و تبلیغ کا مرکز بنا دیا۔ حضور ﷺ خود بھی وہاں تشریف فرما رہتے اور اہل حق جن میں حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دار ارقم ہی میں نماز ادا کرتے۔ 4ھ بعد از بعثت کے اوائل میں سرورِ عالم ﷺ نے اعلانیہ دعوت حق کا آغاز فرمایا تو مسلمانوں پر ظلم و ستم کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل خاندان بھی مشرکین قریش کے جور و تعدی کا نشانہ بن گئے، لیکن وہ بڑے صبر اور استقامت کے ساتھ ہر قسم کی مصیبتیں جھیلتے رہے۔

Marfat.com

حضرت ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ، شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کا شمار رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان جاں نثاروں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی زندگیاں دین حق کو سر بلند کرنے کی جہد مسلسل میں گزار دیں، اور اس راہ میں کسی بڑی سے بڑی مصیبت کو خاطر میں نہ لاتے۔

علامہ ابن اثیر نے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام عبداللہ بن مطاع بن عبداللہ لکھا ہے لیکن ابن خرم کے بیان کے مطابق ان کا نام عبداللہ بن عمرو بن مطاع تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کا تعلق بنوتمیم سے تھا، لیکن جمہور اہل سیر نے انہیں کندی بتایا ہے۔

جن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کتابت وحی کا شرف حاصل ہوا، حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بھی ان میں شامل ہیں۔ چنانچہ بہت سی روایات میں ان کے نام کے ساتھ ''کاتب رسول اللہ'' کے الفاظ ملتے ہیں حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ پڑھے لکھے آدمی تھے، اور بچپن میں ان کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی گئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ ان مخصوص صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے تھے جن کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پورا اعتماد حاصل تھا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتابت وحی جیسی عظیم ذمہ داری ان کے سپرد کردی تھی۔ اگرچہ اہل سیر نے اس بات کی وضاحت نہیں کی کہ حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے کب اور کن مواقع پر کتابت وحی کی خدمت انجام دی، لیکن قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ہجرت حبشہ سے پہلے بھی گاہے بگاہے یہ شرف حاصل ہوا اور حبشہ سے واپس کے بعد بھی۔

5 ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت کی کہ وہ ملک حبشہ چلے جائیں جہاں کا بادشاہ نیک دل ہے اور کسی پر ظلم نہیں ہونے دیتا۔ چنانچہ گیارہ مردوں اور چار عورتوں پر مشتمل ایک قافلہ حبشہ ہجرت کر گیا۔ یہ پہلی ہجرت حبشہ تھی۔ اگلے سال (6 بعد بعثت آغاز میں) اسی سے کچھ اوپر مردوں اور اٹھارہ یا انیس خواتین نے حبشہ کی راہ لی۔ ان میں حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ ان کی والدہ محترمہ حضرت حسنہ رضی اللہ عنہا سوتیلے

Marfat.com

والد حضرت سفیان بن معمر رضی اللہ عنہ، اخیافی بھائیوں حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت خبادہ رضی اللہ عنہ پسران سفیان رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ پورے گھرانے نے اللہ کی راہ میں اپنا گھربار چھوڑ دیا اور حبشہ کی طرف غریب الوطنی اختیار کرلی۔

حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اپنے اہل خاندان کے ہمراہ حبشہ میں مسلسل تیرہ برس تک غریب الوطنی کی زندگی گزارتے رہے۔ مہاجرین حبشہ میں حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ وہ دوسری ہجرت حبشہ میں اپنے خاوند عبداللہ بن جحش کے ہمراہ اسی قافلے میں حبشہ پہنچی تھیں۔ جس میں حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کے افراد بھی شامل تھے۔ بدقسمتی سے عبداللہ بن جحش نے حبش پہنچ کر عیسائی مذہب اختیار کرلیا اور بے تحاشا شراب پینی شروع کر دی۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے شوہر کو بہت سمجھایا لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا اور اس نے عیسائیت کی حالت ہی میں وفات پائی۔ سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بیوہ ہونے کی اطلاع ملی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے دامن رحمت میں ڈھانپنے کا قصد فرمایا، چنانچہ جب ان کے عدت کے دن پورے ہوگئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ کے ہاتھ نجاشی شاہ حبشہ کے نام ایک دعوتی مکتوب روانہ فرمایا اس میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح بھی دیا گیا تھا۔ نجاشی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو دیا تو انہوں نے بلا تامل قبول کیا، چنانچہ نجاشی نے ایک مجلس میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا غائبانہ نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حق مہر بھی ادا کر دیا۔ یہ واقعہ 6ھ کا ہے۔ اس مبارک نکاح کے چند دن بعد نجاشی نے تمام مہاجرین حبشہ کو دو کشتیوں میں سوار کر کے مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ یہ سب ساٹھ مردوزن تھے۔ ان میں ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل خاندان بھی شامل تھے۔

Marfat.com

نجاشی نے ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ان کی زیرنگرانی مدینہ منورہ روانہ کیا تھا۔ یہ مقدس قافلہ جس دن مدینہ منورہ پہنچا، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر میں تشریف فرما تھے اور اسی روز فتح خیبر سے فارغ ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابھی مدینہ واپس آنے میں کچھ دیر تھی، لیکن حبشہ سے آنے والے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملے بغیر کہاں چین تھا۔ تمام مرد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شوق لقا میں خیبر پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال جہاں آرا سے اپنی آنکھیں روشن کیں۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرہ سال کے بچھڑے ہوئے ان جاں نثاروں کو دیکھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کمال درجے کی مسرت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر ایک سے معانقہ فرمایا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازراہ کرم ان کو بھی خیبر کے مال غنیمت میں سے حصہ دیا۔ حبشہ سے واپس آنے والے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور صحابیات رضی اللہ عنہن کو ''ذوالہجرتین'' کا عظیم لقب مرحمت ہوا کیونکہ انہوں نے دو ہجرتیں کی تھیں۔ ایک مکہ سے حبشہ کو اور دوسری حبشہ سے مدینہ منورہ کو۔ حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو بھی اس مقدس جماعت کا ایک رکن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مدینہ منورہ میں حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بنو زریق کے محلے میں قیام پذیر ہوئے۔ یہیں ان کا نکاح مشہور صحابیہ حضرت شفاء بنت عبداللہ (عدویہ) رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی سے ہوا۔

❀

غزوہ خیبر کے کچھ عرصے بعد ایک دن مشہور صحابیہ حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں، اور اپنی ضروریات بیان کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ مانگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر حاجت مند کا دامن مراد سے بھرتے تھے لیکن اتفاق سے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کو دینے کے لیے

Marfat.com

کوئی چیز نہیں تھی۔ آپ ﷺ نے معذرت فرمائی، لیکن حضرت شفائی رضی اللہ عنہا برابر اصرار کرتی رہیں۔ اتنے میں نماز کا وقت آ گیا اور حضور ﷺ مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت شفائی رضی اللہ عنہا بارگاہِ نبوی ﷺ سے اٹھ کر اپنی بیٹی کے گھر چلی گئیں جو قریب ہی تھا۔ وہاں دیکھا کہ ان کے داماد حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ گھر میں بیٹھے ہیں اور نماز کے لیے مسجد نہیں گئے۔ کسی صاحب رسول کا اذان کی آواز سن کر نماز کے لیے مسجد نہ جانا بڑی عجیب، بلکہ انہونی بات تھی۔ حضرت شفائی رضی اللہ عنہا نے داماد کو ملامت کی کہ نماز کا وقت ہو گیا اور تو گھر میں بیٹھا ہے۔ انہوں نے عرض کی:

"خالہ جان، مجھے ملامت نہ کیجئے، میرے پاس ایک ہی پرانی قمیض تھی جسے میں نے پیوند لگا رکھا تھا، رسول اللہ ﷺ نے وہ مجھ سے عاریتاً لے لی، کیونکہ آپ ﷺ کے پاس پہننے کے لائق کوئی کپڑا نہ تھا۔ اب مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ ننگے بدن صرف تہمد کے ساتھ مسجد جاؤں اور لوگوں کو بتاتا پھروں کہ حضور ﷺ نے میری قمیض عاریتاً لے لی ہے۔"

داماد کا جواب سن کر حضرت شفاء رضی اللہ عنہا پشیمان ہوئیں اور بولیں:

"میرے ماں باپ رسول اللہ ﷺ پر قربان جائیں، مجھے کیا معلوم تھا کہ حضور ﷺ کا یہ حال ہے۔ میں تو صبح سے آپ ﷺ سے کسی چیز کے لیے اصرار کر رہی تھی اور آپ ﷺ عذر فرما رہے تھے۔"

❀

غزوہ خیبر کے بعد حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ غزوات میں شرکت فرماتے رہے۔ عہد رسالت ﷺ کے آخر میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں سفیر بنا کر مصر بھیج دیا۔ وہ مصر ہی میں تھے کہ سرور عالم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ یہ

Marfat.com

المناک خبر سنتے ہی وہ مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ اس وقت حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر بیٹھ چکے تھے۔ حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ پہنچتے ہی ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

❀

11ھ میں خلافت صدیقی کے آغاز میں ہی فتنہ ارتداد و مانعین زکوٰۃ نے سر اٹھایا۔ نبوت کے جھوٹے دعویدار بھی پیدا ہو گئے۔ ان سب سے نبرد آزما ہونے اور ان کا صفایا کرنے کے لیے حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے مجاہدین اسلام کے گیارہ لشکر مرتب کیے۔ ان میں سے ایک لشکر کے سپہ سالار حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ تھے۔ انہیں یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لیے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی مدد کریں، اور اس کے بعد کندہ اور حضرموت وغیرہ کے مرتدین کی شورش رفع کریں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سوئے اتفاق سے اپنے طاقتور حریف مسیلمہ کذاب کی قوت کا صحیح اندازہ نہ کر سکے اور حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے پہنچنے سے پہلے ہی مسیلمہ سے لڑائی چھیڑ دی۔ اس کا نتیجہ ان کی پسپائی کی صورت میں نکلا۔ حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو ان کے ساتھ بھی یہی صورت پیش آئی، لیکن انہوں نے پیچھے ہٹ کر مسیلمہ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ جاری رکھی۔ اس اثناء میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، طلیحہ بن خویلد اسدی اور عیینہ بن حصین کی سرکوبی سے فارغ ہو چکے تھے۔ حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے روانہ کر دیا۔ یمامہ کے میدان میں اہل حق اور مسیلمہ کذاب کے زبردست لشکر کے درمیان اس دور کی خونریز لڑائی ہوئی۔ اس میں حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ شروع سے اخیر تک سر پر کفن باندھ کر لڑتے رہے، یہاں تک کہ مرتدین کو شکست فاش ہوئی اور ان کے لشکر کے پرخچے اڑ گئے۔ خود مسیلمہ بھی اس لڑائی میں مارا گیا۔ جنگ یمامہ کے بعد حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

فتنہ ارتداد کے کئی دوسرے محاذوں پر بھی دادِ شجاعت دی۔ اہل حق کی سرفروشی اور استقامت کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند ماہ کے اندر اندر مرتدین اور جھوٹے مدعیان نبوت کا یکسر خاتمہ ہوگیا، اور سارے عرب نے خلافت صدیقی کے سامنے سر اطاعت خم کر دیا۔

❀

13ھ میں شام کی رومی سلطنت کے خلاف جنگ کا آغاز ہوا تو حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے اس مہم کے لیے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو حمص پر، حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بلقاء اور دمشق پر، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو فلسطین پر اور حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو اردن پر مامور فرمایا اور عملی قیادت کے سلسلے میں یہ حکم دیا تھا:

''جس امیر کی حدود قیادت میں جنگ ہو، وہی امیر لشکر کی قیادت کرے گا۔ اگر میدان کارزار میں سب یکجا ہو جائیں تو تمام لشکر کے سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہوں گے۔''

عرب کی سرحد سے نکل کر مجاہدین اسلام کو جگہ جگہ کیل کانٹے سے لیس رومیوں کے بڑے بڑے جتھے ملے۔ انہوں نے مسلمانوں کی زبردست مزاحمت کی، لیکن اہل حق کے سیل بے پناہ کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ چلی۔ حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تھے۔ تبوک کے مقام پر ان کی مڈبھیڑ رومیوں کی ایک زبردست فوج سے ہوگئی۔ اس فوج کی قیادت ہرقل کے چار آزمودہ کار افسر باطلیق، جرجیس، لوقا اور صلیا کر رہے تھے۔ اس فوج کے مقابلے میں حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے لشکر کی تعداد بہت کم تھی، لیکن وہ اللہ کے بھروسے پر اس سے بھڑ گئے۔ پہلے دن کی لڑائی میں ہار جیت کا کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔ دوسرے دن پھر معرکہ کا بازار گرم ہوا تو فریقین خوب جم کر لڑے۔ عین اس وقت جبکہ لڑائی زوروں پر تھی۔ حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ وہ حضرت یزید بن

Marfat.com

ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی روانگی کے بعد بصریٰ کا عزم کر کے مدینہ منورہ سے چلے تھے۔اب جوانہوں نے رومیوں کو مسلمانوں سے نبرد آزما دیکھا تو بغیر دم لیے تکبیر کے نعرے لگاتے اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے میدان میں اتر آئے۔حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے لشکر کے لیے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی آمد تائید غیبی سے کم نہ تھی۔ سب نے مل کر تازہ جوش اور ولولے کے ساتھ رومیوں پر اس زور کا حملہ کیا کہ ان کی صفیں الٹ کر رکھ دیں۔تمام بڑے بڑے رومی افسر میدان جنگ میں کام آئے۔ یہاں تک کہ رومی فوج اپنے ہزاروں آدمی کٹوا کر بھاگ کھڑی ہوئی۔

لڑائی کے بعد حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ، حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ سے بغلگیر ہوئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو فتح کی مبارک باد دی۔اس کے بعد دونوں سپہ سالار اپنی اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گئے۔حضرت یزید ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا رخ بلقاء کے جانب تھا اور حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کا بصریٰ کی طرف۔

بصریٰ شام کے صوبے حوران کا صدر مقام تھا، اور جنگی لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔اس کا حاکم ایک رومی جرنیل روباس تھا۔حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ چار ہزار سرفروشوں کے ہمراہ یلغار کرتے ہوئے بصریٰ کے قریب پہنچے تو روباس نے مسلمانوں سے لڑنے کی بجائے صلح کر لینا مناسب سمجھا، چنانچہ اس نے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی گفت وشنید شروع کر دی۔اہل بصریٰ کو اپنے حاکم کا صلح جویانہ رویہ پسند نہ آیا، اور انہوں نے اسے مجبور کیا کہ وہ پوری قوت سے مسلمانوں کا مقابلہ کرے۔روباس نے طوعاً وکرہاً لڑائی کی تیاری شروع کر دی اور مسلمان بھی لڑائی کے لیے کمربستہ ہو گئے۔ اس اثناء میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی اپنی فوج کے ساتھ عراق عرب سے بصریٰ پہنچ گئے۔انہوں نے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر بصریٰ کے جنگجو رومیوں پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ وہ الامان والحفیظ پکار اٹھے، اور قلعہ کا دروازہ کھول

Marfat.com

کر امان کے طالب ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کو جزیے کی شرط پر امان دی۔ اس کے بعد وہ حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کو بصریٰ میں چھوڑ کر دمشق کی طرف بڑھے، اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ دوسری طرف ہرقل کو بصریٰ پر مسلمانوں کے قبضے کی اطلاع ملی، تو اس نے ایک بہت بڑی فوج جو نوے ہزار جوانوں پر مشتمل تھی مسلمانوں کے مقابلے کے لیے روانہ کی۔ اس فوج نے اجنادین پہنچ کر جنگ کی تیاریاں شروع کیں۔ حمص کا رومی حاکم وردان بھی ایک زبردست فوج کے ساتھ اس ارادے سے روانہ ہوا کہ حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کا رابطہ دمشق، بلقا اور فلسطین میں مقیم اسلامی فوجوں سے منقطع کر دے۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو رومیوں کے اجتماع اور نقل و حرکت کی خبریں ملیں، تو انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ تمام اسلامی فوجیں ایک جگہ جمع ہو کر اس طوفان کا مقابلہ کریں۔ چنانچہ وہ دمشق سے محاصرہ اٹھا کر اجنادین کی طرف بڑھے اور دوسرے افسروں کو لکھا کہ وہیں آ کر مل جائیں۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خط ملتے ہی حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بصریٰ سے اجنادین کی طرف چل پڑے۔ وردان نے ان کا راستہ کاٹنے کی بہتیری کوشش کی لیکن وہ بخیریت اجنادین پہنچ گئے۔ ان کے بعد حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی اپنی اپنی فوجیں لے کر اجنادین آ کر بڑے اسلامی لشکر کے ساتھ مل گئے۔ دوسری طرف وردان بھی اس بڑی رومی فوج میں جا شامل ہوا جس نے اجنادین میں پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔ 28 جمادی الاولیٰ 13ھ کو اجنادین کے میدان میں مسلمانوں اور رومیوں کے مابین نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ رومیوں نے داد شجاعت دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن مسلمانوں کے جوش اور جذبے کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ چلی۔ جب

Marfat.com

تذارق، قبقلار، وردان اور کئی دوسرے بڑے بڑے رومی افسر ایک ایک کر کے مارے گئے، تو رومیوں کی قوت جواب دے گئی، اور وہ سخت ابتری کے عالم میں ایلیا، قیساریہ اور حمص وغیرہ کی طرف بھاگ گئے۔ اس لڑائی میں تین ہزار کے قریب مسلمان شہید ہوئے، اور اس سے کہیں زیادہ تعداد میں رومی مارے گئے۔ شہدائے اجنادین میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی حضرت ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ بھی تھے، وہ سابقون الاولون میں سے تھے اور دو ہجرتوں سے ممتاز تھے۔ مسلمانوں نے رومیوں کا تعاقب کیا، تو راستے میں انہیں ایک تنگ گھاٹی ملی جس میں سے ایک وقت میں صرف ایک آدمی گزر سکتا تھا۔ جو مسلمان اس مقام سے پار ہو گئے ان سے رومی لڑنے لگے، حضرت ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ شہید ہو کر ایک تنگ مقام میں گر پڑے۔ اب جو مسلمان وہاں پہنچتا، وہیں رک جاتا تھا، کیونکہ آگے بڑھنے سے حضرت ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ کی لاش گھوڑوں کے سموں کے نیچے کچلی جاتی تھی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ کیفیت دیکھی، تو مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

> "مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی کو رتبہ شہادت پر فائز کیا اور اس کی روح کو اٹھا لیا۔ یہاں تو صرف اس کا جسم ہے۔ اس لیے تم لوگ اس کی لاش پر سے گھوڑے لے جاؤ اور اللہ کے دشمنوں کا مقابلہ کرو۔"

یہ کہہ کر انہوں نے گھوڑا بڑھایا۔ دوسرے لوگوں نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ اس طرح شہید راہِ حق کی لاش کے ٹکڑے اڑ گئے۔ جنگ ختم ہوئی تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بھائی کی لاش کے ٹکڑوں کو بورے میں بھر کر سپرد خاک کیا۔

اجنادین کی فتح کے بعد متحدہ اسلامی لشکر دمشق کی طرف بڑھا، اور ایک بار پھر اس کا نہایت سختی سے محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرے میں حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ باب

Marfat.com

الفرادیس پر متعین تھے اور دمشق کی پیدل فوج کے سردار تھے۔ یہ محاصرہ کئی ماہ تک جاری رہا۔ اسی دوران میں حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی، اور حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ سریر آرائے خلافت ہوئے۔ اہل دمشق کو میدان میں آکر مقابلہ کرنے کی ہمت نہ تھی۔ اس لیے وہ فصیل شہر ہی سے مسلمانوں پر تیر اور پتھر برساتے رہتے تھے۔ البتہ دو چار مواقع ایسے ضرور پیش آئے کہ بعض من چلے دستوں نے شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں پر حملہ کیا، لیکن منہ کی کھا کر پسپا ہو گئے۔ ایک دن حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے بڑے جوش و خروش سے قلعے پر حملہ کیا۔ دمشقیوں نے ان پر تیروں اور پتھروں کا مینہ برسا دیا۔ حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے کئی ساتھی شہید اور زخمی ہو گئے۔ مشہور صحابی حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ جو اجنادین میں شہید ہو چکے تھے۔ ان کی بیوی ام ابان رضی اللہ عنہا حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گئی تھیں۔ وہ قدر اندازی میں کمال درجے کی مہارت رکھتی تھیں۔ دمشقیوں نے مسلمانوں پر تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ کی، تو وہ تاک تاک کر رومیوں کو تیر مارنے لگیں۔ ایک تیر اس پادری کو لگا جو صلیب ہاتھ میں لیے رومیوں کو جوش دلا رہا تھا۔ صلیب اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر شہر پناہ کے نیچے گر پڑی۔ اس پر رومیوں میں سخت اشتعال پیدا ہوا، اور اپنے سردار توما کی سرکردگی میں دروازہ کھول کر حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے لشکر پر حملہ آور ہوئے۔ حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اس طوفانی حملے سے مطلق ہراساں نہ ہوئے اور رومیوں کو منہ توڑ جواب دیا۔ اس موقع پر ام ابان رضی اللہ عنہا یہ رجز پڑھتے ہوئے رومیوں پر تیر برسا رہی تھیں:

"ام ابان، تو اپنا انتقام لے اور ان پر پے در پے حملے کیے جا،
رومی تیرے تیروں سے چیخ اٹھے۔"

حضرت ام ابان رضی اللہ عنہا کی کمان سے نکلا ہوا ایک تیر توما کی آنکھ میں لگا، تو وہ چیخ مار کر پیچھے کی طرف بھاگا۔ اس کے لشکر نے بھی اس کا ساتھ دیا، اور سب قلعے میں گھس

Marfat.com

گئے۔محاصرہ دمشق کے دوران کئی اور مواقع پر بھی حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے کمال درجے کی شجاعت اور جانبازی کا مظاہرہ کیا، یہاں تک کہ خود حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کی سرفروشی اور استقامت کا اعتراف کیا۔کئی ماہ کے طویل محاصرے کے بعد مسلمانوں نے دمشق پر پرچم اسلام لہرا دیا۔حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے تمام اہل شہر کو امان دے دی اور مسلمانوں کو منع کر دیا کہ وہ نہ مال غنیمت لوٹیں اور نہ کسی کو قیدی بنائیں۔

دمشق کے سقوط نے رومیوں کو سخت مشتعل کر دیا، اور انہوں نے اردن کے شہر بیسان میں فوجیں جمع کرنی شروع کر رہی تھیں۔تھوڑے ہی عرصے میں وہاں چالیس اور اسی ہزار کے درمیان جنگجو رومی جمع ہو گئے۔مسلمانوں نے بیسان کے سامنے چند میل کے فاصلے پر فحل کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے اردن کی تسخیر اور امارت کے لیے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو نامزد فرمایا تھا، اور حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اس فیصلے کو برقرار رکھا تھا۔اس لیے فحل کی اسلامی فوجوں کی کمان حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی۔انہوں نے حضرت ابوالاعور سلمی رضی اللہ عنہ کو کچھ فوج دے کر طبریہ کی طرف بھیج دیا، اور خود رومیوں پر حملہ کرنے کے لیے مناسب وقت کا انتظار کرنے لگے کیونکہ بیسان میں مقیم رومیوں نے دریا کا بند توڑ دیا تھا اور فحل کے ارد گرد کا تمام علاقہ زیر آب آ گیا تھا۔جب فحل میں مسلمانوں کا قیام طویل ہو گیا تو رومی جرنیل سقلاء بن مخراق نے کثرت افواج کے زعم میں خود مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا منصوبہ بنایا، اور ایک مقررہ رات کو ایک خاص جگہ سے دلدل اور پانی عبور کر کے مسلمانوں پر آ پڑا۔دوسری طرف حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو اپنی ذمہ داریوں کا سخت احساس تھا۔وہ کسی ناگہانی افتاد سے نپٹنے کے لیے دن رات اپنے لشکر کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔رومی رات کی تاریکی میں فحل پہنچے تو انہوں نے خلاف توقع

Marfat.com

مسلمانوں کو مقابلے کے لیے تیار پایا۔ فریقین میں گھمسان کارن پڑ، اور لڑائی رات سے گزر کر دوسرے دن بھی جاری رہی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ اور حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے سرفروشی اور جانبازی کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمن کی کمر ٹوٹ گئی۔ سقلاء اور اس کے ساتھ کئی رومی جرنیل مارے گئے، اور رومی فوج بددل ہو کر بھاگ کھڑی ہوئی۔

فحل کی جنگ سے فارغ ہو کر حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر بیسان پہنچے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ محصورین زیادہ عرصے تک مسلمانوں کے مقابلے پر نہ ٹھہر سکے اور دمشق کی شرائط پر مسلمانوں سے صلح کر لی۔ اہل طبریہ کو جب اہل بیسان کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے بھی حضرت ابوالاعور سلمی رضی اللہ عنہ کے ذریعے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو صلح کا پیغام بھیجا۔ انہوں نے یہ درخواست قبول کر لی اور اہل طبریہ سے بھی صلح نامہ دمشق کی شرائط کے مطابق صلح کر لی۔ اس کے بعد حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے اردن کے دوسرے مقامات اذرعات، عمان، جرش، وغیرہ نہایت آسانی سے فتح کر لیے۔ فی الحقیقت وہاں کے باشندوں کو جم کر مقابلہ کرنے کی ہمت ہی نہ پڑی، اور سب نے صلح نامہ دمشق کی شرائط پر مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔ اس طرح تمام اردن، حوران وصحرا تک مسلمانوں کا مطیع ہو گیا، اور حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اس کی امارت کے فرائض انجام دینے لگے۔ دوسری طرف حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے حمص پر یلغار کر کے اس کو فتح کر لیا اور وہیں مقیم ہو گئے۔

❀

ہرقل شاہ روم کو جو انطاکیہ میں مقیم تھا، جب اردن اور حمص پر مسلمانوں کے قبضہ کی خبریں پہنچیں، تو وہ غم وغصے سے دیوانہ ہو گیا۔ اس نے مسلمانوں سے ایک فیصلہ کن جنگ کے لیے اپنے تمام مقبوضات میں جبری بھرتی کا حکم بھیج دیا اور ساتھ ہی

Marfat.com

رومیوں کو غیرت دلائی:

"اگر تم نے متحد ہو کر عربوں کو شام سے نہ نکالا تو تمہاری عزت و ناموس خطرے میں پڑ جائے گی۔"

جہاں جہاں ہرقل کا فرمان پہنچا، وہاں کے باشندوں میں عزم و حوصلہ اور جوش و ولولے کی لہر دوڑ گئی، اور ہر طرف سے جنگجو رومیوں کے جتھے انطاکیہ پہنچنے لگے۔ اسی طرح تھوڑی ہی مدت میں کئی لاکھ رومی ہرقل کے جھنڈے تلے مسلمانوں سے لڑنے مرنے کے لیے جمع ہو گئے۔ ہرقل نے اپنے نامور جرنیل باہان کو ایک جرار لشکر دے کر حکم دیا کہ وہ حملہ آور مسلمانوں کو نیست و نابود کر دے۔ ادھر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو رومیوں کی زبردست جنگی تیاریوں کی اطلاع ملی، تو انہوں نے قریبی علاقوں کے امراء اور افسران فوج کو مشورے کے لیے اپنے پاس (حمص) بلا بھیجا۔ جب سب جمع ہو گئے، تو حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے ساری صورت حال ان کے سامنے بیان کی اور پوچھا:

"اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے رائے دی:

"عورتوں اور بچوں کو شہر میں رہنے دیا جائے اور ہم خود باہر جا کر رومیوں سے نبرد آزما ہوں۔ ساتھ ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو دمشق اور فلسطین سے بلا لیا جائے۔"

حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بھی اس موقع پر موجود تھے۔ انہوں نے کہا:

"مجھے یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق نہیں ہے، کیونکہ اہل شہر عیسائی ہیں، ممکن ہے وہ مذہبی جنون میں مبتلا ہو کر ہماری غیر حاضری میں ہمارے اہل و عیال کو ہرقل کے حوالے کر دیں

Marfat.com

یا انہیں مارڈالیں۔"

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"تو پھر کیوں نہ عیسائیوں کو شہر سے نکال دیا جائے؟"

حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا:

"اے امیر! ہمیں یہ حق ہرگز حاصل نہیں کہ باشندوں کو شہر سے نکال دیں، کیونکہ ہم نے اس شرط پر عیسائیوں کو امان دی ہے کہ ان کے گھر اور جان و مال کی حفاظت کریں گے اور ان کو شہر سے نہیں نکالیں گے۔ اب ہم اپنے عہد سے کیسے پھر سکتے ہیں؟"

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے یہ اعتراض قبول کیا اور دوسرے لوگوں کی رائے بعض اصحاب رضی اللہ عنہم نے رائے دی کہ حمص ہی رہ کر دربار خلافت سے مدد طلب کی جائے اور دمشق اور فلسطین کی امدادی فوجوں کا انتظار کیا جائے۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اب اتنا وقت نہیں ہے، کیونکہ عیسائیوں کا ٹڈی دل ہم پر کسی وقت بھی دھاوا بول سکتا ہے۔"

آخر یہ رائے ٹھہری کہ حمص چھوڑ کر دمشق روانہ ہوں، وہاں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مشورے کے بعد آئندہ لائحہ عمل تجویز کیا جائے۔ حمص سے روانہ ہوتے وقت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے کئی لاکھ کی رقم جو بطور جزیہ وصول کی گئی تھی، اہل حمص کو یہ کہہ کر واپس کر دی کہ اب ہم تمہاری حفاظت کا ذمہ نہیں اٹھا سکتے۔ اس کا اثر اہل شہر پر یہ ہوا کہ وہ رو رو کر دعائیں مانگتے تھے کہ خدا مسلمانوں کو جلد واپس لائے اور ساتھ ہی قسمیں کھاتے تھے کہ جب تک تم زندہ ہیں قیصر اس شہر پر قبضہ نہیں کر سکتا۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ حمص سے کوچ کر کے دمشق پہنچے اور حضرت

Marfat.com

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سمیت تمام افسران فوج کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا، سب نے مختلف رائیں دیں۔ اسی اثناء میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا خط فلسطین سے پہنچا:

"رومی فوج اردن میں داخل ہوگئی ہے اور اس نے ہر طرف تہلکہ ڈال دیا ہے۔"

اب سب کی رائے یہ ٹھہری کہ اردن پہنچ کر تمام اسلامی فوجیں متحد ہو کر رومیوں کا مقابلہ کریں، اور دربار خلافت سے بھی کمک طلب کر لی جائے۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور حضرت یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے دمشق سے فوراً کوچ کیا اور تیز رفتاری سے چلتے ہوئے حدود اردن میں یرموک میدان میں پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی یہیں آ کر ان سے مل گئے۔

ادھر رومی فوجیں بھی طوفان برق و باد کی طرح آ پہنچیں اور یرموک کے بالمقابل دیر الجبل میں پڑاؤ ڈالا۔ رومی لشکر کی تعداد دو اور پانچ لاکھ کے درمیان تھی۔ ان کے مقابلے میں تمام اسلامی فوجوں کی تعداد صرف پینتیس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ تاہم ان کے حوصلے بہت بلند تھے۔ یرموک کے میدان میں کئی دن تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ فریقین میں سے کسی نے بھی داد شجاعت دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اس لڑائی میں حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ میسرہ کے سپہ سالار تھے۔ انہوں نے شروع سے اخیر تک ایسی جانبازی اور استقامت کا مظاہرہ کیا کہ ہر ایک نے ان کے جوش ایمان اور جذبہ جہاد کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔

ایک دن تیس ہزار رومیوں کے جتھے نے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے دستے پر اس زور کا حملہ کیا بیشتر مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے، لیکن حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ صرف پانچ سو آدمیوں کے ساتھ کوہ استقامت بن کر میدان جنگ میں ڈٹے

Marfat.com

رہے اور رومیوں کو آگے نہ بڑھنے دیا۔ اپنے سردار کو برابر لڑتے دیکھ کر پسپا ہونے والے مسلمان غیرت کھا کر پھر واپس آگئے۔ حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے انہیں سرزنش کی کہ یہ تم نے کیا حرکت کی۔ یہ تو بہشت کو چھوڑ کر دوزخ میں گرنے والی بات تھی۔ انہوں نے سخت مذامت کا اظہار کیا، اور پھر رومیوں پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ ان کی صفیں درہم برہم ہوگئیں اور وہ پسپا ہونے پر مجبور ہو گئے۔

ایک اور موقع پر دشمن کے ایک لاکھ تیر اندازوں نے مل کر مسلمانوں پر اس شدت سے تیر برسائے کہ سینکڑوں مجاہدین شہید یا زخمی ہو گئے۔ یہ مسلمانوں پر سخت مصیبت کا دن تھا۔ شہداء اور دوسرے زخمیوں کے علاوہ سات سو مسلمان آنکھوں میں تیر لگنے کی وجہ سے یک چشم ہو گئے۔ چنانچہ مسلمانوں میں یہ دن یوم التعویر (یک چشم ہونے کا دن) مشہور ہو گیا۔ اس نازک موقعہ پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے چند چیدہ جانبازوں کو اپنے ساتھ لیا اور تیروں کی بارش میں سرپٹ گھوڑے دوڑاتے ہوئے تیر اندازوں پر جا پڑے، اور اپنے تابڑ توڑ حملوں سے ان میں بھگدڑ مچا دی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ان جانباز ساتھیوں میں ایک حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے جانبازانِ اسلام کی ثابت قدمی اور شجاعت کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومیوں کو عبرت ناک شکست ہوئی۔ ان کے ستر ہزار سے ایک لاکھ کے درمیان آدمی میدان جنگ میں کام آئے اور ہرقل انطاکیہ سے قسطنطنیہ جانے پر مجبور ہو گیا۔ انطاکیہ سے چلتے وقت اس کی زبان پر یہ الفاظ تھے:

"الوداع اے سرزمین شام۔"

❀

یرموک کی فتح کے بعد مسلمانوں نے قنسرین، حلب، انطاکیہ، منبج، مرعش، حصن حرث، بوقا، جرمہ اور کئی دوسرے مقامات بھی تھوڑی ہی مدت میں فتح کر لیے۔

Marfat.com

اور پھر فلسطین کے مرکزی شہر بیت المقدس کا محاصرہ کرنے والی فوج میں حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔عیسائی چند ماہ تک قلعہ بند ہو کر لڑتے رہے، لیکن ہمت ہار بیٹھے اور اس شرط پر صلح کی درخواست کی کہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ خود بیت المقدس تشریف لائیں اور اپنے ہاتھ سے معاہدہ صلح لکھیں۔حضرت ابوعبیدہ ن الجراح رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کو خط لکھا:

''بیت المقدس کی فتح آپ رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری پر موقوف ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط ملا تو انہوں نے اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کر کے کاروبار خلافت ان کے سپرد کیا اور خود 13ھ میں مدینہ منورہ سے بیت المقدس کے لیے چل پڑے۔حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کے سفر بیت المقدس کی یہ شان تھی کہ نقارہ نوبت، خدم وحشم لاؤ لشکر ایک طرف، معمولی ڈیرہ اور خیمہ تک نہ تھا۔سواری میں گھوڑا تھا اور چند مہاجرین وانصار ساتھ تھے، تاہم جہاں یہ آواز پہنچتی تھی کہ عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے شام کا ارادہ کیا ہے، زمین دہل جاتی تھی۔ غرض امیر المومنین رضی اللہ عنہ اسی شان سے جابیہ پہنچے۔بیت المقدس کے عیسائی اکابر وہیں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معاہدہ صلح کی تکمیل کی۔اس کے بعد حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ بیت المقدس تشریف لے گئے، شہر میں داخل ہوئے تو دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے جلو میں تھے۔

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو اردن کا والی مقرر کر دیا تھا لیکن ان کو شام کے اکثر معرکوں میں ایک سرفروش مجاہد کی حیثیت سے حصہ لینے کی وجہ سے فرائض امارت ادا کرنے کا موقع بہت کم ملا۔جب 18ھ میں طاعون عمو اس کی ہولناک وبا شام میں پھیلی، تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا:

''اسلامی فوجیں وبا زدہ علاقوں سے ہٹ کر محفوظ مقامات پر چلی جائیں۔''

Marfat.com

لیکن حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ قبول نہ کیا اور فرمایا:

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ طاعون خدا کی رحمت اور انبیاء کی دعا ہے۔ پہلے بھی بہت سے نیک اور صالح لوگ اس مرض میں مبتلا ہو کر مر چکے ہیں، اس لیے موجودہ قیام گاہ سے ہرگز نہ ہٹنا چاہیے۔''

چنانچہ وہ اپنی جگہ مقیم رہے اور اسی وبا میں وفات پائی۔

جب حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کو طاعون عمواس میں حضرت ابوعبید بن الجراح رضی اللہ عنہ اور حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر ملی، تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی جگہ بالترتیب حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ اس کے بعد امیر المومنین وبا کے اثرات کا جائزہ لینے اور نظم ونسق بحال کرنے کے لیے دوبارہ شام تشریف لے گئے، اور ایلہ سے ہوتے ہوئے جابیہ پہنچ کر چند دین قیام فرمایا۔ جابیہ کے زمانہ قیام میں انہوں نے حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو ان کی خدمات سے سبکدوش کر دیا۔ حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''کیا آپ (رضی اللہ عنہ) نے مجھے کسی ناراضی کی بنا پر سبکدوش کیا ہے۔''

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''نہیں، تم مجھے بہت عزیز ہو، لیکن میں ایک ایسے شخص کو سارے شام کو امیر بنانا چاہتا ہوں جو تم سے زیادہ قوی ہو۔''

حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''تو مجمع عام میں اس کا اعلان کر دیجئے تا کہ مجھے لوگوں کے سامنے ندامت نہ اٹھانی پڑے۔''

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے جمع کا اعلان فرمایا:

Marfat.com

"لوگو! خدا کی قسم میں نے شرجیل (رضی اللہ عنہ) کو کسی ناراضی یا کوتاہی کے سبب امارت سے سبکدوش نہیں کیا، بلکہ ان کی جگہ ایک ایسے شخص کو امیر بنانا چاہتا ہوں، جو ان سے زیادہ قوت کے ساتھ حکومت کرے۔ میرے نزدیک اس کام کے لیے حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ موزوں ترین آدمی ہیں۔"

وبا ابھی پوری طرح ختم نہیں ہوئی تھی، اس واقعہ کے چند دن بعد حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اسی وبا میں مبتلا ہو کر خالق حقیقی کے حضور پہنچ گئے۔ اس وقت ان کی عمر 67 یا 69 برس کی تھی۔ اگرچہ حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی میدان جہاد میں گزری اور حدیث بیان کرنے کا موقع نہیں ملا پھر بھی ان سے دو حدیثیں مروی ہیں جو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں نقل کی ہیں۔

❀❀❀

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرتے ہی دل جان سے رسول اللہ ﷺ کے شیدائی بن گئے تھے۔غزوہ بدر سے پہلے ایک مرتبہ سید الخزرج حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔سرور عالم ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ ان کی عیادت کے لیے سواری پر تشریف لے گئے۔راستے میں کچھ مسلمان اور منافقین یکجا بیٹھے ہوئے تھے۔ان میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول بھی موجود تھے۔عبداللہ بن ابی سلول کو ہجرت نبوی ﷺ سے پہلے تمام اہل مدینہ (اوس و خزرج) اپنا بادشاہ بنانے پر متفق ہو گئے تھے، اور اس کے لیے تاج بھی تیار کر لیا گیا تھا، لیکن رحمت عالم ﷺ کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد یہ ساری کاروائی ختم ہو گئی تھی، اور تمام انصار نے اپنے ہاتھ حضور ﷺ کے دست مبارک میں دے دیے۔ یہ بات عبداللہ بن ابی سلول پر سخت شاق گزری اور وہ حضور ﷺ سے بغض و عناد رکھنے لگا۔حضور ﷺ کی سواری کی گرد اڑی تو اس نے اپنے دل کا غبار یوں نکالا کہ اپنی چادر ناک پر رکھ لی اور ترش روئی سے بولا:

''گرد مت اڑائیں۔''

اس کے جواب میں حضور ﷺ نے سب حاضرین مجلس کو سلام کیا اور پھر سواری سے اتر کر خدا کی وحدانیت پر ایک مختصر خطبہ دیا۔

عبداللہ بن ابی سلول نے بڑی تنگ مزاجی سے کہا:

Marfat.com

"اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی باتیں سچ ہیں تو یہ ان لوگوں کو بتائیں جو خود
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جائیں، یہاں آ کر ہم کو پریشان نہ کریں۔"

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ابن ابی کی گستاخانہ باتیں سن کر تڑپ اٹھے اور بڑے جوش کے ساتھ بولے:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور تشریف لائیں۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
ارشادات کو دل و جان سے پسند کرتے ہیں۔"

اس موقع پر بات اس قدر بڑھی کہ مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان تلوار چل جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فریقین کو ایسے انداز سے سمجھایا کہ وہ ٹھنڈے پڑ گئے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا یہی جوش ایمان اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا، جس کی بدولت انہیں بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں درجہ تقرب حاصل ہو گیا تھا۔ قبول اسلام کے بعد ان کی شاعری یکسر حق کی تبلیغ اور کفار کی مذمت کے لیے وقف ہو کر رہ گئی تھی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اپنے اشعار میں کفار کی گمراہی اور ضلالت پر ایسی چوٹ کرتے تھے کہ وہ تلملا اٹھتے تھے۔ ان کے دل میں راہ حق میں سر کٹانے کی آرزو ہر وقت مچلتی رہتی تھی۔ "الاصابہ" میں لکھا ہے:

"حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ہر غزوہ میں پیش پیش ہوتے تھے
اور واپسی میں سب سے پیچھے ہوتے تھے۔"

آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق خزرج کے خاندان حارث بن خزرج سے تھا۔ نسب نامہ یہ ہے:
عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امراء القیس بن عمرو بن امراء القیس الاکبر بن مالک الاغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج الاکبر۔ والدہ کبشہ بنت واقد بھی اسی قبیلے سے تھیں بعض روائتوں کے مطابق ان کو بھی شرف صحابیت حاصل ہے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی مشہور کنیت ابو محمد ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواضہ رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ کے ممتاز اور صاحب اثر لوگوں میں سے تھے، وہ نہ صرف لکھنا پڑھنا جانتے تھے، بلکہ ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ وہ زمانہ جاہلیت میں بھی بڑے ذی رتبہ تھے اور اسلام میں بھی۔ دنیوی عزت اور مرتبے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں فطرت سلیم سے بھی نوازا تھا۔ بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد جب مدینہ کے گھر گھر میں اسلام کا چرچا پھیلا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے بھی بلا تامل دعوت حق قبول کر لی۔ 13 نبوی میں انہیں بیعت عقبی کبیرہ میں شریک ہونے کی عظیم سعادت نصیب ہوئی۔ اس موقع پر سردار عالم ﷺ کے ایما پر یثربی اہل ایمان جو بارہ نقباء منتخب کیے ان میں سے ایک حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ہجرت کے بعد رحمت عالم ﷺ نے مدینہ منورہ کو اپنے قدوم بابرکات سے مشرف فرمایا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ان روساء مدینہ میں سے تھے جنہوں نے حضور ﷺ کا نہایت پرتپاک خیر مقدم کیا، اور آپ ﷺ سے التجا کی کہ انہیں شرف میزبانی بخشیں، لیکن یہ شرف اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مقدر میں لکھ رکھا تھا۔ اس لیے حضور ﷺ ان اصحاب رضی اللہ عنہم کو اپنی دعاؤں سے نوازتے ہوئے حکم الٰہی کے مطابق آگے بڑھ گئے۔

چند ماہ بعد سرور عالم ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے مابین مواخاۃ قائم کرائی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو جلیل القدر مہاجر صحابی حضرت مقداد بن عمرو الاسود کندی رضی اللہ عنہ کا دینی بھائی بنایا۔

صحیح بخاری میں ہے:

''مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر شروع ہوئی تو رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خود بھی گارا اور اینٹیں ڈھوتے تھے۔ اس

Marfat.com

وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا شعر ہوتا تھا جس کا ترجمہ ہے:

''الٰہی اجر تو بس آخرت کا اجر ہے۔ پس تو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔''

ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند سال بعد ایک دن ایک انصاری جن کا چہرہ نور ایمان سے چمک رہا تھا، سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی نیت سے بڑے ذوق وشوق سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف راونہ ہوئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں خطبہ دے رہے تھے۔ وہ ابھی مسجد کے باہر تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ کے دوران میں مجلس میں مسجد میں کھڑے چند لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

''اے لوگو! بیٹھ جاؤ۔''

حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سنا تو معاً ان کے قدم زمین میں گڑ گئے اور وہ اسی جگہ بیٹھ گئے۔ حضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ سے فارغ ہوئے تو کسی نے یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان صاحب کے جذبہ اطاعت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر بڑی مسرت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تمہارے دل میں اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کا جذبہ اور زیادہ کرے۔''

یہ صاحب جن کے جذبہ اطاعت نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر مسرور کیا کہ لسان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان کے لیے دعائے برکت جاری ہوگئی۔ سیدنا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ انصاری تھے۔

ان کے شوق جہاد کا یہ عالم تھا کہ بدر سے لے کر موتہ تک جس میں انہوں نے شہادت پائی کوئی ایسا نہیں تھا، جس میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب ہو کر سرفروشی اور جانبازی کا حق ادا نہ کیا ہو۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ان تین جانبازوں میں سے ایک تھے، جو میدان بدر میں عتبہ، شیبہ کے مقابلے میں نکلے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ قریش کے مبارزت خواہوں نے ان سے لڑنا پسند نہ کیا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ ان سے نبرد آزما ہوئے۔

معرکہ بدرالکبریٰ کے بعد سرور عالم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو فتح کی خوشخبری سنانے مدینہ منورہ بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی شمالی آبادی کو اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جنوبی حصہ شہر کو مژدہ فتح سنایا۔

❀

ذوالقعدہ 4ھ میں سرور عالم ﷺ غزوہ بدر ثانیہ کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب بنا کر چھوڑ گئے۔

5ھ میں غزوہ احزاب پیش آیا۔ اس میں سارے مشرکین عرب مدینہ منورہ پر چڑھ آئے، اور مسلمانوں کو خندق کھود کر اپنا دفاع کرنا پڑا۔ محاصرہ کے دوران میں مدینہ منورہ کے یہود بنو قریظہ نے غداری پر کمر باندھی لیکن حضور ﷺ کی بروقت تدابیر نے انہیں کھل کھیلنے کا موقع نہ دیا۔ اس نازک موقع پر حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو دوسرے صاحب اثر مسلمانوں کے ساتھ یہود بنو قریظہ سے گفتگو کرنے کے لیے بھیجا انہوں نے واپس آ کر حضور ﷺ کو ان کے عزائم بد سے آگاہ کیا۔

6ھ میں حدیبیہ کے مقام پر بیعت رضوان کے موقع پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو ان چودہ سو سرفروشوں میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہوا، جنہوں نے حضور ﷺ کے دست مبارک پر موت کی بیعت کی اور انہیں بارگاہ الٰہی سے "اصحاب الشجرہ" کا لقب اور رضائے خداوندی کی سند عطا ہوئی۔

Marfat.com

شوال 6ھ میں رسول اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو ایک خاص مہم پر مامور فرمایا جو "سریہ عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ" کے نام سے مشہور ہے۔ نواحِ خیبر کا ایک یہودی رئیس ابورافع سلام بن ابی الحقیق اسلام کی مخالفت میں اس قدر بڑھ گیا تھا کہ بنوغطفان کو مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کے لیے ابھار رہا تھا۔ حضور ﷺ کو اس کی ریشہ دوانیوں کا علم ہوا، تو آپ ﷺ نے رمضان المبارک 6ھ میں حضرت عبداللہ عتیک سلمی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پانچ آدمیوں کی ایک مہم ابورافع کی گوشمالی کے لیے خیبر بھیجی۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ ابورافع کو جہنم واصل کر کے اپنے ساتھیوں سمیت بخیریت مدینہ منورہ واپس آئے لیکن ابورافع کے قتل سے معاملہ سلجھ نہ سکا، کیونکہ اس کا جانشین اسیر بن رزام بھی اسلام دشمنی میں ابورافع کے نقش قدم پر چلا۔ حضور ﷺ کو اس کی معاندانہ سرگرمیوں کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو تحقیق کے لیے بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے خفیہ طور پر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو جو اطلاعات پہنچی تھیں وہ درست تھیں، چنانچہ انہوں نے واپس آ کر تمام حالات حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کر دیے۔ آپ ﷺ نے انہیں تیس سوار دے کر ہدایت فرمائی کہ خیبر جا کر اسیر کو اپنے ساتھ مدینہ منورہ لے آئیں تا کہ اس کے ساتھ دوٹوک گفتگو کی جائے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ خیبر جا کر اسیر سے ملے اور اس سے حکیمانہ انداز سے گفتگو کی کہ وہ تیس یہودیوں کو لے ان کے ساتھ ہولیا۔ اثنائے راہ میں کوئی ایسی بات ہوئی کہ مسلمانوں اور یہودیوں میں تلوار چل گئی، اور اسیر سمیت سارے یہودی مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔

7ھ میں خیبر فتح ہوا تو وہاں کی پیداوار کی قیمت کا تخمینہ لگانے کے لیے حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو مامور فرمایا۔

انہوں نے یہ کام بخوبی انجام دیا۔

Marfat.com

❀

صلح حدیبیہ میں قریش سے معاہدہ ہوا کہ آئندہ سال مسلمان مکہ میں آ کر عمرہ ادا کر سکیں گے اور تین دن قیام کر کے واپس چلے جائیں گے، چنانچہ 7ھ میں سرور عالم ﷺ نے اعلان کرا دیا:

''مسلمان ادائے عمرہ کی تیاری کریں۔''

اس حکم کے صادر ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سفر کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ 2 ذوالقعدہ 7ھ کو حضور ﷺ عمرۃ القضاہ کے لیے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ چونکہ معاہدہ حدیبیہ میں یہ شرط قرار پائی تھی کہ مسلمان غیر مسلح ہو کر مکہ میں داخل ہوں گے، اس لیے تمام ہتھیار قریہ بطن میں چھوڑ دیئے گئے۔ جب کوکبہ نبوی (ﷺ) مکہ میں داخل ہوا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سرور کونین ﷺ کے اونٹ کی مہار تھامے ہوئے تھے اور بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

''اے کافروان (ﷺ) کے راستے سے ہٹ جاؤ۔ کیونکہ تمام بھلائیاں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ ہم نے تم کو قرآن کی تاویل پر مارا ہے، اور ہم نے قرآن کی تنزیل پر تم پر ضرب لگائی ہے، جس سے سر دھڑ سے الگ ہو گئے ہیں، اور دوستوں نے دوستی کو فراموش کر دیا ہے۔ اے میرے رب میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر ایمان رکھتا ہوں۔''

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کو یہ اشعار کچھ سخت محسوس ہوئے اور انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا:

''ایسے اشعار حرم الٰہی میں اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے پڑھتے ہو۔''

حضور ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''عمر میں عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اشعار سن رہا ہوں۔ اللہ کی قسم! ان کے اشعار مشرکین پر تیر اور خنجر کا کام کرتے ہیں۔''

پھر آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم اشعار میں یہ کہو:

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اس لشکر کو زور آور کر دیا اور دشمن کے لشکروں کو اکیلے نے ہی شکست دی۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق تعمیل کی تو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی آواز ملا کر یہ الفاظ دہرائے۔ اس سے ایسی گونج پیدا ہوئی کہ فضا میں ارتعاش پیدا ہو گیا اور کفار کے دل دہل گئے۔

❀

صلح حدیبیہ کے بعد حضور اکرم ﷺ نے مختلف بادشاہوں اور حکمرانوں کے پاس تبلیغی دعوت نامے ارسال فرمائے تھے۔ ان میں ایک خط حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بصریٰ کے حاکم حارث بن شمر غسانی کے نام بھی بھیجا تھا۔ جب حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ موتہ کے مقام پر پہنچے تو وہاں کے رومی حاکم شرجیل بن عمرو غسانی نے ان کو گرفتار کر کے شہید کر ڈالا۔ قاصد کا قتل کسی مذہب یا قانون میں جائز نہیں۔ حضور ﷺ کو اپنے قاصد کی مظلومانہ شہادت کی خبر ملی تو آپ ﷺ کو سخت صدمہ ہوا اور آپ ﷺ نے جمادی الاولیٰ 8ھ میں حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے تین ہزار مجاہدین حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں مدینہ سے روانہ فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ اگر لڑائی میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امیر لشکر ہوں گے اور وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ لشکر کی قیادت کریں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان جس کو مناسب سمجھیں امیر بنا لیں۔

Marfat.com

ایک یہودی بھی اس موقع پر موجود تھا اس نے حضور ﷺ کا ارشاد سنا تو کہا کہ یہ تینوں ضرور مارے جائیں گے، کیونکہ پہلے انبیاء کے اس قسم کے کلام کا یہی نتیجہ ہوتا تھا۔ تینوں بزرگوں نے کہا:

''سچے نبی ہیں اگر ہمارے مقدر میں شہادت لکھی ہے تو زہے قسمت۔''

حضور ﷺ نے ایک سفید جھنڈا بنا کر حضرت زید رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا اور لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اہل مدینہ سے رخصت ہونے لگے تو ان کو پورا یقین تھا کہ اب اس دنیا میں دوبارہ ان لوگوں سے ملاقات نہ ہوگی۔ جب ان سے سب نے رخصتی سلام کیا اور دعا کی:

''اللہ تمہیں بخیر و عافیت واپس لائے۔''

تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھے۔ جن کا ترجمہ ہے:

''میں خدا تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اور تلوار کی ایک ایسی کاری ضرب جو جوش کو ٹھنڈا کر دے (جس سے جھاگ دار خون پانی کی طرح بہے) یا برچھے کا وار جو آنتوں اور جگر کو چیرتا ہوا نکل جائے۔ یہاں تک کہ جب لوگ میری قبر پر گزریں تو پکار اٹھیں کہ اللہ نے اس غازی کو ہدایت دی اور کامیاب کیا اور بے شک یہ ہدایت پر تھا۔''

سرور عالم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اک جماعت کے ساتھ اس مقدس لشکر کی ثنیتہ الوداع مشایعت فرمائی۔ آپ ﷺ نے اس لشکر کو تاکید فرمائی:

''بچوں بوڑھوں اور عورتوں کو نہ مارنا۔ ان کے درخت نہ کاٹنا۔ نہ ان کا گھر مسمار کرنا اور نہ ان لوگوں سے کوئی تعرض کرنا جو اپنی عبادت گاہوں میں گوشہ نشین ہیں۔''

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے گئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا جی بھر آیا اور ان کی زبان پر بے ساختہ ایک شعر آ گیا جس کا ترجمہ ہے:

''اس ذات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آخری سلام کہ میں نے جن کو کھجور کے درختوں میں رخصت کیا، جو مشایعت کرنے والوں میں سب سے بہتر ہیں اور جو سب سے بہتر دوست ہیں۔''

شرجیل بن عمرو غسانی کو مسلمانوں کی لشکر کشی کی خبر ملی تو اس نے زور و شور سے مقابلے کی تیاری کی اور ساتھ ہی ہرقل سے مدد مانگ بھیجی، جو اسی علاقے میں بلقاء کے مقام پر ایک زبردست لشکر کے ساتھ موجود تھا، اس نے تقریباً ایک لاکھ رومی جنگجو شرجیل کی مدد کے لیے بھیج دیے۔ اسلامی لشکر نے حدود شام میں داخل ہو کر معان کے مقام پر پڑاؤ ڈالا تو انہیں غنیم کی کثیر تعداد اور جنگی تیاریوں کا علم ہوا۔ بعض اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رائے دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان حالات کی اطلاع دی جائے۔ اس موقع پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے للکار کر فرمایا:

''اے لوگو! تم کس بات سے گھبرا رہے ہو، تمہارا مطلوب و مقصود تو راہ حق میں اپنی جانیں قربان کرنا ہے۔ مسلمان کبھی مادی قوت اور آدمیوں کے کثرت کے بل پر نہیں لڑتے وہ صرف دین حق کی خاطر لڑتے ہیں۔ جس نے انہیں عزت بخشی ہے آگے بڑھو اور دو کامیابیوں میں سے ایک حاصل کر لو، شہادت یا فتح۔''

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی تقریر نے تمام مجاہدین کے دلوں میں شوق شہادت کے شعلے بھڑکا دیے، اور وہ موتہ پہنچ کر رومیوں کی مہیب طاغوتی قوت سے بھڑ گئے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے علم سنبھالا، وہ بھی نوے زخم کھا کر خلد بریں کو سدھارے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

Marfat.com

ارشاد کے مطابق حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ لشکر کے قائد بنے۔انہوں نے تین دن سے کوئی غذا نہ کھائی تھی۔شہادت سے کچھ دیر پہلے ان کے سامنے گوشت رکھا گیا تاکہ کھا کر پوری قوت سے لڑنے کے قابل ہو سکیں۔ابھی پہلا لقمہ ہی منہ میں رکھا تھا کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سنی۔انہوں نے وہ لقمہ فوراً اگل دیا اور اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہا:

''جعفر دنیا سے کوچ کر گئے اور تو ابھی تک دنیا میں مشغول ہے۔''

پھر شمشیر بدست علم سنبھال کر یہ رجز پڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس گئے:

''اے نفس اگر قتل نہ ہو گا تب بھی مرے گا کہ موت کا حمام گرم کر دیا گیا ہے اور جو تیری تمنا تھی وہ پوری تھی وہ پوری ہو رہی ہے اگر تو نے ان (شہیدوں) جیسے کام کیے تو ہدایت پائے گیا۔''

لڑتے لڑتے انگلی میں شدید زخم آیا جس سے وہ لٹک گئی،حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ گھوڑے سے اتر پڑے اور پاؤں سے اس انگلی کو دبا کر ہاتھ کھینچا۔اس طرح وہ جسم سے الگ ہو گئی۔خون زیادہ نکل جانے کی وجہ سے سخت ناتوانی محسوس کی اور دل میں کچھ تردد سا پیدا ہوا کہ کیسے لڑوں،لیکن یہ تردد فوراً ہی دور ہو گیا اور انہوں نے اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہا:

''اے نفس یہ تردد اگر بیوی کے لیے ہے تو اس کو طلاق،اگر غلاموں کی وجہ سے ہے،تو وہ سب آزاد،اگر باغ اور زراعت کی وجہ سے ہے تو وہ سب اللہ کے راستے میں صدقہ کرتا ہوں۔''

اس کے بعد پھر مردانہ وار یہ رجز پڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس گئے:

''اے نفس میں تجھ کو قسم دیتا ہوں کہ تجھے میدان میں اترنا ہو گا خواہ خوشی سے اتر خواہ ناگواری سے۔

اگر لوگ جمع ہوئے اور رونے کی آواز بلند کی تو مجھے کیا ہوا کہ میں

Marfat.com

دیکھ رہا ہوں کہ اے نفس تجھے جنت میں جانے سے کراہت ہے۔

تو نے اطمینان کا بہت طویل زمانہ گزارا ہے۔ تو وہی تو ہے جو رحم کے مشکیزے میں نجس پانی کا ایک قطرہ تھا۔"

دیر تک تلوار اور نیزے سے داد شجاعت دیتے رہے۔ اسی دوران میں دشمن کے کسی سپاہی نے برچھے کا ایسا سخت وار کیا کہ متحارب صفوں کے درمیان گر گئے۔ سینے سے خون کا فوارہ چھوٹا تو اس کو اپنے ہاتھوں سے چہرے پر ملا اور مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا:

"مسلمانو اپنے بھائی کے گوشت کو بچاؤ۔"

یعنی دشمن میری لاش کو خراب نہ کرنے پائے چنانچہ مسلمانوں نے ان کے گرد گھیرا ڈال لیا اور کفار کو پیچھے دھکیل دیا۔ اسی اثنا میں ان کی روح پرواز کر گئی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ امیر لشکر بنے۔ انہوں نے غازیان دین کر مجتمع کر کے ایسا بھرپور حملہ کیا کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"جس وقت موتہ کے میدان میں مسلمان موت اور زندگی کی جنگ لڑ رہے تھے سینکڑوں میل دور مدینہ منورہ میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر پر تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا اور زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے:

"علم لیا زید (رضی اللہ عنہ) نے اور وہ شہید ہوئے۔ علم لیا اب جعفر رضی اللہ عنہ نے اور وہ شہید ہوئے۔ علم لیا اب عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اور وہ بھی شہید ہوئے۔ اب علم لیا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے اور اس کو فتح دی گئی۔"

Marfat.com

طبقات میں ہے:

"جب حضرت زید رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضور ﷺ نے ان تینوں کے لیے فرداً فرداً نام لے کر مغفرت کی دعا کی۔"

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ دربارِ رسالت ﷺ کے ان اراکین میں سے تھے جو حضور ﷺ پر فدا ہونے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ اسی لیے سرورِ عالم ﷺ کو بھی ان سے دلی انس تھا، اور آپ ﷺ ان پر بھرپور اعتماد فرماتے تھے، چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو کتابت کی خدمت تفویض فرمائی تھی جسے وہ نہایت حسن وخوبی سے انجام دیتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ دربارِ رسالت ﷺ کے تین مشہور شاعروں میں سے ایک تھے۔

استیعاب میں لکھا ہے:

"مشرکین کی ہجوگوئی کی خدمت انصار کے تین آدمیوں نے قبول کی یعنی حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لیکن ان تینوں بزرگوں کی ہجوگوئی کا موضوع مختلف تھا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ مشرکوں پر کفر کا الزام لگاتے تھے اور اس بات پر ملامت کرتے تھے کہ وہ گمراہی میں مبتلا ہیں۔"

ایک روایت میں ہے کہ سرورِ عالم ﷺ غزوہ احزاب سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"آج کے بعد کفار کو تم سے لڑنے کی جرأت نہ ہوگی، لیکن وہ تمہاری ہجو کہیں گے، تو مسلمانوں کی عزت کو تم میں کون محفوظ رکھے گا۔"

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فوراً اٹھ کر عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں۔''

چنانچہ اس کے بعد کفار کی ہجوگوئی ان کا مخصوص مشغلہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ ان ہجوؤں سے کفار سخت پریشان ہوگئے۔ سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

''عبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہ) کے اشعار کفار پر تیر ونشتر کا کام کرتے ہیں۔''

ہجوگوئی کے علاوہ ان کے متعدد نعتیہ اور رجزیہ اشعار بھی ملتے ہیں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار اس قدر پسند تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی موقوں پر اپنی زبان مبارک سے ان کے بعض اشعار دہرائے۔

ایک دفعہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر مشرکین کی ہجو میں کچھ فی البدیہہ اشعار کہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خنداں ہوگئے اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو دعا دی:

''اللہ تم کو ثابت قدم رکھے۔''

اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کی بنا پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ''شاعر رسول اللہ'' کے لقب سے مشہور ہوگئے تھے۔

تاریخ میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے صرف پچاس اشعار محفوظ رہ گئے ہیں جن میں سے بیشتر ''سیرۃ ابن ہشام'' میں ملتے ہیں۔

سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی یہ کیفیت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال جہاں آرا کی زیارت سے کبھی طبیعت سیر نہیں ہوتی تھی۔ ایک دفعہ ایک شعر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہوکر اپنے دلی جذبات کا یوں اظہار کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کھلی ہوئی نشانیاں نہ بھی ہوتیں جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روئے انور خبر رسالت دینے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا رسول برحق ثابت کرنے کے لیے کافی تھا۔''

Marfat.com

اطاعت رسول اللہ ﷺ میں اس قدر التزام تھا کہ لسان رسالت ﷺ سے جو کچھ سنتے تھے۔اس کو حرز جان بنا لیتے تھے اور اس بات کو اپنا جزو ایمان سمجھتے تھے کہ کسی تامل اور چون و چرا کے بغیر حضور ﷺ کے احکام کی تعمیل کی جائے۔ایک مرتبہ خود سرور کائنات ﷺ نے ان کے جذبہ اطاعت رسول ﷺ کی تحسین فرمائی اور اس میں زیادتی کے لیے دعا کی۔

عبادت میں انہماک کا یہ عالم تھا کہ پنجگانہ نمازوں کے علاوہ نفلی نمازیں بھی بکثرت پڑھتے تھے۔وہ نہایت عابد و زاہد تھے۔ان کا معمول تھا کہ گھر سے نکلتے وقت اور واپس آتے وقت دو دو رکعت نماز ضرور پڑھتے تھے۔حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شدید گرمی میں بھی روزہ ترک نہ کرتے تھے حتیٰ کہ سفر میں بھی صائم رہتے تھے۔ایک مرتبہ کسی سفر میں سرور عالم ﷺ کے ہمرکاب تھے۔سفر میں روزے کی یوں بھی رخصت ہوتی ہے،لیکن اس سفر میں گرمی کی وہ شدت تھی کہ روزہ رکھنے کا تصور بھی محال تھا۔اس کے باوجود سرور عالم ﷺ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ روزے سے تھے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو ذکر اللہ سے بڑا شغف تھا،اور مجالس وعظ و ذکر میں بیٹھ کر ان کو بے انتہا روحانی لذت حاصل ہوتی تھی۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

> ''حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی سے ملتے تو ان سے کہتے آؤ تھوڑی دیر کے لیے اپنے رب پر ایمان لائیں۔ایک دن یہی بات ایک صاحب سے کہی تو ان کو ناگوار گزری اور انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ یارسول اللہ ﷺ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کو دیکھئے کہ وہ ہمیں تھوڑی دیر کے لیے اپنے رب پر

Marfat.com

ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ پر رحم کرے بے شک وہ ایسی مجالس کو پسند کرتا ہے جن پر ملائکہ بھی فخر کرتے ہیں۔''

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ سے کہا:

''آؤ تھوڑی دیر کے لیے ایمان لائیں۔''

انہوں نے کہا:

''کیا ہم مومن نہیں ہیں؟''

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''بے شک ہم مومن ہیں، لیکن ہم اللہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو ہمارے ایمان میں زیادتی کا باعث ہوگا۔''

حضرت شریح بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں میں سے کسی کا ہاتھ پکڑ لیتے اور ان سے کہتے:

''آؤ تھوڑی دیر کے لیے ایمان تازہ کریں۔''

پھر وہ ان کو ساتھ لے کر مجلس ذکر میں بیٹھ جاتے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پر خشیت الٰہی کا ہر وقت غلبہ رہتا تھا۔ وہ آخرت کے خوف سے ہر وقت لرزاں و ترساں رہتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ علیل تھے اور اپنی اہلیہ کو گود میں سر رکھے ہوئے تھے، یکایک ان پر گریہ طاری ہو گیا، ان کی اہلیہ بھی رونے لگیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''تم کیوں روتی ہو؟''

انہوں نے کہا:

Marfat.com

''آپ رضی اللہ عنہ کو روتے دیکھ کر مجھے بھی رونا آگیا۔''

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''مجھے تو اللہ تعالیٰ کا یہ قول یاد آگیا۔''

''تم میں سے کوئی نہیں بچے گا مگر جہنم پر سے اس کا گزر ضرور ہوگا۔
یہ بات تیرے رب کے نزدیک ضروری اور فیصلہ شدہ ہے۔
اب میں نہیں جانتا کہ میں اس سے نجات پا جاؤں گا یا نہیں۔''

جب سورہ الشعراء کی یہ آیت اتری:

''اور جو شعراء ہیں تو ان کی پیروی حق سے بھکے ہوئے لوگ ہی کرتے ہیں۔'' (الشعراء: ۲۲۴)

تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ خوف الٰہی سے لرز اٹھے۔ روتے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سب نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ جس وقت اللہ نے یہ آیت نازل کی تو اسے علم تھا کہ ہم سب شاعر ہیں۔''

حضور ﷺ نے انہیں تسکین دیتے ہوئے فرمایا:

''تم وہ لوگ ہو جن کے بارے میں اسی سورۃ میں فرمایا گیا ہے۔''

ترجمہ: ''بجز ان شعراء کے جو ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک عمل کیے کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور انتقام لیتے ہیں اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا۔'' (الشعراء: ۲۲۷)

اس طرح سید المرسلین ﷺ نے ان پر واضح کر دیا کہ تم ان شعراء میں سے نہیں ہو، جن کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں۔

Marfat.com

حضور ﷺ کا ارشاد سن کر ان اصحاب رضی اللہ عنہم کو اطمینان ہو گیا اور وہ خوش خوش گھروں کو لوٹے۔

❀

مشہور صحابی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جو دور کے رشتہ سے ان کے بھتیجے لگتے تھے، کم سنی میں یتیم ہو گئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے ان کی پرورش کی تھی، غزوہ موتہ میں ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے۔ ان سے روایت ہے:

''حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ غزوہ موتہ کے لیے روانہ ہوئے تو مجھے اپنے پیچھے کجاوہ میں بٹھا لیا تھا، ہم ساری رات سفر کرتے رہے اور میں نے سنا کہ وہ بڑے درد اور سوز کے ساتھ اپنے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ جن کا ترجمہ ہے:

''اے میری اونٹنی جب تو نے مجھے میدانی علاقے سے چار دن کے مسافت کے فاصلے پر پہنچا دیا تو تو نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

اے اللہ! تیری شان انعام کرنا ہے اور تو ہر عیب سے پاک ہے۔ مجھ کو اپنے اہل و عیال میں واپس نہ لانا۔''

''اور مسلمان آ گئے اور مجھے سرزمین شام میں چھوڑ دیا جہاں میں ٹھہرنا چاہتا تھا۔ تجھ کو ہر قریبی نسب والے نے اللہ کی طرف جاتے ہوئے چھوڑ دیا اور بھائی بندی ختم کر دی۔

اس وقت میں تر اور خشک کھجوروں کے خوشہ سے بے نیاز ہوں کہ اپنی سیرابی کے لیے اسے جھاڑوں۔''

میں یہ اشعار سن کر رونے لگا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اپنا درہ اٹھایا اور کہا:

Marfat.com

"اے بیوقوف! تیرا کیا حرج ہے اگر اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب کرے اور تو میرے خاندان میں میرے کجاوے کو واپس لے جائے۔"

تمام اہل سیر بیان کرتے ہیں:

"سید المرسلین ﷺ کو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے بڑی محبت تھی اور آپ ﷺ ان پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔ایک مرتبہ سخت بیمار ہوئے یہاں تک کہ غشی طاری ہوگئی۔حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور ان کے پاس کھڑے ہو کر دعا کی:

"الٰہی اگر ان کی موت آئی ہو تو آسان کر ورنہ شفا دے۔"

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کی تفصیل نہیں ملتی۔البتہ ابن اثیر رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے:

"شہادت کے وقت ان کی بیوی بچے موجود تھے لیکن ان سے نسل نہیں چلی۔"

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے چند احادیث بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے مروی ہیں۔

❀❀❀

Marfat.com

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

(سالارِ دومۃ الجندل)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو بالکل خالی ہاتھ تھے۔ مال و منال میں سے ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ انصاری رضی اللہ عنہ کا دینی بھائی قرار دے دیا، حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ نے خوش دلی اور خندہ پیشانی سے انہیں خوش آمدید کہتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"میں اہل مدینہ میں سب سے زیادہ مالدار ہوں، اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بڑا فضل و کرم ہے۔ اس وقت میرے پاس دو بڑے باغ ہیں، اور دو ہی میری بیویاں ہیں، ان میں سے جو باغ آپ کو پسند ہے میں وہ آپ کے نام لگوا دیتا ہوں اور ایک بیوی کو طلاق دے کر فارغ کر دیتا ہوں تاکہ عدت گزرنے کے بعد آپ اس سے شادی کر سکیں۔ چونکہ آپ (رضی اللہ عنہ) میرے دینی بھائی ہیں لہٰذا آپ (رضی اللہ عنہ) کی ضرورت کو پیش نظر رکھنا میرا اخلاقی اور دینی فریضہ ہے۔"

سبحان اللہ! تاریخ انسانیت میں ایثار و قربانی کی بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا مثال کی جا سکتی ہے؟

Marfat.com

لیکن حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ اپنے دینی بھائی کی اس پیشکش کو قبول کریں بلکہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تیرے مال و منال اور اہل و عیال میں برکت عطا کرے، یہ ساری دولت آپ (رضی اللہ عنہ) کو مبارک ہو مجھے صرف منڈی کا پتہ بتا دیں میں خود کمائی کروں گا۔ کسی پر بوجھ بننا مجھے گوارا نہیں۔''

منڈی کا پتہ دریافت کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لے گئے اللہ کا نام لے کر تجارتی شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے تجارتی کاروبار میں برکت عطا کی چند دنوں میں ہی آپ رضی اللہ عنہ کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہوگئی۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس حالت میں حاضر ہوئے کہ خوشبو کی مہک فضا کو معطر کر رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا:

''یہ کیا انقلاب دیکھ رہا ہوں؟ یہ رنگ و نکہت کی دنیا کچھ بدلی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔ یہ خوشبو یہ مہک اور یہ معطر فضائیں کچھ اور ہی پیغام دے رہی ہیں۔''

بڑے ہی ادب و احترام کے ساتھ زیر لب مسکراتے ہوئے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے ایک انصاری عورت کے ساتھ شادی کر لی ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا:

''مہر کتنا دیا ہے؟''

انہوں نے عرض کی:

''سونے کی ایک ڈالی۔''

Marfat.com

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اب ولیمہ کرو خواہ ایک ہی بکری کا گوشت ہو۔"

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"تجارت میں اللہ تعالیٰ نے میرے تصورات سے بڑھ کر برکت عطا کی۔ صورت حال یہ تھی کہ اگر میں کسی پتھر کو اٹھاتا تو اس کے نیچے سے بھی سونا اور چاندی میرے ہاتھ لگتے۔"

آپ رضی اللہ عنہ نے تجارت کے علاوہ وسیع پیمانے پر زراعت کا کاروبار بھی اختیار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر میں ایک وسیع زرعی فارم ان کے نام الاٹ کر دیا، اور انہوں نے اپنے ذاتی وسائل سے بھی قابل کاشت اراضی وسیع پیمانے پر خریدی۔ مقام جرف کے کھیتوں کو سیراب کرنے کے لیے بیس اونٹ مخصوص تھے، اور ان سے صرف آبپاشی کا کام لیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو وافر مقدار میں مال و دولت سے نوازا اسی طرح انہوں نے بھی اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

ایک روز اناج سے بھرے ہوئے سات سو اونٹ جب مدینہ منورہ میں ایک ساتھ داخل ہوئے تو تھرتھراہٹ پیدا ہوئی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا:

"یہ آج غیر معمولی تھرتھراہٹ سنائی دے رہی ہے کیا وجہ ہے؟"

آپ کو بتایا گیا:

"عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے تقریباً سات سو اونٹوں پر مشتمل تجارتی بیڑا مدینہ میں داخل ہو رہا ہے۔"

ان کا نام سنتے ہی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"میں نے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عبد

Marfat.com

الرحمن بن عوف چھلانگیں بھرتا ہوا جنت میں داخل ہو گا۔"

کسی نے یہ بات حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو جا کر بتا دی۔ یہ بات سنتے ہی آپ رضی اللہ عنہ بے اختیار اچھل پڑے خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ پہلی فرصت میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

"اماں جان! کیا آپ (رضی اللہ عنہا) نے خود رسول اقدس ﷺ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے میرے بارے میں جنت میں داخل ہونے کی بشارت دی ہے؟"

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"ہاں۔"

تو انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولے:

"اماں جان گواہ رہنا، میں نے آج اس خوشی میں اپنا سارا تجارتی مال و متاع ان قیمتی اونٹوں سمیت مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے اللہ کی راہ میں وقف کر دیا۔"

سبحان اللہ کیا جذبہ تھا اور کیا ایمان و یقین کی بہار تھی! قربان جائیں ان ہستیوں کی اور اس ذات اقدس کے جس کی نگاہ کرم سے وہ کندن بنیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ شروع سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ کرتے رہے، لیکن اس کے باوجود وارثوں کے لیے وافر مقدار میں مال و دولت چھوڑا۔ چار بیویوں کے حصے میں اسی اسی ہزار دینار آئے، سونے کی بڑی بڑی اینٹیں متروکہ جائیداد میں سے دستیاب ہوئیں جنہیں کاٹ کر ورثاء میں تقسیم کیا گیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے غیر منقولہ وسیع جائیداد کے علاوہ ایک ہزار اونٹ، ایک سو گھوڑے اور تین ہزار بکریاں ان کی ملکیت میں تھیں۔ اتنی بڑی دولت کو دیکھ کر خوش

Marfat.com

ہونے کی بجائے اکثر و بیشتر پریشان ہو جایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا افطار کے وقت کھانا آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کھانا دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور فرمانے لگے:

''مصعب بن عمیر (رضی اللہ عنہ) مجھ سے بہت بہتر تھا۔ جب وہ شہید ہوا تو کفن کے لیے کپڑا بھی پورا میسر نہ تھا سر ڈھانپتے تو پاؤں کھلے رہتے اور پاؤں ڈھانپتے تو سر برہنہ ہو جاتا، لیکن اب دنیا ہمارے لیے کشادہ ہو گئی۔ اندیشہ ہے کہ کہیں یہ ساری نعمتیں دنیا میں ہی دے کر آخرت کی ابدی نعمتوں سے ہمیں محروم ہی نہ کر دیا جائے۔''

یہ خیال آتے ہی زار و قطار رونے لگے اور آہیں بھرنے لگے۔

کھانے کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔

اللہ اللہ آخرت کا تصور ہو تو ایسا! ایک دن اسی طرح بے اختیار رو رہے تھے۔ گریہ اور آہ و زاری کی ایک نرالی شان تھی کسی نے پوچھ لیا:

''آپ رضی اللہ عنہ اتنے رنجیدہ کیوں ہیں؟ کیا بپتا آن پڑی؟ کس مصیبت کا سامنا ہے؟ یہ نم دیدہ آنکھیں اور غم دیدہ چہرہ آخر کیوں؟''

آپ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ آپ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل و عیال کو پیٹ بھر کر جو کی روٹی کھانے کے لیے میسر نہ آتی۔ ایک ہم ہیں کہ مال و دولت کی ریل پیل ہے پتہ نہیں ہمارا انجام کیا ہوگا۔ کہیں دنیا میں سب کچھ دے دلا کر ہمیں بالکل فارغ ہی نہ کر دیا جائے۔''

تجارت اور زراعت میں بے پناہ مصروفیت کے باوجود زندگی بھر جہاد

Marfat.com

میں بھرپور حصہ لیا۔ غزوہ بدر میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جوانمردی و بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مقابلے میں آنے والے خطرناک دشمن عمیر عثمان بن کعب کا سر قلم کر دیا۔

غزوہ بدر میں پیش آنے والا ایک دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہیں:

''میں ایک جگہ کھڑا کچھ سوچ رہا تھا کہ میرے پاس یکے بعد دیگرے دو انصاری نوجوان آئے۔ دونوں آپس میں حقیقی بھائی تھے۔ ایک کا نام معاذ (رضی اللہ عنہ) اور دوسرے کا معوذ، بڑے ہی معصومانہ انداز میں انہوں نے پوچھا:

''چچا جان! ابو جہل کون ہے؟ اور اس وقت کہاں ہے؟''

میں نے پوچھا:

''بیٹو! تمہیں اس سے کام ہے؟''

کہنے لگے:

''ہم نے سنا ہے کہ وہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو گالیاں دیتا ہے۔ آج ہم یہ عزم لے کر میدان میں اترے ہیں کہ یا اسے واصل جہنم کریں گے یا خود جام شہادت نوش کریں گے۔''

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک طرف سے ابو جہل گھوڑے پر سوار بڑے طمطراق سے گردن اکڑائے ہوئے آ رہا تھا۔

میں نے کہا:

''بچو! یہ تمہارا شکار ہے۔''

یہ سنتے ہی دونوں برق رفتاری سے اس پر حملہ آور ہوئے اور چشم زدن میں اسے گھوڑے سے نیچے گرا لیا اور اس کا سر قلم کر دیا۔''

Marfat.com

❀

2ھ کو دومتہ الجندل کو اسلامی ریاست کا حصہ بنانے کے لیے لشکر اسلام کو روانہ کیا گیا۔ وہاں اسلام کا دشمن بنوکلب قبیلہ آباد تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو لشکر کا امیر مقرر کیا اپنے دست مبارک سے سر پر عمامہ باندھا اور جھنڈا تھماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''بنوکلب کو پہلے اسلام کی دعوت پیش کرنا اگر وہ مان جائیں تو بہتر ورنہ ان سے ڈٹ کر مقابلہ کرنا۔ کسی بچے، عورت اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا۔''

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے ہدایات لے کر دومتہ الجندل کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر پہلے تین دن حکمت و دانائی کے ساتھ لوگوں کو وعظ و نصیحت کی۔ اسلام کی طرف انہیں احسن طریق سے دعوت دی جس سے متاثر ہو کر بنوکلب قبیلے کا سردار اصبغ بن عمر کلبی جو عیسائیت کا گرویدہ تھا۔ دائرہ اسلام میں داخل ہوا اسے دیکھ کر بنوکلب کے بیشتر لوگ مسلمان ہو گئے۔ جنہوں نے اسلام قبول کر لیا دوسرا اہم واقعہ یہ پیش آیا کہ قبیلے کے سردار نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ اس طرح دعوت و تبلیغ کی بنیاد پر یہ علاقہ پرامن طور پر فتح ہو گیا اور کسی کا کوئی جانی و مالی نقصان نہیں ہوا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے راہ جہاد میں بے دریغ اپنا مال خرچ کیا جس سے مجاہدین کو بڑا اسہارا ملا۔

ایک دفعہ مجاہدین کے لیے پانچ سو تربیت یافتہ جنگی گھوڑے خریدے اور ایک دوسرے موقعہ پر پندرہ سو عربی النسل اصیل گھوڑے خریدے تاکہ مجاہدین کے کام آسکیں۔

وفات سے چند روز پہلے تمام غلام آزاد کر دیے تھے اور وصیت لکھوائی:

''اصحاب بدر میں جو بقید حیات ہیں ان میں سے ہر ایک کی

Marfat.com

خدمت میں وافر مقدار سو دینار پیش کیے جائیں اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن
کی خدمت میں وافر مقدار میں مال پیش کیا جائے۔"
ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اکثر یہ دعا کیا کرتی تھیں:
"الٰہی! عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہ) کو جنت کے چشمے سلسبیل سے
پانی پلانا۔"

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی خوش قسمت کے قربان جائیں، جن کے لیے رسول اقدس ﷺ نے برکت عطا کی۔ دنیا میں انہیں جنت کی بشارت دی۔ ان کے سر پر اپنے دست مبارک سے عمامہ باندھا، ان کے ہاتھ میں لشکر کا جھنڈا پکڑایا۔ جن کے لیے صدیقہ کائنات ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ ایزدی میں جنت کے ٹھنڈے میٹھے پانی سے سیراب کی درخواست کی۔

دنیا میں کسی انسان کے لیے ان اعزازات سے بڑھ کر اور کیا انعام ہو سکتا ہے۔

❀

رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک میں شرکت کا اعلان عام کیا۔ مجاہدین کے علاوہ مال و متاع کی بھی شدید ضرورت تھی کیونکہ مقابلے میں رومی لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ سفر بڑا طویل اور دشوار گزار تھا، وسائل بہت کم تھے۔ سواری کے لیے اونٹ اور گھوڑے بہت قلیل تعداد میں تھے۔ وسائل نقل و حرکت کی کمی کی وجہ سے بعض مجاہدین کو لشکر میں شامل نہ کیا جا سکا، اور وہ اس محرومی کی بنا پر زار و قطار رونے لگے اور گریہ وزاری کرتے ہوئے کہنے لگے:

"کاش! آج ہمارے پاس زادِ راہ ہوتا تو اس سعادت سے محروم نہ رہتے۔"

غزوہ تبوک کے لیے روانہ ہونے والے لشکر کو "جیش عسرۃ" یعنی لشکر تنگ دست کے نام سے پکارا گیا۔ اسی اہم ترین موقع پر شان رسول ﷺ نے راہ جہاد خرچ کرنے کی

Marfat.com

ترغیب دلائی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے۔

اس دفعہ بھی حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا پلہ بھاری رہا۔ جو کچھ بھی گھر میں موجود تھا، رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دیا۔ آپ ﷺ نے محبت بھرے انداز میں پوچھا:

''عبدالرحمن کچھ گھر میں چھوڑ آئے؟''

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا:

''یارسول اللہ ﷺ بہت کچھ چھوڑ آیا ہوں۔''

آپ ﷺ نے پوچھا:

''کتنا مال گھر میں باقی چھوڑا ہے؟''

عرض کی:

''یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ میں خرچ کرنے والے کے لیے رزق کی فراوانی، خیر و برکت اور اجر و ثواب کا وعدہ نہیں کیا؟''

آپ ﷺ نے یہ جواب سن کر اپنے جاں نثار صحابی رضی اللہ عنہ کو شفقت بھری نگاہوں سے دیکھا۔

❀

لشکر اسلام تبوک کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی شریک سفر تھے۔ راستے میں پڑاؤ کیا۔ نماز کا وقت ہوا رسول اقدس ﷺ تشریف فرما نہ تھے امامت کے فرائض حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سرانجام دیے۔ دوسری رکعت میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور اپنے اس جاں نثار صحابی رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

Marfat.com

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے تاریخی موقع پر رسول اللہ ﷺ کے رفیق سفر رہے۔

فتح مکہ کے بعد حجتہ الوداع تک پیش آنے والے تمام معرکوں میں بھرپور حصہ لیا۔ رسول اللہ 10 ھ کو داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔ خلافت کا مسئلہ پیش آیا۔ اس گتھی کو سلجھانے کے لیے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بنیادی کردار ادا کیا۔

خلیفہ اول سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کرنے کے لیے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کو نماز کے دوران جب خنجر لگا، اور آپ رضی اللہ عنہ نڈھال ہو کر گر پڑے تو بقیہ نماز حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جلدی جلدی پڑھائی اور حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر گھر پہنچایا اور عرض کی:

''اپنا نائب نامزد کر دیں۔''

تو سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام لیا اور فرمایا:

''تین دن کے اندر ان میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر لینا۔''

ان چھ افراد میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نام بھی تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے نام لیے۔

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کی تجہیز و تکفین کے بعد دو دن تک یہ مسئلہ غور طلب رہا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز پیش کی:

''چھ کی بجائے اسے تین افراد میں محدود کر دیا جائے۔''

Marfat.com

لہٰذا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبر دار ہو گئے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبر دار ہو گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حق میں رائے دی لیکن انہوں نے اپنا نام واپس لے لیا۔ اس طرح انہیں یہ حق مل گیا کہ امت کے لیے جو بھی بہتر ہو اس کے حق میں فیصلہ سنا دیں۔ بڑی سوچ و بچار کی بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلافت کا اعلان کر دیا اور آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس طرح خوش اسلوبی سے اس مسئلے کو حل کیا گیا۔ یہ واقعی ان کی زندگی کا ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

''میرے بعد جو شخص میری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی خدمت اور حفاظت کرے گا وہ یقیناً دیانت و امانت اور الصدق وصفا کا پیکر ہوگا۔''

چنانچہ یہ فریضہ نہایت خوش اسلوبی سے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سر انجام دیا۔ سفر حج میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے لیے زاد راہ اور سواری کا اہتمام کرتے، پورے سفر میں پردے کا خاص اہتمام کیا جاتا، بڑی حفاظت اور پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ حج کرواتے، امانت، دیانت، اخلاص اور خدمت کو شعار بنائے رکھتے اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی دعاؤں کے مستحق ٹھہرتے۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں دعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے جنت الفردوس کو سدھار گئے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

Marfat.com

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

(کمسن سپہ سالار)

ہجرت سے تقریباً سات سال پہلے مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قریش کے ہاتھوں ظلم وستم کا نشانہ بنتے تبلیغی میدان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مسلسل حزن وملال، غم واندوہ اومصائب وآلام کے پہاڑ ٹوٹتے۔ اس تلاطم خیز دور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں ایک خوشی کی لہر دوڑتی ہے، کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش خبری سنائی کہ ام ایمن کے گھر اللہ نے بیٹا عطا کیا ہے۔ یہ خبر سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے انور پر بے انتہا خوشی کے آثار دکھائی دینے لگے۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ خوش بخت نومولود کون ہے جس کی ولادت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر خوشی ہوئی؟

یہ نومولود حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ تھے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کو بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بے انتہا خوشی پر کوئی تعجب نہ ہوا کیونکہ سب اس نومولود کے والدین کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قریبی تعلق جانتے تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی والدہ برکہ نامی ایک حبشی عورت تھی جو ام ایمن کے نام سے مشہور ہوئی، اور یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی کنیز بھی رہ چکی تھیں۔ انہیں یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تو انہوں

Marfat.com

نے آپ ﷺ کو اپنی گود میں لیا اور آپ ﷺ کی نگہداشت کی۔ آپ ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے:

"ام ایمن میری ماں کی مانند ہے اور یہ میرے اہل بیت میں سے ہے۔"

یہ تو ہے اس خوش نصیب نومولود کی والدہ محترمہ کا تعارف، رہا اس کا باپ تو وہ محبوب رسول اللہ ﷺ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہے۔ جسے آپ ﷺ نے اپنا لے پالک بیٹا قرار دیا۔ سفر وحضر میں انہیں آپ ﷺ کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ علاوہ ازیں راز دان رسول ﷺ ہونے کی سعادت بھی ان کے حصے میں آئی۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہم عمر تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ تو اپنے نانا رسول اقدس ﷺ کی طرح حسین وجمیل تھے، لیکن اسامہ رضی اللہ عنہ اپنی حبشی والدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کی طرح سیاہ رنگ اور چپٹی ناک والے تھے، لیکن رسول اکرم ﷺ دونوں سے یکساں پیار کرتے تھے۔ شفقت بھرے انداز میں اسامہ رضی اللہ عنہ کو ایک ران پر بٹھا لیتے اور حسن رضی اللہ عنہ کو دوسری ران پر۔ کبھی دونوں کو اپنے سینے سے لگاتے اور دعا کرتے:

"الٰہی! میں ان دونوں بچوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی انہیں اپنا محبوب بنا لے۔"

غرضیکہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو بہت پیار تھا۔

ایک دفعہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ دروازے کی دہلیز پر لڑکھڑا کر گر پڑے، جس سے پیشانی پر زخم آیا اور خون بہنے لگا۔ نبی اکرم ﷺ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

"اس کا خون صاف کر دیں۔"

صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا کسی کام میں مصروف تھیں۔ اس طرف فوری توجہ نہ دے

Marfat.com

سکیں۔ نبی اکرم ﷺ نے خود آگے بڑھ کر اپنے دست مبارک سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی سے بہتا ہوا خون صاف کیا۔

❀

قریشی سردار حکیم بن حزام نے ایک قیمتی لباس رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیا۔ جسے اس نے یمن سے پچاس دینار میں خریدا تھا، اور یہ فاخرانہ لباس شاہ یمن کے لیے بطور خاص تیار کیا گیا تھا۔ یہ بہترین لباس جو آپ ﷺ نے صرف ایک مرتبہ جمعہ کے روز پہنا تھا، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو عطا کر دیا، اور وہ لباس پہن کر صبح و شام شاداں و فرحاں اپنے مہاجر و انصار نوجوان ساتھیوں کے پاس آیا کرتے تھے۔

❀

امیر المومنین حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ مجاہدین کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کر رہے تھے کہ آپ کے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں وظیفہ عطا کیا۔ پھر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی باری آئی تو اسے آپ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کی نسبت ڈیڑھ گنا وظیفہ عطا کیا۔ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ بیت المال سے تقسیم کرتے وقت حفظ مراتب اور اسلام کے لیے دی جانے والی قربانیوں کو پیش نظر رکھا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اندیشہ لاحق ہوا کہ میں امیر المومنین کی نظر میں کم درجہ پر فائز ہوں حالانکہ وہ اطاعت گزاری، جہاد اور زہد و تقویٰ میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ ان کی ہمیشہ یہ کوشش اور دلی تمنا ہوتی کہ مجھے اول درجہ کے مسلمانوں میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہو۔ وظیفہ کم ملنے کا غم نہ تھا بلکہ یہ احساس پریشان کیے ہوئے تھا کہ مجھے کم درجہ تصور کیا گیا۔ ایک روز حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عالی مقام والد حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ سے دریافت کر ہی لیا۔ عرض کی:

Marfat.com

''بابا جان! آپ (رضی اللہ عنہ) نے مال تقسیم کرتے وقت اسامہ (رضی اللہ عنہ) کو مجھ پر ترجیح دی، حالانکہ میں نے جہاد میں اسامہ (رضی اللہ عنہ) سے بڑھ کر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا ہے۔''

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسامہ (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ بہت پیار تھا، اور اس کا باپ زید رضی اللہ عنہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت پیارا تھا پھر میں اسے دوسروں پر ترجیح کیوں نہ دوں۔ اسے یہ ترجیح رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترجیحات کو پیش نظر رکھنا میرے فرائض میں شامل ہے، کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ اس کا باپ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ خادم خاص ہے جس نے اپنے ماں باپ کے پاس گھر جانا گوارا نہ کیا۔ جب اس کا باپ تلاش بسیار کے بعد دور دراز کا سفر طے کرتے ہوئے اپنے بیٹے کو حاصل کرنے کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض گزار ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اختیار دے دیا۔ جس سے حارثہ کا دل باغ باغ ہو گیا کیونکہ اسے یہ توقع نہ تھی کہ مجھے میرا بیٹا اتنی آسانی سے مل جائے گا۔ باپ نے بیٹے سے کہا چلو تیاری کرو، تیری ماں تیرے انتظار میں بے چین ہے۔ بیٹے نے کہا ابا جان میں رسول اقدس، رحمت عالم اور شاہ امم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آستانہ چھوڑ کر کہیں بھی نہیں جا سکتا۔''

باپ نے کہا:

بیٹا یہ تم کیا کہہ رہے ہو، کیا تم غلامی کو آزادی پر ترجیح دے رہے ہو؟''

Marfat.com

بیٹے نے عرض کیا:

''ابا جان! اس غلامی پر ہزار آزادی قربان، از راہ کرم آپ اصرار نہ کریں، میں مجبور ہوں میں شاہِ امم ﷺ کی محبت کا اسیر ہوں، انہیں کے در کا ہو کر رہنے کو اپنے لیے سعادت سمجھتا ہوں، یہ رقت انگیز منظر دیکھتے ہوئے رسول اکرم ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا:

''لوگو! گواہ رہنا زید رضی اللہ عنہ میرا بیٹا ہے، یہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا وارث ہوں۔''

اس کے بعد تمام مسلمان اسے زید بن محمد رضی اللہ عنہ کے نام سے پکارنے لگے۔ یہ نام اس وقت ختم ہوا جب قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا کہ لے پالک بیٹا حقیقی بیٹے کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

❀

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے حبشی معلوم ہوتے تھے۔ رنگ سیاہ تھا، ناک چپٹی تھی۔ اسلام میں رنگ ونسل کے لحاظ سے امتیاز حاصل نہیں ہوتا وہاں تو فضل وشرف، زہد وتقویٰ کے اعتبار سے حاصل ہوتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بسا اوقات پراگندہ بال، غبار آلود کپڑوں والا اللہ پر اگر قسم ڈال دے تو وہ اس کی لاج رکھتے ہوئے قسم پوری کر دیتا ہے۔''

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے کالے رنگ اور چپٹی ناک کو نہ دیکھو بلکہ اس کی پاکدامی، ذہانت، استقامت، تواضع، انکساری، زہد وتقویٰ، خشیت الٰہی، خودداری، جذبہ جہاد، اللہ ورسول اللہ ﷺ سے بے پناہ محبت اور دین کی سربلندی کے لیے مرمٹنے کا جذبہ دیکھو۔ یہی وہ خوبیاں ہیں جو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو ممتاز مقام پر فائز کرتی ہیں۔

رسول اقدس ﷺ نے انہی اوصاف حمیدہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

"اے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم آگاہ رہنا، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ مجھے تمام سے زیادہ پیارا ہے، میری دلی چاہت ہے کہ یہ تم جیسے نیک افراد میں شامل ہو، اس کا خیال رکھنا اور اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔"

❀

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ابھی عمر کی بیس بہاریں بھی نہ دیکھی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سے ایک ایسے لشکر کا سپہ سالار بنایا، جس میں حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ لشکر اسلام میں اس بات کو شدت سے محسوس بھی کیا گیا کہ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں ایک نوخیز اور ناتجربہ کار نوجوان کو سپہ سالار بنا دیا گیا ہے۔ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بعض احباب اسامہ بن زید (رضی اللہ عنہ) کی قیادت کے متعلق جز بز کر رہے ہیں کچھ ساتھیوں نے اس وقت بھی کھسر پھسر کی تھی جب اس کے باپ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنایا گیا تھا، حالانکہ اس کا باپ امارت کے لائق تھا اور اسامہ (رضی اللہ عنہ) بھی اس لائق ہے کہ اسے لشکر کا امیر بنایا جائے، یہ مجھے تم سب سے زیادہ پیارا ہے اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔"

لشکر نے ابھی کوچ نہیں کیا تھا کہ رسول اقدس ﷺ ہادی برحق ﷺ اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے، لیکن آپ ﷺ نے یہ وصیت فرما دی تھی کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کو روکا نہ جائے یہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائے۔

Marfat.com

❀

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مطابق حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر اسلام روانہ کر دیا۔

شاہ روم ہرقل کو رسول اقدس ﷺ کے وصال کی خبر ملی، اور ساتھ ہی اسے یہ خبر بھی ملی کہ شام کے سرحدی علاقے پر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر اسلام حملہ آور ہونے کے لیے بالکل تیار ہے، تو وہ بڑا حیران اور مرعوب ہوا۔ کہنے لگا:

''یہ عجیب قوم ہے اسے اپنے نبی (ﷺ) کی وفات بھی پیش قدمی سے روک نہ روک سکی۔''

اس جرأت مندانہ اقدام سے رومی لشکر سہم گیا، شاہ روم کے حوصلے پست ہو گئے، اسے دوبارہ جزیرہ نمائے عرب پر شام کے راستے حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی کیونکہ مسلمانوں کا رعب و دبدبہ ان کے دلوں پر طاری ہو چکا تھا، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جانے والا لشکر صحیح و سالم واپس لوٹا کسی ایک فرد کا بھی جانی نقصان نہیں ہوا۔

❀

رسول اقدس ﷺ نے اپنے وصال سے دو سال پہلے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ایک جتھے کا امیر بنا کر ایک مہم پر روانہ کیا۔ دشمن سے مقابلہ ہوا، فتح نصیب ہوئی، واپس مدینہ منورہ آئے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر فتح کی نوید سنائی تو آپ ﷺ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنے قریب بٹھایا اور ارشاد فرمایا:

''مجھے اس معرکے کی تفصیلات بتاؤ تمہارا یہ مقابلہ کیسا رہا؟''

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا:

''جب دشمن کا پیچھا کیا اور جلد ہی اس کو دبوچ لیا۔ میں نے اس

Marfat.com

کی طرف نیزا سیدھا کیا ہی تھا کہ اس نے لاالہ اللہ پڑھا، لیکن میں نے اس کو قتل کر دیا، میری یہ بات سنتے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا اور فرمایا افسوس اسامہ رضی اللہ عنہ تو نے اسے لا الہ الا اللہ پڑھنے کے بعد بھی قتل کر دیا۔

لاالہ اللہ کہنے والے کو قتل کرنے کا تجھے کیا حق تھا؟ آخرت میں اللہ کے سامنے تم کیا جواب دو گے؟ افسوس اسامہ (رضی اللہ عنہ) مجھے یہ سن کر بہت ہی دلی صدمہ ہوا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غم بھرے انداز میں یہ بات دہرا رہے تھے، میں یہ انداز دیکھ کر گھبرا گیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرے سارے عمل ضائع ہو گئے میں نے کہا:

''اللہ کی قسم! آج کے بعد لا الہ اللہ کہنے والے کسی بھی شخص پر میں وار نہیں کروں گا، خواہ وہ کوئی کیوں نہ ہو۔''

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے یہ سبق زندگی بھر یاد رکھا کیونکہ اس واقعہ نے ان کے دل پر گہرے اثرات مرتب کیے تھے۔ حالانکہ جس شخص کو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ اس نے مجاہدین کو نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی، ان کے نزدیک اب وہ صرف اپنی جان بچانے کے لیے لا الہ اللہ کا سہارا لینا چاہتا تھا تاکہ تازہ دم ہو کر مجاہدین کے مقابلے پر اتر آئے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے دل میں یہ بات بٹھالی کہ اگر اس قسم کے شخص کو قتل نہیں کیا جا سکتا تو کسی مومن پر تلوار اٹھانے کا قطعاً کسی کو کوئی اختیار نہیں رہ جاتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوری زندگی اس تصور کو اپنے دل مین جا گزیں رکھا۔ جب مسلمانوں میں فتنہ کبریٰ بپا ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے اپنے لشکر کے ساتھ آمنے سامنے ہوئے تو

Marfat.com

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کو بہت زیادہ محبت تھی، لیکن اس معرکہ میں ان کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہ ہوئے کیونکہ مقابلے میں مسلمان تھے اور کسی کے خلاف تلوار اٹھانے پر آمادہ نہ ہوئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو انہوں نے خط لکھا:

''اگر آپ (رضی اللہ عنہ) کسی خونخوار شیر کی کچھار میں ہوتے تو میں بلا خطر اس میں داخل ہو جاتا اور آپ (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ مل کر مقابلہ کرتا، لیکن اس معاملے میں معذرت خواہ ہوں، میری تلوار کسی مسلمان کو نشانہ نہیں بنا سکتی، مجھے وہ سبق آج تک یاد ہے جو لا الٰہ اللہ کہنے والے شخص کی گردن اڑانے کی خبر سن کر رسول اکرم ﷺ نے مجھے سکھلایا تھا۔''

آپ رضی اللہ عنہ اس فتنے کے دوران اپنے گھر سے نہ نکلے تو بعض ساتھیوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف نبرد آزما ہونے کے لیے میدان میں اتارنے کے بہت جتن کیے لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے صاف صاف ان سے یہ کہہ دیا:

''میں لا الٰہ اللہ کا اقرار کرنے والے کے خلاف قطعاً نہیں لڑوں گا میرا یہ حتمی فیصلہ ہے۔''

ایک ساتھی نے کہا:

''کیا یہ اللہ کا فرمان نہیں ہے۔''

''اور نہ ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور سہارا دین اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔''

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''یہ حکم مشرکین کے خلاف نبرد آزما ہونے کے بارے میں ہے،

Marfat.com

اس پر ہم مسلسل عمل پیرا رہے ہیں اور اللہ کے دین کے غالب
آنے تک ان سے ہمارا مقابلہ ہے۔"

❀

غزوہ احد میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنے ہم عمر بچوں کے ہمراہ میدان جہاد کی طرف نکلے۔ ان میں سے بعض کو جہاد کے لیے قبول کر لیا گیا اور بعض کو چھوٹی عمر کی بنا پر شامل جہاد نہ کیا گیا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بھی ان میں سے تھے جنہیں جہاد میں شامل نہیں کیا گیا، جب یہ واپس لوٹے تو زار و قطار رو رہے تھے کیونکہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے راہ جہاد میں شریک ہونے کا موقع نہیں دیا گیا تھا۔

❀

غزوہ خندق میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنے ہم عمر نوجوانوں کے ہمراہ میدان کی طرف نکلے تو اپنے پنجوں کے بل اونچے ہو کر چلنے لگے کہ کہیں آج بھی نوعمری کی بنا پر جہاد میں شریک ہونے سے محروم نہ کر دیے جائیں، ان کی یہ حالت دیکھ کر نبی اکرم ﷺ متبسم ہوئے اور انہیں جہاد میں شریک ہونے کی اجازت دے دی۔ جب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جہاد کے لیے تلوار اٹھائی۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر صرف پندرہ برس تھی۔

❀

غزوہ حنین میں جب مسلمان شکست سے دو چار ہوئے، تو اس نازک موقع پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ اور دیگر چھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میدان کارزار میں ثابت قدم رہے، اور اس چھوٹے سے لیکن بہادر جتھے کی بنا پر رسول اکرم ﷺ کے لیے یہ آسانی پیدا ہوئی کہ آپ ﷺ بانگ دہل پکار کر دشمن کو یہ پیغام سناتے رہے۔

Marfat.com

انا النبی لا کذب
انا ابن عبدالمطلب

❀

جنگ موتہ میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جہاد کیا۔اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال سے بھی کم تھی۔ اپنی آنکھوں سے باپ کی شہادت کا منظر دیکھا،لیکن حوصلہ نہ ہارا بلکہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی قیادت میں کفار سے نبرد آزما ہوئے۔ یہاں تک کہ یہ سپہ سالار بھی اللہ کو پیارا ہو گیا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لشکر کی قیادت سنبھالی لیکن تھوڑی دیر بعد یہ بھی شہید ہو گئے،اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے قیادت سنبھالی تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ان کی ہدایات کے مطابق میدان جنگ میں ڈٹے رہے،حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جنگی حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے لشکر اسلام کو رومی لشکر کے مضبوط آہنی پنجے سے سلامتی سے نکال لانے میں کامیاب ہو گئے،حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنے شہید باپ کے جسد خاکی کو سرزمین شام میں سپرد خاک کر کے انہی کے گھوڑے پر سوار ہو کر واپس مدینہ منورہ پہنچے۔

❀

صفر 11ھ کو رسول اکرم ﷺ نے رومیوں سے جنگ کرنے کے لیے لشکر اسلام کی تیاری کا حکم صادر فرمایا،اور اس لشکر میں حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ،حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ،حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس لشکر کا امیر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا جبکہ ان کی عمر ابھی بیس برس کی تھی۔انہیں حکم دیا کہ علاقہ بلقاء کو اپنے قبضے میں لینا ہے،یہ لشکر بھی تیاری میں مصروف تھا کہ سید المرسلین ﷺ بیمار

Marfat.com

ہو گئے۔ جب مرض شدت اختیار کر گیا تو لشکر اس صورت حال کے پیش نظر روانہ ہوا۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب رسول اللہ ﷺ پر بیماری کا شدید حملہ ہوا تو میں اور میرے چند ساتھی تیمارداری کے لیے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شدید بیماری کی وجہ سے آپ ﷺ خاموش تھے، آپ ﷺ اپنا ہاتھ اوپر اٹھاتے پھر اسے میرے کندھے پر رکھتے۔ میں سمجھ گیا کہ آپ ﷺ میرے حق میں دعا کر رہے ہیں۔''

تھوڑی ہی دیر بعد رسول اللہ ﷺ اللہ کو پیارے ہو گئے، حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کر لیا گیا، تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب ہوتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر اسلام کو سرزمین شام کی طرف روانہ کیا جس کا حکم رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں دیا تھا۔ انصار میں سے چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی رائے یہ تھی کہ لشکر کی روانگی میں کچھ تاخیر کر دی جائے تو بہتر ہوگا، انصار نے حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق بات کریں۔ اگر وہ لشکر کی فوری روانگی پر اصرار کریں تو ہماری طرف سے انہیں یہ پیغام دیں کہ لشکر کا امیر کسی ایسے شخص کو بنایا جائے جو اسامہ (رضی اللہ عنہ) سے زیادہ عمر رسیدہ اور تجربہ کار ہو، حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کی زبانی پیغام سنا تو غضبناک ہو گئے، اور غصے کی حالت میں عمر الفاروق رضی اللہ عنہ سے کہا:

''اے ابن خطاب (رضی اللہ عنہ)! کتنے افسوس کی بات ہے رسول اللہ ﷺ نے تو اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر کیا اور تم مجھے مشورہ دیتے ہو کہ میں اسے معزول کر دوں اللہ کی قسم یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔''

Marfat.com

جب حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس واپس لوٹے تو انہوں نے دریافت کیا کہ خلیفۃ المسلمین نے کیا جواب دیا؟ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہاری وجہ سے آج خلیفۃ الرسول مجھ پر خفا ہوئے۔''

جب یہ لشکر نوجوان جرنیل حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ ہوا تو حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ الوداع کہنے کے لیے تھوڑی دور تک پیدل لشکر کے ساتھ ساتھ چلے جبکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار تھے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اے خلیفہ رسول یا تو آپ (رضی اللہ عنہ) گھوڑے پر سوار ہو جائیں ورنہ میں گھوڑے سے اترتا ہوں۔''

حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''نہ آپ نیچے اتریں گے اور نہ ہی میں گھوڑے پر سوار ہوں گا۔''

پھر ارشاد فرمایا:

''کیا یہ اعزاز اور سعادت نہیں کہ کچھ عرصہ کے لیے اپنے پاؤں اللہ کی راہ میں غبار آلود کروں۔''

مدینہ طیبہ سے باہر تھوڑی دور جا کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور لشکر اسلام کو دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا اور فرمایا:

''رسول اکرم ﷺ نے جو تمہیں نصیحت کی ہے اس کے مطابق عمل کرنا۔''

پھر سرگوشی کے انداز میں ارشاد فرمایا:

''اگر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ نہ لے جاؤ تو بہتر ہوگا کیونکہ یہاں مرکز میں میرے ساتھ ان کا ہونا بہت ضروری ہے۔''

Marfat.com

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق کیا اور حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں رہنے دیا، تاکہ خلیفہ رسول کی معاونت کریں۔

❀

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کو لے کر روانہ ہوئے اور اس مشن کی کامیابی کے لیے ہر وہ کوشش کی جس کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا، پہلے مرحلے پر لشکر اسلام نے سرزمین فلسطین میں بلقاء اور قلعہ داروم کو فتح کیا، مسلمانوں کے دلوں سے روم کی سلطنت کا رعب دبدبہ ختم کر دیا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اس مہم کو سر کر کے بڑی شان وشوکت سے اپنے والد گرامی کے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوئے، اور کثیر مقدار میں مال غنیمت کے ساتھ بخیر و عافیت واپس مدینہ طیبہ لوٹے، یہاں تک کہ یہ بات لوگوں میں مشہور ہوگئی کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے بڑھ کر آج تک کوئی لشکر اتنی کثرت سے مال غنیمت نہیں لایا جتنا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ لائے ہیں۔

❀

جوں جوں وقت گزرتا گیا مسلمانوں کے دلوں میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت بڑھتی گئی، اور یہ عزت و وقار اور شان وشوکت رسول اکرم ﷺ کے ساتھ وفاداری کے نتیجے میں آپ رضی اللہ عنہ کو میسر آئی۔

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لیے اپنے بیٹے سے زیادہ وظیفہ مقرر کیا تو بیٹے نے عرض کیا:

> ”ابا جان! آپ (رضی اللہ عنہ) نے اسامہ (رضی اللہ عنہ) کے لیے تین ہزار اور میری لیے دو ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا ہے۔ حالانکہ اس کے باپ کو وہ فضلیت حاصل نہ تھی جو آپ (رضی اللہ عنہ) کو حاصل ہے اور

Marfat.com

اسامہ رضی اللہ عنہ کا وہ مقام نہیں جو میرا ہے۔"

بیٹے کی بات سن کر حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"بیٹا افسوس تجھے علم نہیں۔ سنو اس کا باپ تیرے باپ سے زیادہ رسول اقدس ﷺ کو عزیز تھا اور یہ خود بھی رسول اللہ ﷺ کو تجھ سے زیادہ پیارا تھا۔"

یہ جواب سن کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے، اور اس وظیفہ پر راضی ہو گئے جو ان کے لیے دربار خلافت سے مقرر کیا گیا تھا۔

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ جب بھی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ملتے تو خوشی سے پکار اٹھتے۔

"خوش آمدید میرا سردار آ گیا۔"

جب کوئی ان کی وارفتگی کے بارے میں سوال کرتا تو ارشاد فرماتے:

"کیا تجھے معلوم نہیں رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس لشکر کا امیر مقرر کیا تھا جس میں میں ایک سپاہی کی حیثیت سے شامل تھا۔"

❀

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"قبیلہ بنو مخزوم کی ایک خاتون نے چوری کا ارتکاب کیا۔ مقدمہ رسول اقدس ﷺ کی عدالت میں پیش ہوا۔ بنو مخزوم کو جب یہ احساس ہوا کہ ہمارے قبیلے کی خاتون پر شرعی حد نافذ ہونے کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا تو ہم کسی کو منہ دکھلانے کے قابل نہ رہیں گے، باہمی مشورہ کرنے کے بعد یہ طے پایا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سفارش کے لیے آمادہ کیا جائے

Marfat.com

کیونکہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے پیار کرتے ہیں ممکن ہے اس کی سفارش مان کر حد نافذ کرنے کا حکم صادر نہ کریں، بنو مخزوم کی لجاجت، پشیمانی و پریشانی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مخزومیہ عورت کے حق میں سفارش پیش کر دی، چونکہ یہ اللہ کی حدود میں صریحاً مداخلت کی جسارت تھی لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کلمات سنتے ہی غضبناک ہو کر فرمانے لگے:

''اسامہ رضی اللہ عنہ تجھے حدود الٰہی میں مداخلت کی جرأت کیسے ہوئی؟''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بنی اسرائیل میں یہی قباحت پائی جاتی تھی کہ اگر ان کا کوئی بڑا آدمی جرم کا ارتکاب کرتا تو اسے نظر انداز کر دیا جاتا، اور اگر کوئی عام آدمی جرم کا مرتکب ہوتا تو اس پر حد نافذ کر دی جاتی۔ اس وجہ سے یہ قوم ہلاکت کا شکار ہوئی۔ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔''

ہر چند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے بہت پیار تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر میں اللہ تعالیٰ کا پیار ہر چیز پر غالب تھا۔ کوئی قیمتی تحفہ اگر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبول کرنے کے بعد عموماً حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو دے دیا کرتے تھے جیسے کہ حکیم ابن حزام نے قیمتی چوغہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اک دفعہ پہننے کے بعد وہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔

Marfat.com

وحیہ کلبی نے ایک قیمتی لباس بطور تحفہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آپ ﷺ نے وہ بھی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اس اعتبار سے بہت ہی خوش قسمت ثابت ہوئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے منظور نظر تھے، اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے کسی کو محبوب رب العالمین (ﷺ) کی محبوبیت کا شرف حاصل ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ کی دنیائے فانی سے رحلت کے وقت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی عمر کوئی اٹھارہ بیس سال کے لگ بھگ تھی۔ سن شعور کو پہنچنے کے بعد رسول اقدس ﷺ سے فیض حاصل کرنے کا اگرچہ زیادہ وقت میسر نہ آیا، لیکن پھر بھی بعض مسائل میں ان سے رجوع کیا جاتا جس طرح کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا:

''طاعون کے متعلق رسول اقدس ﷺ کا کوئی فرمان یاد ہو تو بتائیے۔''

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں نے رسول اقدس ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل کے ایک خاص طبقے پر نازل کیا گیا۔ اس لیے جب تم سنو کہ فلاں جگہ طاعون پھیلا ہے تو وہاں نہ جاؤ اور اگر تم اس جگہ رہائش پذیر ہو جہاں طاعون کی وبا پھیلی ہوئی ہے تو وہاں سے راہ فرار اختیار نہ کرو۔''

❀

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں:

''حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کھجور کے درخت کی قیمت تقریباً ایک ہزار درہم تک پہنچ چکی تھی۔

Marfat.com

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے باغ میں کھجور کا ایک درخت کاٹ کر اس سے مغز نکالا۔ ساتھیوں نے تعجب کا اظہار کیا کہ اتنا قیمتی درخت برباد کر دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"کھجور کے مغز کا مطالبہ میری پیاری ماں نے کیا تھا۔ میری والدہ اگر کوئی مطالبہ کر دے اور اسے پورا کرنا میرے بس میں ہو تو میں ضرور پورا کرنے کی کوشش کرتا ہوں خواہ اس میں مجھے کتنا ہی نقصان برداشت کیوں نہ کرنا پڑے۔ ماں کی عظمت اور اس کی خدمت کے مقابلے میں کھجور کا یہ درخت کیا حیثیت رکھتا ہے۔"

❀❀❀

Marfat.com

حضرت عکرمہ بن ابی ہشام (رضی اللہ عنہ)

(یرموک کا مجاہد)

بنومخزوم قبیلے کا سردار، حسب ونسب کے اعتبار سے عزت و وقار کی نگاہ سے دیکھا جانے والا آتش جو جرنیل، مال و دولت کے اعتبار سے قابل رشک زندگی بسر کرنے والا قسمت کا دھنی، تیر وتفنگ کا ماہر، تیز رفتار اتنا کہ منہ زور گھوڑا بھی اس کی گرد پا کو نہ پہنچ سکے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا ہم جولی لیکن یہ اس سے بہت پہلے اسلام کی نورانی کرنوں کو اپنے سینوں میں جذب کرنے کی سعادت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے، لیکن اس کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ اس کا باپ بنا رہا۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ اس کا باپ کون تھا؟ قریشی سردار عمرو بن ہشام جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مثالی عناد، حسد اور بغض رکھنے کی وجہ سے ابو جہل کے نام سے مشہور ہوا، جس نے ظلم و بربریت کی انتہا کر دی، مسلمانوں کو اذیت پہنچانے میں جس کا کوئی ثانی نہ تھا۔ عاجزی وانکساری اخلاص و بردباری کے پیکر نو مسلم افراد کو المناک سزائیں دینے کے لیے نت نئے طریقے ایجاد کرنے میں بڑا مشاق تھا۔ کبر ونخوت، ظلم وتعدی اور مکر وفریب میں شیطان رجیم سے بھی بازی لے جانے والا تھا۔ اس نے چن چن کر مسلمانوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا، لیکن کسی کو بھی راہ حق سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ وہ دیکھو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ننگے بدن تپش سے جھلسا دینے والی

Marfat.com

ریت پر بے دریغ گھسیٹا جا رہا ہے، ادھر حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کو آگ کے دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا گیا۔

پھر عظیم المرتبت خاتون حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو عقیدہ توحید سے مخلصانہ وابستگی کی بنا پر ظلم و بربریت کا نشانہ بنایا گیا، ان تمام مظالم کے پیچھے ابوجہل کی شیطنیت کارفرما تھی، سرورِ عالم مجسم اعظم ﷺ نے اپنے جاں نثاروں کی حالت زار پہ رحم کھاتے ہوئے ہجرت کر جانے کا حکم دے دیا۔

وفا شعار اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین نے پہلے حبشہ کا رخ کیا، لیکن ابوجہل نے اپنے نمائندے حبشہ کے حکمران نجاشی کے پاس بھیجے تا کہ اسے مسلمانوں کے خلاف برگشتہ کیا جا سکے اور جب ان قدسی نفوس ہستیوں نے مدینہ منورہ کی راہ لی، اور اسے جائے امن بنانے کے لیے کوشاں تھے لیکن ابوجہل مسلح لشکر کی قیادت کرتا ہوا مدینہ منورہ کی طرف بڑھا تا کہ مٹھی بھر مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ کو جب خبر ہوئی کہ قریش ستم کی آندھی مدینہ کی طرف بڑھ رہی ہے تو آپ ﷺ بھی اپنے جاں نثاروں کو لے کر آگے بڑھتے ہوئے مقام بدر تک پہنچے، اور یہاں کفر و اسلام کا وہ پہلا معرکہ بپا ہوا جسے غزوہ بدر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ابوجہل نے لات و عزیٰ کی قسم کھاتے ہوئے کہا

"میں اس وقت تک مکہ واپس نہیں لوٹوں گا جب تک مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا نہ دوں۔"

تین دن تک قریش مکہ کے کیمپ میں اونٹ ذبح ہوتے رہے، شراب کے جام چلتے رہے، رقص و سرود کی محفل گرم رہی۔ انہیں اپنی طاقت کا گھمنڈ تھا، اور ادھر رسول اللہ ﷺ اپنے نہتے جانثاروں کے ہمراہ اللہ کے حضور سجدہ ریز تھے۔ التجائیں کر

Marfat.com

رہے تھے کہ اگر آج مٹھی بھر مسلمان میدان میں کام آگئے تو دنیا میں پروردگار عالم کا نام لیوا کوئی نہیں رہے گا۔ سجدوں کی زینت سے زمین کی سطح محروم ہو جائے گی۔ میدان بدر میں دونوں لشکر آمنے سامنے آئے، گھمسان کا رن پڑا، مجاہدین جذبہ جہاد سے سرشار میدان میں مسلسل آگے بڑھنے لگے، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ایک حیرت انگیز منظر کا نقشہ کھینچتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

"معاذ (رضی اللہ عنہ) اور معوذ (رضی اللہ عنہ) دونوں عمر مجاہد تیزی سے میری طرف بڑھے سرگوشی کے انداز میں پوچھا چچا جان ابوجہل کون ہے اور کہاں ہے؟"

میں نے پوچھا:

"تمہیں اس سے کیا کام ہے وہ تو اپنے لشکر کا سردار ہے اور بڑا ہی ظالم، جابر اور سرکش دشمن ہے۔ دونوں نوجوان بڑی معصومیت سے کہنے لگے ہم نے سنا ہے کہ وہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو گالیاں دیتا ہے، ہم نے قسم کھائی ہے کہ آج میدان میں واصل جہنم کر کے دم لیں گے یا خود جام شہادت نوش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔"

آج خالی ہاتھ میدان سے واپس نہیں لوٹیں گے، اتنے میں ابو جہل نمودار ہوا تو میں نے اشارہ کیا یہ رہا تمہارا ہدف۔ وہ میری بات سنتے ہی تیزی سے اس کی طرف لپکے۔ حملہ ایسا ناگہانی تھا کہ ابوجہل سنبھل نہ پایا۔ ایک ہی وار سے گردن لڑھک گئی۔ عکرمہ نے اپنے باپ کی چیخ سنی لات و عزیٰ اس کے کچھ کام نہ آسکے۔

Marfat.com

عکرمہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ نوخیز کار باپ پر غالب آچکے
ہیں وہ بری طرح قتل ہو کر گرا۔"

نیزے اس کا خون پی رہے ہیں لیکن اپنے باپ کو بچانے کے لیے وہ خود بھی کچھ نہ کر سکا، عکرمہ نے اپنے باپ کی حالت زار دیکھتے ہوئے جوش انتقام سے سرشار ہو کر پیچھے سے معاذ (رضی اللہ عنہ) پر تلوار کا زوردار وار کیا جس سے اس کا بایاں بازو کٹ گیا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بازو کے لٹکنے سے زحمت ہو رہی تھی تو انہوں نے ہاتھ پاؤں کے تلے دبا کر زور لگایا تو بازو کندھے سے الگ ہو گیا۔

عکرمہ اپنے بدقسمت باپ کی لاش کو وہیں چھوڑتا ہوا بھاگ کر نکل گیا، دیکھتے ہی دیکھتے قریش مکہ کی طاقت و جبروت میدان بدر کی خاک میں مل گئی، مسلمانوں نے دوسرے مشرکین کی لاشوں کے ساتھ سردار قریش کو بھی کنویں میں پھینک کر اوپر سے مٹی ڈال دی۔ اس طرح پہلے معرکہ حق و باطل میں حق غالب آیا، باطل کو منہ کی کھانا پڑی۔ حق سرفراز اور باطل سرنگوں ہوا، سربلند ہوا اسلام اور کفر سرافگندہ ہوا۔ ابوجہل کی اڑی ہوئی لمبی گردن دو ننھے مجاہدوں کے ہاتھ اس طرح کٹ کر گری جیسے کسی نے گاجر یا مولی سے کاٹ پھینکی ہو۔

❀

اس دن سے عکرمہ کے جوش انتقام میں سہ چند اضافہ ہو گیا پہلے تو اسلام کے خلاف عداوت اپنے باپ کے مرتب و مقام کی وجہ سے تھی، اور اب باپ سے انتقام لینے کے لیے دشمنی اپنے نقطہ عروج پر پہنچ گئی، اس وقت سے عکرمہ اور اس کے وہ ساتھی جن کے باپ یا بھائی معرکہ بدر میں قتل ہو چکے تھے مشرکین مکہ کے سینوں میں آگ جلانے لگے، اور مقتولین کے ورثاء کے دلوں میں انتقام کی آگ کا شعلہ بھڑکانے لگے

Marfat.com

یہاں تک کہ معرکہ احد بپا ہوا عکرمہ بن ابی جہل احد کی جانب چل نکلے۔ اپنی بیوی ام حکیم کو بھی ساتھ لیا تا کہ وہ صفوں کے پیچھے کھڑی ہو کر دیگر مقتولین کی وارث عورتوں کے ہمراہ ایک ساتھ ڈھول بجا کر نوجوانان قریش کو لڑائی کے لیے برانگیختہ کریں، تا کہ انہیں اس حالت میں دیکھ کر قریش کے شہسوار جم کر لڑیں اور میدان سے راہ فرار اختیار نہ کر سکیں۔ قریش نے شہسواروں کی دائیں جانب خالد بن ولید اور بائیں جانب عکرمہ بن ابی جہل کو متعین کر دیا، غزوہ احد میں ان دونوں شہسواروں نے ایک طوفان برپا کر دیا جس سے قریش کا پلہ بھاری ہو گیا، اور مشرکین کو اس دن بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ یہ صورت حال دیکھ کر ابوسفیان نے کہا:

"آج ہم نے بدلہ لے لیا ہے۔"

❀

رسول اللہ ﷺ عرب قبائل کی نفسیات سے پوری طرح واقف تھے، ہمہ وقت چوکس رہتے کہ کہیں اچانک کینہ پرور عرب قبائل متحدہ محاذ بنا کر حملہ کر دیں۔ قریش مکہ بدر کے مقتولین کی وجہ سے غضبناک، یہودیوں کے دو مشہور قبیلے، بنوقینقاع اور بنونضیر مدینہ سے نکال دیے جانے کی وجہ سے آتش غضب میں مبتلا، بنوغطفان اور بنوہذیل حسد و بغض کی بنا پر مسلمانوں کی جان کے دشمن، غرضیکہ ہر قبیلہ رسول مقدس ﷺ سے انتقام لینے پر تلا ہوا تھا۔ انہیں یہ غم بھی ستائے جا رہا تھا کہ ایک شخص مکہ سے خالی ہاتھ نکلا لیکن پانچ سال کے قلیل عرصے میں اس نے مدینہ طیبہ میں استحکام حاصل کر لیا۔ اب وہ اپنے جان نثاروں کے ساتھ ہر قوت سے ٹکرانے کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے، اس صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے ابوسفیان نے متحدہ محاذ ترتیب دے کر مدینہ کا محاصرہ کر لیا، سرور عالم محسن اعظم ﷺ نے مدینہ کے باہر ایک خندق تیار کروالی تا کہ

Marfat.com

دشمن کی پیش قدمی کے راستے میں رکاوٹ پیدا ہو جائے اور وہ آسانی سے مدینہ پر حملہ آور نہ ہو سکے، کئی روز تک مدینہ طیبہ کا محاصرہ رہا، شاعر ملت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حویلی میں عورتوں کو یکجا کر دیا گیا تھا تاکہ انہیں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ ان خواتین میں حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا بھی تھیں، انہوں نے ایک یہودی کو حویلی کے ارد گرد گھومتا ہوا دیکھا تو تاک کر ایسا نشانہ باندھا کہ چشم زدن میں اسے موت کے گھاٹ اتار دیا، اور پھر اس کی گردن کاٹ کر حویلی کی دیوار کے اوپر سے پھینکی جس سے دشمن کے دلوں میں رعب و دبدبہ طاری ہو گیا۔ خندق کا ایک کنارہ قدرے کم چوڑا تھا، عمرو بن عبدود، ضرار بن خطاب اور عکرمہ بن ابی جہل نے اس تنگ راستے کو غنیمت جانتے ہوئے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور چشم زدن میں خندق کو عبور کر گئے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے ان کا راستہ روک لیا، قریش کے نامی گرامی پہلوان عمرو بن عبدود کے مقابلے میں حیدر کرار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خم ٹھونک کر آئے اور اپنی ذوالفقار سے اس کے ٹکڑے کر دیئے۔ عکرمہ اور ضرار نے جب اپنے پیش رو کا یہ حشر دیکھا تو دوڑ کر اپنی جان بچانے میں ہی عافیت سمجھی۔

❀

فتح مکہ کے دن قریش اس قدر مرعوب ہو چکے تھے کہ کسی نے لشکر اسلام کے مقابلے میں آنے کی جرأت نہ کی۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ آج لشکر اسلام کی مزاحمت نہ کی جائے۔ ان کا راستہ نہ روکا جائے یہ بغیر کسی رکاوٹ کے مکہ میں داخل ہوں، اس فیصلہ کا مشرکین مکہ کو یہ فائدہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اعلان کر دیا کہ صرف مقابلہ اسی سے کیا جائے جو خم ٹھونک کر سامنے آئے۔ عکرمہ بن ابی جہل نے چند قریشی نوجوانوں کو ساتھ ملایا اور لشکر اسلام کے اس جتھے کے مقابلے کے لیے نکلا۔ جس کی قیادت حضرت خالد بن

Marfat.com

ولید رضی اللہ عنہ کر رہے تھے، لیکن یہ قریشی نوجوان بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ ان سرپٹ بھاگنے والوں میں عکرمہ بن ابی جہل بھی تھے، اس روز عکرمہ کو بہت ندامت محسوس ہوئی۔ مکہ فتح ہو جانے کے بعد اب اس کا یہاں رہنا محال تھا۔ اگرچہ سرورِ عالم محسن اعظم ﷺ نے اپنے مقابلے میں آنے والے قریش کے لیے عام معافی کا اعلان کر دیا تھا، لیکن ان میں چند اشخاص ایسے بھی تھے جن کا نام لے کر آپ ﷺ نے یہ حکم صادر فرمایا کہ اگر بیت اللہ کے پردوں میں بھی چھپے ہوں تو انہیں قتل کر دیا جائے، ان افراد کی فہرست میں عکرمہ بن ابی جہل کا نام بھی تھا۔ اس لیے وہ خوف زدہ ہو کر چپکے سے کھسک گیا، اسے اندیشہ تھا کہ اگر پکڑا گیا تو زندہ نہیں چھوڑا جاؤں گا، مکہ میں اسے کوئی جائے پناہ دکھائی نہ دے رہی تھی، اس نے جدہ اور وہاں سے یمن جانے کا ارادہ کرتے ہوئے مکہ کو خیرباد کہا، یہ وہی مکہ تھا جس میں چند دن پہلے اس کا طوطی بولتا تھا، جہاں اس کا اور اس کے باپ ابو جہل کا سکہ چلتا تھا، جہاں کا ہر باشندہ ان کا پانی بھرتا تھا کسی کو بھی سرموان کے حکم سے انحراف کی جرأت نہ تھی، اب مکہ کی سرزمین ان کے پاؤں تلے سے کھسک گئی، یہاں کے باشندے اجنبی ہو گئے، کوچہ و بازار نے آشنائی سے انکار کر دیا، اس نے یہاں سے بھاگ جانے میں عافیت سمجھی اور آنکھ بچا کر بھاگ نکلا اور یمن کی راہ لی۔

مکہ پر امن طریقے سے فتح ہو چکا تھا، معافی کا عام اعلان کر دیا گیا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عکرمہ کی بیوی ام حکیم رضی اللہ عنہا اور ہندہ بنت عتبہ اور ان کے ہمراہ دیگر چند خواتین نے سوچا کہ اب دربارِ رسالت ﷺ میں معافی کی خواستگار ہوں اور آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرتے ہوئے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی سعادت حاصل کریں۔ جب یہ خواتین سرورِ عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو اس وقت آپ ﷺ کے پاس آپ ﷺ کی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ازواج

Marfat.com

مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے دو رفیقہ حیات موجود تھیں۔ ہندہ نے پردے کی اوٹ سے بلیغانہ انداز میں بات کرتے ہوئے عرض کی:

"یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اپنے پسندیدہ بندے کو غلبہ عطا کیا۔ آپ ﷺ اس کامیابی پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ میں قرابت داری کی بنا پر آپ ﷺ سے رحم کی اپیل کرتی ہوں اور صدق دل سے اسلام قبول کرتی ہوں۔"

پھر اپنے چہرے سے نقاب ہٹا کر کہنے لگی:

"میں ہندہ بنت عتبہ ہوں۔"

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"خوش آمدید آپ کی جانب سے خیر سگالی کے کلمات سن کر دلی مسرت ہوئی۔ اسلام کے متعلق آپ ﷺ کے دل میں نرم گوشے کا پیدا ہونا خوش آئند بات ہے۔"

اس خاتون نے کہا:

"یارسول اللہ ﷺ ان مبارک لمحات سے پہلے میری دلی کیفیت یہ تھی کہ آپ ﷺ کے اور اسلام کے خلاف میرے دل میں شدید ترین نفرت کے جذبات پائے جاتے تھے، لیکن اب یکا یک نفرت کی جگہ محبت نے لے لی ہے، اب آپ ﷺ کا مشن اور آپ ﷺ کی ذات مجھے دنیا کی ہر چیز سے اچھی محسوس ہوتی ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ آپ کے ان پاکیزہ جذبات، خیالات و احساسات میں

Marfat.com

برکت عطا فرمائے۔"

بعدازاں اس نے اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔

اس کے بعد عکرمہ کی بیوی ام حکیم رضی اللہ عنہا آگے بڑھی سلام عرض کی اور اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہوئے عرض گزار ہوئی:

"یارسول اللہ ﷺ عکرمہ اس ڈر سے یمن کی طرف بھاگ گیا ہے کہ کہیں آپ ﷺ کے جانثار اسے تہ تیغ نہ کر دیں، از راہ کرم اسے پناہ دے کر شکریہ کا موقع دیں۔ آپ ﷺ تو خلق عظیم کے علمبردار ہیں، وہ کام کا آدمی ہے میں اسے راہ راست پہ لانے کی ہر ممکن کوشش کروں گی۔ میں اس کی عادات سے اچھی طرح واقف ہوں۔"

نبی رحمت ﷺ نے ام حکیم رضی اللہ عنہا کے درد بھرے جذبات کو دیکھتے ہوئے عکرمہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

"آج سے وہ پناہ میں ہے، آجائے اسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔"

دربارِ رسالت ﷺ سے ضمانت کا پروانہ حاصل کر لینے کے بعد وہ عکرمہ کی تلاش میں چل نکلی، اپنے رومی غلام کو ہمراہ لے لیا۔ راستے میں غلام کی نیت میں فتور پیدا ہو گیا وہ اس ڈورے ڈالنے لگا۔ چونکہ یہ خاتون بلا کی ذہین اور زیرک تھی، یہ اسے امید دلانے کے انداز میں ٹالتی رہی، یہاں تک کہ ایک عرب قبیلہ کی بستی میں پہنچ گئی، اس نے قبیلے کے سردار کو اپنا تعارف کراتے ہوئے صورت حال سے آگاہ کیا تو اس نے غضبناک ہو کر اسے رسیوں سے باندھ دیا۔ ناگہانی صورت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بعد وہ اکیلی سفر کرتی ہوئی تہامہ کے ساحل سمندر پر عکرمہ سے جا ملی اور کہا:

"عکرمہ! یقین مانیں میں خلق عظیم کے علم بردار، حسن اخلاق کے

Marfat.com

پیامبر اور محبت کا پرچار کرنے والے رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے آئی ہوں، اور انہوں نے کمال شفقت، محبت اور الفت کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کو پناہ دینے کے لیے رضامندی کا اظہار کر دیا ہے، بلاشبہ یہ آپ کی اور میری خوش قسمتی ہے، ہم اس پر جتنا بھی اللہ کا شکر ادا کریں کم ہے۔"

جب ام حکیم رضی اللہ عنہا ساحل پر پہنچی عکرمہ یمن جانے کے لیے کشتی میں بیٹھنے کی تیاری کر رہا تھا۔ ام حکیم رضی اللہ عنہا نے کہا:

"اب اپنے آپ کا ہلاکت میں نہ ڈالیے آپ کے مقدر اچھے ہیں میرے ساتھ واپس چلیں۔"

عکرمہ نے کہا:

"کیا تم نے ان سے بات کی ہے۔"

اس نے کہا:

"ہاں کیوں نہیں، میں نے خود رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کی تھی۔ میں آپ کی خیر خواہ ہوں، آپ کا مستقبل بہتر بنانا چاہتی ہوں۔ آپ سے مجھے دلی ہمدردی ہے اس لیے جان جوکھوں میں ڈال کر گرتی پڑتی خطرات و خدشات سے نبرد آزما ہوتی آپ کا پیچھا کرتی ہوئی یہاں تک پہنچی ہوں۔"

ام حکیم رضی اللہ عنہا نے اس انداز سے یقین دلایا کہ وہ اس کے ہمراہ واپس لوٹنے کے لیے تیار ہو گیا، راستے میں چلتے چلتے ام حکیم رضی اللہ عنہا نے عکرمہ کو اپنے رومی غلام کی حرکت کے متعلق بتایا اور یہ بھی بتایا کہ میں نے کس طرح اسے چکمہ دیتے ہوئے گرفتار کرا دیا۔ وہ

Marfat.com

یہ سن کر تڑپ اٹھا اور کہا:

''مکہ جانے سے پہلے وہاں جانا ہے جہاں اس نانہجار کو باندھا گیا ہے۔''

وہاں پہنچ کر عکرمہ نے اس بد ذات کو دیکھتے ہی موت کے گھاٹ اتارتے ہوئے پورے جوش و جذبے سے کہا:

''ارے نمک حرام مجھے غیر حاضر پا کر تیری یہ جرأت کہ میری حرم پر ڈاکہ ڈالنے کی جسارت کرے، ارے بدبخت تو اس دھرتی پر بوجھ ہے۔ تو ایک غلاظت کا ڈھیر ہے۔ تیرا زمین کے اوپر چلنا اتنا اچھا نہیں جتنا زمین کے اندر دفن ہونا تیرے لیے بہتر ہے۔ جا جہنم میں ہمیشہ اپنے زخم چاٹتے رہنا۔''

اسے قتل کرنے کے بعد سوئے مکہ روانہ ہوئے۔ راستے میں عکرمہ نے اپنی بیوی ام حکیم رضی اللہ عنہا سے خلوت کا ارادہ کیا تو اس نے کہا:

''ایسا تو اب نہیں ہو سکتا میں مسلمان ہو کر پاکیزگی اختیار کر چکی ہوں، اور تم ابھی شرک کی نجاست میں ملوث ہو۔ تم اب اس نیت سے مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔''

اسے یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا اس جواب کی اسے قطعاً توقع نہ تھی۔ وہ کہنے لگا:

''اس طرح میرے اور تمہارے درمیان بہت بڑی خلیج پیدا ہو گئی ہے۔''

جب عکرمہ اور ام حکیم رضی اللہ عنہا مکہ کے قریب پہنچے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے کہا:

''عنقریب عکرمہ تمہارے سامنے پردیسی مومن بن کر آئے گا۔ اس کے باپ کو برا بھلا نہ کہنا اس لیے کہ میت کو کوسنے سے اس کے

Marfat.com

لواحقین کو تکلیف ہوتی ہے اور میت کو دی گئی گالی اس تک نہیں پہنچتی۔"

تھوڑی دیر بعد عکرمہ اور ام حکیم رضی اللہ عنہا رسول اقدس ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو گئے، جب محسن اعظم ﷺ نے عکرمہ کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے آگے بڑھ کر خوش آمدید کہا۔ آپ ﷺ بیٹھ گئے لیکن عکرمہ سر جھکائے با ادب انداز میں خدمت اقدس ﷺ میں کھڑا رہا، لرزتے ہوئے ہونٹوں سے عرض کی:

"یا رسول اللہ ﷺ ام حکیم (رضی اللہ عنہا) نے مجھے بتایا ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے معاف کرتے ہوئے امن کی ضمانت عطا کر دی ہے۔"

سرورِ عالم ﷺ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"بالکل یہ سچ کہتی ہے تجھے ہماری طرف سے امن کی ضمانت دی گئی ہے۔ ہمارا کوئی بھی ساتھی تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچائے گا، تم بے فکر ہو کر زندگی بسر کرو۔ یہ تمہارے لیے جائے امن ہے، یہاں سکون، راحت انبساط و اطمینان سے رہو۔"

عکرمہ نے یہ محبت بھرے الفاظ سن کر سکھ کا سانس لیا اور بڑی ہی لجاحت سے پوچھا:

"یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ لوگوں کو کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔"

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ہماری دعوت کا محور یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں اس کا بندہ اور رسول ہوں۔ نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، بیت اللہ کا حج کرنا۔ یہ ہماری دعوت کے مرکزی نکات ہیں۔"

Marfat.com

عکرمہ نے کہا:

''بلاشبہ یہ سب حقیقت پر مبنی باتیں ہیں، اللہ کی قسم آپ ﷺ یہ دعوت پیش کرنے سے پہلے بھی سچائی کے علمبردار تھے، امانت و دیانت کے پرچار میں مصروف تھے۔''

یہ کہتے ہوئے کہا:

''میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔''

پھر عرض کی:

''یارسول اللہ ﷺ مجھے بتائیں کہ میں کیا کہوں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم یہ کلمات اپنی زبان سے ادا کرو:

اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندہ اور رسول ہیں۔''

سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم یہ کہو میں اللہ تعالیٰ اور حاضرین مجلس کو گواہ بنا کر اقرار کرتا ہوں کہ آج سے مسلمان مجاہد اور مہاجر ہوں۔''

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے خلوص دل سے اقرار کیا، یہ منظر دیکھ کر سرور عالم محسن اعظم ﷺ نے خوشی سے کہا:

''عکرمہ مانگو کیا مانگتے ہو آج ہر وہ چیز دینے کے لیے تیار ہوں

Marfat.com

جو میں نے کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ کو دی ہے۔"

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اشکبار آنکھوں سے کہا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ہر وہ عداوت معاف کر دیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میں نے زندگی میں روا رکھی، اور ہر اس مقابلے کی معافی دے دیں جو زمانہ جاہلیت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا اور ہر وہ بات معاف کر دیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یا غیر حاضری میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کرتا رہا۔

میں بہت نادم ہوں، اپنے کیے پر شرمندہ ہوں، دل گرفتہ ہوں، پشیمان ہوں اور ندامت کے اتھاہ سمندر میں غوطے لگا رہا ہوں، اللہ کے لیے مجھے معاف کر دیں، مجھ سے درگزر کریں۔"

وہ اپنی زبان سے یہ الفاظ کہتے جاتے تھے اور ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے، آپ کی یہ حالت زار دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائیہ کلمات کہے:

"الٰہی! اسے ہر وہ عداوت معاف کر دے جو اس نے میرے ساتھ روا رکھی، اور اس راستے کی ہر وہ لغزش معاف کر دے جس میں یہ تیرے پسندیدہ نظام اسلام کے نور کو بجھانے کے لیے کوشاں رہا۔

الٰہی! میرے سامنے یا میری غیر حاضری میں جو یہ میری عزت کے درپے ہوا میں نے اسے معاف کیا تو بھی اسے معاف کر دے۔"

یہ دعا سن کر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا اور وفور شوق سے کہا:

Marfat.com

''یارسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم لوگوں کو سیدھے راستے سے روکنے کے لیے آج سے پہلے جو کچھ خرچ کیا کرتا تھا، اس سے دوگنا زیادہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا کروں گا، آج سے پہلے میں نے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنے کی خاطر لڑائیاں لڑیں اور اب میں اللہ کی راہ کی طرف لوگوں کو لانے کے لیے پورے جوش و جذبہ سے لڑائی لڑوں گا۔''

❀

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی قسمت کا ستارہ جاگ اٹھا، تاریک دل میں نور اسلام کی روپہلی کرنوں نے چمک پیدا کر دی۔ سخت دل میں گداز پیدا ہو گیا، خوبصورت غزالی آنکھیں گدازی دل کا ترجمان بن کر آنسوؤں کے موتی دامن پر بکھیرتی رہیں۔ ایک وہ دن تھا کہ اسلام کے خلاف نفرت اور کدورت پورے شباب پر تھی اور ایک یہ دن ہے کہ اسلام محبوب ترین نظام زندگی دکھائی دیتا ہے۔ ایک وہ دور تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو گزند پہنچانا زندگی کا محبوب ترین مشغلہ تھا، اور ایک یہ دور ہے کہ ان کے اشاروں پر مٹنا حیات مستعار کی متاع عزیز بن چکا ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرتے وقت دربار رسالت ﷺ میں جو عہد و پیمان کیا تھا کہ میں اسلام کی سربلندی کے لیے جان کی بازی لگا دوں گا، وہ پورا کر دکھلایا۔ اسلام کا دامن گیر ہونے کے بعد حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ ہر محاذ میں پیش پیش رہے تاکہ ایام ماضی کی کچھ تلافی ہو سکے۔ غزوہ یرموک میں تو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ میدان جنگ کی طرف اس طرح لپکے جیسے کوئی پیاسا گرم ترین دن میں ٹھنڈے پانی کی طرف لپکتا ہے، جب اس معرکہ میں مسلمانوں پر دشمن کی طرف سے شدید دباؤ پڑا، گھوڑوں کی پیش

Marfat.com

قدی رک گئی تو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے سے نیچے اترے اور اپنی تلوار کی نیام توڑ دی اور رومیوں کی صفوں میں گھس کر بے جگری سے لڑنا شروع کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جلدی سے آگے بڑھے اور فرمایا:

''عکرمہ (رضی اللہ عنہ) اس طرح نہ کرو تمہارا یہاں شہادت پا جانا مسلمانوں کو بہت گراں گزرے گا۔''

تو انہوں نے جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر فرمایا:

''خالد (رضی اللہ عنہ)! آپ پیچھے ہٹ جائیں، آپ نے مجھ سے پہلے ایمان لا کر اپنے درجات کو بلند کر لیا۔ آپ جانتے ہیں کہ میں اور میرا باپ سب سے بڑھ کر مسلمانوں کے مخالف رہے اور انہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، آج مجھے میری حالت پر چھوڑ دیجئے تا کہ میں آج اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کر سکوں۔''

پھر پورے جوش ولولہ سے کہا:

''بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بہت سے مقامات پر میں سرور عالم محسن اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جان نثار ساتھیوں کے خلاف برسر پیکار رہا ہوں، اور آج رومیوں سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاؤں؟ یہ ناممکن ہے، بالکل انہونی بات ہے، یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔''

پھر انہوں نے ببانگ دہل یہ اعلان کیا کہ آج موت پر کون بیعت کرے گا تو ان کی جان نثاری ولولہ انگیزی سے متاثر ہو کر ان کے چچا حارث بن ہشام کے علاوہ چار سو فرزندان اسلام نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خیمے کی اوٹ میں دشمن پر زوردار حملہ کیا اور اس

Marfat.com

کے چھکے چھڑا دیے اور ثابت کر دیا کہ بہادر یوں لڑا کرتے ہیں۔ جب معرکہ یرموک میں مسلمانوں کو عظیم فتح حاصل ہو چکی تو سرزمین یرموک میں چند مجاہد زخموں سے چور لیٹے ہوئے تھے۔ جن میں حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ، عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ اور عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ تھے۔ حارث نے پینے کے لیے پانی مانگا۔ ان کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے پانی کی طرف دیکھا، حارث رضی اللہ عنہ نے کہا پہلے انہیں پلا دو، جب پانی ان کے قریب لایا گیا تو حضرت عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ نے پانی کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا تو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بھانپ گئے کہ میرے اس بھائی کو مجھ سے زیادہ پانی کی ضرورت اور طلب ہے فرمایا مجھے نہیں انہیں پلا دو، جب پانی حضرت عیاش رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی، اور جب پانی پہلے دونوں ساتھیوں کے پاس لایا گیا، وہ بھی کمال صبر اور اشیار کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے اللہ کو پیارے ہو چکے تھے، اللہ ان سب پر راضی ہو گیا اور انہیں حوض کوثر سے یقیناً شہد سے زیادہ میٹھا، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار پانی ملے گا۔

❀❀❀

Marfat.com

حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ

(سالارِ اعلیٰ اہواز)

ایران کا صوبہ اہواز ایک دشوار گزار پہاڑی علاقہ ہے۔ یہ بصرہ اور ایران کی درمیانی سرحد پر واقع ہے۔

عہد خلافت راشدہ میں یہاں ایک جنگجو اور بہادر قوم کرد آباد تھے۔ بصرہ ایک نیا شہر آباد ہوا تھا، جسے اسلامی لشکر کے لیے چھاؤنی کی حیثیت حاصل تھی۔ دفاعی اعتبار سے یہ انتہائی حساس اور اہم ترین علاقہ تھا۔ ایرانی فوج کے تابڑ توڑ حملوں سے بچنے کی ایک ہی صورت تھی کہ ایران کے مغربی صوبے اہواز پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہو جائے۔

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ ایک رات مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے اور مسئلے پر غور فکر بھی کر رہے تھے، کہ اس اہم ترین محاذ پر جانے والے لشکر کا سالارِ اعلیٰ کس کو مقرر کیا جائے۔ تجربہ کار دلاور اور بہادر مجاہدین کے نام یکے بعد دیگرے زبان پہ آ رہے تھے۔ جب حضرت سلمہ بن قیس اشجعی رضی اللہ عنہ کا نام آیا تو رک گئے فرمانے لگے:

> ”واہ واہ یہی تو میرا مطلب ہے، یہی وہ جرنیل ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔ اہواز پر حملہ آور ہونے والے لشکر کا قائد یہی مناسب رہے گا، اس میں قائدانہ صلاحیتیں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔“

صبح ہوئی تو انہیں اپنے پاس بلایا اور ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''سلمہ! میں نے تجھے ایران کے مغربی صوبے اہواز پر حملہ آور ہونے والے لشکر کا سالار اعلیٰ مقرر کیا ہے، مجھے امید ہے کہ تم اس منصب کا حق ادا کرو گے۔

اللہ کا نام لے کر لشکر کی قیادت کرتے ہوئے اس مہم پر روانہ ہو جاؤ یاد رکھنا۔ جب تم دشمن کے علاقے میں پہنچ جاؤ تو پہلے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا، اگر وہ اسلام قبول کر لیں اور تمہارے ساتھ جہاد میں شریک نہ ہوں تو ان سے صرف زکوٰۃ وصول کرنا، لیکن مال غنیمت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ ہاں اگر شریک جہاد ہوں تو انہیں مال غنیمت میں برابر کا حصہ ملے گا۔ اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیں لیکن لشکر اسلام کے مقابلے سے دستبردار ہو جائیں، اور امن کی اپیل کر دیں تو ان سے ٹیکس وصول کرنا اور اس کے بدلے انہیں مکمل تحفظ فراہم کرنا۔ انہیں کوئی ایسی تکلیف نہ دینا جسے وہ برداشت کر سکیں۔ ہاں اگر وہ ٹیکس ادا کرنے سے انکاری ہوں تو ان کے خلاف جنگ کرنا، جاؤ اللہ تمہارا حامی و ناصر ہوگا۔

ہاں سنو! اگر ایرانی فوج لڑائی کے دوران قلعہ بند ہو جائے کھلے میدان میں نکلنے سے گریز کرے اور تمہیں یہ پیغام بھیجے کہ ہم ہتھیار ڈالنے کے لیے تیار ہیں تو فوری طور پر ان کا یہ مطالبہ منظور نہ کرنا ممکن ہے کہ ان کے اس مطالبے میں کوئی مکر و فریب پوشیدہ ہو جس سے لشکر اسلام کو کسی ناقابل تلافی نقصان کا سامنا کرنا پڑے، ہاں اگر وہ قلعے سے باہر نکل کر تمہارے سامنے ہتھیار ڈال

Marfat.com

دیں تو پھر ان پر تلوار نہ چلانا، جب تم لڑائی کے لیے آمادہ ہوں تو پھر حد سے تجاوز نہ کرنا، نہ ہی کسی سے بے وفائی کرنا، نہ دشمن کے کسی بچے، عورت یا بوڑھے کو قتل کرنا اور نہ ہی کسی کا ناک کان کاٹنا، اور نہ ہی ان کی لہلہاتی سرسبز و شاداب فصل کو برباد کرنا اور نہ ہی کوئی درخت کاٹنا۔"

❀

امیر المومنین سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کی نصیحت آموز گفتگو سن کر ان کے جملہ احکامات کی تعمیل کا عہد کیا، اور لشکر کو لے کر سرزمین اہواز کی جانب روانہ ہوئے۔ سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے لشکر کو مخلصانہ دعاؤں اور نیک تمناؤں کے ساتھ الوداع کیا۔

❀

اسلامی لشکر جذبہ جہاد سے سرشار اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوا۔ لشکر اسلام کو دشوار راستے میں انتہائی نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ کبھی پہاڑ پر چڑھائی اور کبھی نشیبی علاقے میں گلے سڑے پانی کی سڑاند کا سامنا اور کہیں زہریلے اژدھوں اور بچھوؤں کی بہتات، ان تمام مصائب کو جھیلتے ہوئے لشکر اسلام کشاں کشاں اپنی منزل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ سپہ سالار حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ کی جرأت مندانہ قیادت، مومنانہ بصیرت اور مخلصانہ وحکیمانہ قیادت میں لشکر اسلام شاداں و فرحاں اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہا۔ سالار اعلیٰ کے حکیمانہ مشوروں سے دلوں میں حوصلے اور حوصلوں میں جان پیدا ہو رہی تھی۔ مجاہدین کی زبانوں پر قرآنی آیات کا ورد مسلسل جاری رہتا۔ رات کو جہاں بھی قیام کیا جاتا قرآنی آیات کا ورد جاری رہتا اور قرآنی آیات کی نغمگی دلپذیر آواز سے فضا معمور ہو جاتی، رات کے بیشتر حصے میں مجاہدین قرآن مجید کی ضیاء پاشیوں سے اپنے سینوں کو منور کرنے کی سعادت حاصل کرتے، اور

Marfat.com

اس بحر بیکراں میں غوطہ زن ہو کر اس کے معنوی جوہرات سے اپنے دامن کو بھرتے رہتے، قرآن حکیم سے لذت آشنائی کٹھن منزل کو آسان کرنے کا باعث بنتی۔

مجاہدین کی دلی تمنا یہی ہوتی کہ یہ عطر بیز فضائیں انہیں سدا میسر رہیں اور اسی ماحول میں زندگی تمام ہو جائے۔

❀

لشکر اسلام کے جرنیل حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق ایران کے مغربی صوبے اہواز کے باسیوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، لیکن انہوں نے اسلام قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اس طرح لشکر کے لیے لڑائی کے سوا کوئی راستہ باقی نہ رہا لہٰذا مجاہدین اللہ کا نام لے کر میدان جنگ میں اتر آئے، دیکھتے ہی دیکھتے میدان کارزار گرم ہوا، گھمسان کا رن پڑا، لڑائی کے شعلے بھڑک اٹھے، تلواروں کی جھنجھناہٹ سے میدان جنگ گونج اٹھا۔ دونوں طرف سے مقابلہ برابر کا تھا۔ مجاہدین جذبہ جہاد اور شوق شہادت سے سرشار میدان میں اپنی طاقت کے جوہر دکھلا رہے تھے آخر کار لشکر اسلام کو فتح نصیب ہوئی اور اہواز پر مسلمانوں کا مکمل قبضہ ہو گیا۔

جب لڑائی ختم ہو گئی، مال غنیمت اکٹھا کیا گیا، سالار لشکر حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ اسے مجاہدین میں تقسیم کرنے لگے تو ان کی نظر ایک عمدہ، اعلیٰ اور قیمتی ہار پر پڑی۔ ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ یہ ہار امیر المومنین سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کو بطور تحفہ پیش کیا جائے، آپ رضی اللہ عنہ نے تمام مجاہدین سے مخاطب ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا:

> "دیکھو اگر یہ ہار میں تمہارے درمیان تقسیم کر دوں تو اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا، اور تقسیم کی صورت میں اس چمکدار اور دیدہ زیب ہار کی اہمیت بھی ختم ہو جائے گی اور اگر تم خوش دلی سے

Marfat.com

مجھے اجازت دو تو میں یہ ہار امیر المومنین سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کر دوں۔"

سب نے بیک زبان کہا:

"ہاں ضرور بھیج دیجئے آپ (رضی اللہ عنہ) کی یہ تجویز نہایت مناسب ہے۔"

آپ رضی اللہ عنہ نے ہار ایک خوبصورت ڈبے میں بند کیا اور اپنے قریبی رشتہ دار کو بلا کر کہا:

"تم مدینہ منورہ روانہ ہو جاؤ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو فتح کی نوید سنانا پھر اس کے بعد یہ ہار ان کی خدمت میں پیش کرنا اور اپنا خادم بھی ساتھ لیتے جانا تا کہ وہ راستے میں تمہارا معاون ہو۔"

دارالخلافہ مدینہ منورہ میں پہنچ کر اس کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا وہ ہر ایک کے لیے سبق آموز ہے۔

سالار اعلیٰ حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ کے قریبی رشتہ دار اپنے خادم خاص کے ساتھ امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے ملاقات اور انہیں فتح و نصرت کی خوشگوار خبر کی اطلاع دینے کے دلآویز جذبات سے سرشار دشوار گزار گھاٹیوں کو عبور کرتے ہوئے مدینہ طیبہ پہنچے۔ اب آپ انہی کی زبانی یہ سارا ماجرا سنئے۔ وہ فرماتے ہیں:

"میں نے امیر المومنین سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی، کھانے کا وقت تھا۔ بہت سے احباب کھانا کھا رہے تھے امیر المومنین (رضی اللہ عنہ) اپنی چھڑی سے ٹیک لگائے اپنے خادم خاص یرفاء کو حکم دے رہے تھے کہ فلاں کے سامنے رکھو! گوشت اور شوربا مزید ڈالو! فلاں کے سامنے مزید روٹی رکھو!

Marfat.com

جب میں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے ارشاد فرمایا بیٹھو میں وہیں بیٹھ گیا میرے سامنے کھانا رکھا گیا میں نے اس پر لطف دعوت میں شرکت کی سعادت حاصل کی، جب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے خادم سے کہا:

دستر خوان اٹھالو پھر آپ چل دیے اور گھر میں داخل ہونے لگے تو میں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی آپ کمال شفقت و محبت کا انداز اپناتے ہوئے مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک چٹائی پر بیٹھ گئے کھجور کے پتوں سے بھرے ہوئے ایک تکیے کے ساتھ خود ٹیک لگا لی اور ایک مجھے عنایت کیا آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے پردہ لٹکا ہوا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے پردے کی طرف دیکھا اور اپنی بیوی سے ارشاد فرمایا:

''اے ام کلثوم! مجھے کھانا دیجئے۔''

میرے دل میں آیا کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے کوئی خاص کھانا تیار کروایا ہوگا۔

بیوی نے تیل میں تلی ہوئی ایک روٹی جس پر سالن کی جگہ نمک رکھا ہوا تھا، پردے کی اوٹ سے آپ رضی اللہ عنہ کو پکڑا دی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا:

''آؤ کھانا کھاؤ۔''

میں نے تعمیل ارشاد کے طور پر چند لقمے لیے۔ آپ کھانا تناول کیا آپ کے کھانے کا انداز ایسا دلربا تھا کہ میں نے کبھی کسی کو اس عمدہ انداز میں کھانا کھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

Marfat.com

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے بیوی کو آواز دیتے ہوئے فرمایا مجھے پانی دو۔ تو اس نے پردے کی اوٹ سے ستو کا بھرا ہوا ایک پیالہ پیش کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پہلے مجھے پینے کا حکم دیا۔ میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تھوڑے سے ستو نوش کیے تو میں حیران رہ گیا کیونکہ جو ستو میں نے اپنے لیے تیار کروائے تھے وہ اس سے کہیں زیادہ لذیذ تھے، کھانا بھی بالکل سادہ اور ستو بھی کوئی زیادہ مزیدار نہ تھے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے پیالہ پکڑا ستو نوش کیے اور یہ دعا پڑھی:

''شکر اس اللہ کا جس نے ہمیں کھلایا اور سیر کیا پلایا اور سیراب کیا۔''

اس کے بعد میں نے عرض کیا:

''امیر المومنین رضی اللہ عنہ! میں ایک خط لے کر آپ (رضی اللہ عنہ) کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا ہوں۔''

آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا:

''کہاں سے آئے ہو؟''

میں نے عرض کیا:

''سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ کی جانب سے۔''

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''سلمہ بن قیس (رضی اللہ عنہ) کے نمائندے کو میں خوش آمدید کہتا ہوں ایران کے مغربی صوبے اھواز میں ایرانیوں سے نبرد آزما ہونے والے لشکر اسلام کا کیا بنا؟''

میں نے عرض کی:

''امیر المومنین رضی اللہ عنہ! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے لشکر اسلام کو فتح ونصرت سے

Marfat.com

ہمکنار کیا ہے۔ میں نے اس جنگ میں پیش آنے والے واقعات تفصیل کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے، آپ رضی اللہ عنہ نے تفصیلی واقعات سن کر ارشاد فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں اس میدان میں کامیابی عطا کی۔"

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

"کیا تمہارا بصرہ سے گزر ہوا؟"

میں نے عرض کیا:

"ہاں اے امیر المومنین!"

آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

"مسلمانوں کا کیا حال ہے؟"

میں نے بتایا:

"الحمد للہ خیریت سے ہیں۔"

آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا:

"بازار میں چیزوں کے نرخ کیسے ہیں؟"

میں نے بتایا:

"ضرورت کی تمام چیزیں بہت سستی ہیں۔"

آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

"گوشت کا کیا بھاؤ ہے؟"

کیونکہ گوشت عربوں کی مرغوب غذا ہے جب تک گوشت نہ ملے، تو انہیں تسلی نہیں ہوتی۔

میں نے عرض کیا:

Marfat.com

''گوشت وافر مقدار میں کم قیمت پر دستیاب ہے۔''

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس خوبصورت ڈبے کی طرف دیکھا جو میرے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟''

میں نے عرض کیا:

''اس میں ایک قیمتی ہار ہے، جو لشکر اسلام کے سالار اعلیٰ حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے لیے بطور تحفہ بھیجا ہے۔ یہ ہار انہیں مال غنیمت میں ملا تھا۔''

یہ کہتے ہوئے میں نے ہار کا ڈبہ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ڈبہ کھولا اور آپ رضی اللہ عنہ کی نظر اس قیمتی، عمدہ اور دیدہ زیب ہار کے زرد، اور سبز رنگ کے چمکتے ہوئے نگینوں پر پڑی تو غصے سے آگ بگولا ہو گئے، اور ڈبہ زمین پر زور سے پٹخ دیا، موتی زمین پر بکھر گئے۔ پھر حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ انہیں اکٹھا کرو اور اپنے خادم خاص یرفاء کو حکم دیا کہ جب یہ موتی اکٹھے کرنے لگے تو پورے زور سے اسکی پیٹھ پر کوڑے مارو، میں موتی اکٹھے کرنے لگا اور آپ رضی اللہ عنہ کا خادم مجھ پہ کوڑے برسانے لگا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کمبخت کھڑے ہو جاؤ۔''

میں یہ حکم پا کر سیدھا کھڑا ہو گیا، میرے بدن میں کپکپی طاری تھی۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ اسی وقت واپس اہواز چلے جاؤ اور وہاں پہنچتے ہی ہار لشکر اسلام میں تقسیم کر دینا۔

میں نے عرض کیا:

''امیر المومنین رضی اللہ عنہ! میں آپ رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔''

Marfat.com

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے میری طرف غضبناک انداز میں دیکھا اور فرمایا:

''اللہ کی قسم! اگر یہ ہار لشکر میں تقسیم نہ کیا گیا، تو میں تیری اور سپہ سالار کی ہڈی پسلی ایک کر دوں گا۔''

میں نے وہاں سے اپنی سواری کو سرپٹ دوڑایا، اور دشوار گزار راستوں سے گزرتا ہوا حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور انہیں تمام صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا:

''اے سلمہ (رضی اللہ عنہ)! اگر تم میری اور اپنی جان کی خیر چاہتے ہو تو ابھی اسی وقت یہ ہار مجاہدین میں تقسیم کر دو۔''

انہوں نے پوچھا:

''کیا ہوا؟ اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟''

تو میں نے اپنے ساتھ پیش آنے والا تمام واقعہ انہیں سنا دیا۔

حضرت سلمہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے وہیں اسی مجلس میں وہ ہار مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔

❀❀❀

Marfat.com

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

(مجاہد عظیم)

رسول اللہ ﷺ کے اس دنیائے فانی سے کوچ کر جانے کے وقت حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی عمر نو سال تھی۔ ان کے دادا قریش کے رئیس تھے۔ انہیں صاحب تاج کہا جاتا تھا۔ وہ اس لیے کہ جب یہ پگڑی باندھتے تو کوئی بھی احترام کے طور پر اپنے سر پر پگڑی نہ باندھتا، تاکہ ان کی امتیازی شان برقرار رہے۔ ان کا والد زمانہ جاہلیت میں مشہور و معروف شہسوار تھا۔ جنگ بدر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا۔ ایک روز سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا:

"تم مجھے یوں ترچھی نگاہوں سے دیکھتے ہو جیسا کہ میں نے تیرے باپ کو قتل کیا ہو۔ میں نے اسے قتل نہیں کیا اگر واقعی میں نے اسے قتل کیا ہوتا تو قطعاً تم سے کوئی معذرت نہ کرتا۔ اس لیے کہ وہ مشرک و کافر تھا۔"

حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے بڑے اطمینان و حوصلے سے جواب دیا:

"امیر المومنین رضی اللہ عنہ اگر آپ رضی اللہ عنہ قتل کرتے تو آپ رضی اللہ عنہ حق بجانب ہوتے، کیونکہ میرا باپ باطل کا دامن گیر تھا۔"

Marfat.com

❀

اسلام نے حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے دل سے ہر قسم کی قبائلی عصبیت اور نخوت کو مٹا دیا تھا۔ فرمایا کرتے تھے:

''میں تو اسلام کا فرزند ہوں۔ مجھے مسلمان ہونے پر فخر ہے، جبکہ لوگ قبائلی عصبیت کی بناء پر فخر و مباہات کا اظہار کرتے ہیں۔''

ان کی والدہ کا نام ام کلثوم تھا۔ یہ عبداللہ بن قیس بن عمرو کی بیٹی تھیں۔ یہ ددھیال کا ننھیال کی جانب سے نجیب الطرفین تھے۔

بچپن میں ہی ان کے دل پر اسلام کی نورانی کرنیں جلوہ گر ہوئیں، اور پھر زندگی بھر ان کے صاف و شفاف قلب و ذہن میں اسلامی اقدار کی جھلک قائم و دائم رہی۔ سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں بطل جلیل کی حیثیت میں حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیتے رہے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس کمیٹی کے رکن بنائے گئے جس کے ذمہ قرآن کریم کو ایک جلد میں جمع کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تلاوت میں ہوبہو رسول اقدس ﷺ کا سا لہجہ اختیار کرتے۔ جب یہ عام گفتگو کرتے تو فصاحت و بلاغت کے موتی پروتے سننے والا وجد سے جھوم جاتا۔

❀

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔

استاد رفیق العظم اپنی کتاب اشہر مشاہیر الاسلام فی الحرب والسیاسۃ میں رقم طراز ہیں:

''حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر

Marfat.com

آنے کے لیے کہا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم مسلمانوں کے درمیان لڑائی چاہتے ہو۔ اگر تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ قتل ان کے ہاتھوں ہوا پھر تو تمہارا مقابلے میں آنا درست ہے۔ اگر صورت حال اس کے برعکس ہے تو تمہارا گھر بیٹھنا میدان میں نکلنے کی نسبت کہیں بہتر ہے۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ ہم پہلو ہی اختیار کریں، اور مسلمانوں کی اس باہمی آویزش میں کوئی حصہ نہ لیں۔"

یہ کہا اور مغیرہ بن شعبہ اور دیگر قبیلہ بنو ہوازن کے ہم نوا افراد کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے گئے اور وہیں پہ قیام کیا۔ یہاں تک کہ جنگ جمل اور جنگ صفین کا جانکاہ حادثہ دلخراش واقعات کو جنم دے کر گزر گیا، اور حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے عطا کردہ عقل و دانش اور خشیت وتقویٰ کی بناء پر اس ہنگامہ آرائی سے کامل طور پر الگ تھلگ رہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے گورنر مقرر ہوئے۔ یہ مروان بن حکم کے بہنوئی تھے۔ رنگ گندمی تھا، اور جسمانی ساخت میں دبلے پتلے تھے۔ ان کی کنیت ابوعثمان تھی۔ مضبوط اعصاب کے مالک تھے۔ مشکل ترین حالات میں نہایت صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے۔ ایمان، جہاد، شجاعت، فصاحت، بلاغت، عقل و دانش اور جود وسخا میں اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

❀

عرب خون کا بدلہ لینے میں ساری دنیا میں مشہور تھے۔ ایک قتل کی وجہ سے برسوں لڑائی جاری رہتی اور سینکڑوں افراد کو نگل جاتی۔

لیکن اسلام نے حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے دل سے جاہلیت کی تمام عصبیت

Marfat.com

کو یکسر نکال دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ سے برملا یہ کہا:

''اگر جنگ بدر میں آپ رضی اللہ عنہ میرے باپ کو قتل کر دیتے تو آپ رضی اللہ عنہ حق پر ہوتے، اور میرا باپ باطل پر۔''

یہ ایک ایسا حیرت انگیز انقلاب ہے جو اسلام کی بدولت انہیں نصیب ہوا۔ اس قسم کے نازک ترین موقع پر اس نوعیت کا ایمان پرور جواب وہی دے سکتا ہے۔ جس کا دل اسلام کی نورانی کرنوں سے منور ہو چکا ہو۔ کیونکہ یہ ایک ایسا مشکل ترین امتحان ہے جس میں بڑے نصیب والے ہی کامیاب ہوا کرتے ہیں۔

قرآن مجید کی تلاوت میں حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کا لہجہ رسول اقدس ﷺ کے لہجے سے ملتا جلتا تھا۔ فصاحت و بلاغت میں انہیں کمال حاصل تھا۔ علامہ جاحظ اپنی کتاب البیان والتبیین میں لکھتے ہیں:

''حضرت سعید بن مسیب سے پوچھا گیا کہ تم لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ کون ہے؟''

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''رسول اقدس ﷺ۔''

پوچھنے والے نے کہا:

''میری مراد یہ نہیں میں تو آپ کی امت کے افراد کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ جو سب سے زیادہ فصاحت و بلاغت میں مہارت رکھتے ہیں۔''

حضرت سعید بن مسیب نے جواب دیا:

''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کا بیٹا یزید، حضرت عمرو بن سعید بن

Marfat.com

عاص رضی اللہ عنہ اور ان کا بیٹا عثمان رضی اللہ عنہ۔"

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز شاہ ام سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک خاتون بڑی قیمتی اور نفیس چادر لے کر آئی اور کہنے لگی:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے یہ نذر مانی ہے کہ یہ چادر سرزمین عرب کے کسی معزز خاندان کے فرد کو دے دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں میں یہ چادر کس کو دوں، تاکہ میری نذر پوری ہو جائے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

"اس نوجوان کو یہ چادر دے دیں۔"

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بلاشبہ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے حق میں بڑا اعزاز تھا۔ ایسا اعزاز کسی بڑے نصیب والے کو ملتا ہے۔

❀

سخاوت کا عالم یہ تھا کہ ہر جمعہ کے دن بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اپنے گھر دعوت دیتے، انہیں کھلاتے اور ان کی خدمت میں قیمتی تحائف پیش کرتے ہیں۔

جود و سخا کے حوالے سے بعض ایسے واقعات ان کی جانب سے رونما ہوئے کہ سننے والا حیرت میں مبتلا ہو جاتا۔ انسانی معاشرے میں کم ہی ایسی کوئی مثال ملتی ہے کہ ضرورت مندوں کے سامنے بلا امتیاز ضرورت کی چیزوں کو پھیلا دیا جائے، اور وہ اپنی مرضی سے اپنی ضرورت کے مطابق اشیاء کو بلا روک ٹوک اٹھا لیں۔ ان کے دور حکومت میں ایک عالم دین مفلس و نادار تھا، فاقہ کشی کی نوبت آن پہنچی۔ اس کی نیک دل بیوی نے خاوند کو مشورہ دیا، کہ ہمارا گورنر بڑا فیاض اور نیک دل انسان ہے۔ آپ

Marfat.com

ان کی خدمت میں حاضری دیں، اپنے حالات سے انہیں آگاہ کریں آپ کو مایوسی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا لیکن اس دور میں علماء ربانی کی بھی بڑی نرالی شان ہوا کرتی تھی۔ غیرت، خودداری اور حمیت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہوتی تھی۔ ان کا ضمیر گوارا ہی نہیں کرتا تھا کہ کسی انسان کے سامنے دست سوال دراز کیا جائے۔ وہ بھوک اور موت کو کسی انسان سے سوال کرنے پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا:

''کہیں میں رسوا نہ ہو جاؤں، میرا دل ہی نہیں مانتا کہ میں کسی انسان کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلاؤں۔''

بیوی نے کہا:

''میرے سرتاج اس میں کیا ہرج ہے گورنر ضرورت مندوں کے کام آکر خوشی محسوس کرتا ہے آپ کو قطعاً کوئی پشیمانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔''

بیوی کے اصرار پر وہ عالم دین حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا۔ ان کی مجلس میں جا کر بیٹھ گیا جب مجلس برخاست ہوئی لوگ اٹھ کر چلے گئے لیکن وہ اپنی جگہ پر چپ چاپ بیٹھے رہے، زبان نے گواہی سے جواب دے دیا ہونٹوں پہ تالے لگ گئے۔ شرمندگی کی بنا پر حلق خشک ہو گیا، سوال کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ گورنر سعید بن عاص رضی اللہ عنہ ان کا چہرہ دیکھ کر بھانپ گئے کہ یہ کچھ کہنا چاہتے ہیں لیکن کسی شرمندگی کی بنا پر کچھ کہہ نہیں پا رہے۔ تمام خدمت گزاروں کو حکم دیا کہ کمرے سے باہر چلے جائیں جب وہ چلے گئے تو فرمایا:

''جناب میرے اور آپ کے سوا یہاں کوئی نہیں کہئے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

Marfat.com

اس نے بات کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس کی نگاہیں جھک گئیں، زبان پر آئے ہوئے سوالیہ الفاظ ادا کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ خاموش بالکل خاموش کچھ کہنے کی ہمت ہی نہیں پڑ رہی۔ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر چراغ گل کر دیا کمرے میں اندھیرا چھا گیا پھر فرمایا:

''اب کہیے کیا کہنا چاہتے ہیں؟ اگر آپ کو کوئی ضرورت ہے تو بلا روک ٹوک کہئے شرمانے کی کوئی ضرورت نہیں کمرے میں اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ اب تو آپ کو میرا چہرہ بھی دکھائی نہیں دیتا گھبراہٹ کس بات کی ہے''

بڑی مشکل سے یوں گویا ہوئے:

''جناب گورنر! فاقے سے شب و روز گزر رہے ہیں۔ حیا مانع رہی کہ آپ سے اپنی بے کسی کی حالت بیان کروں۔''

حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان کی بات سن کر ارشاد فرمایا:

''صبح آپ خزانے کے فلاں افسر سے ملیں آپ کا کام ہو جائے گا۔''

صبح ہوئی تو وہ افسر سے جا ملے اس نے کہا:

''گورنر نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو کچھ دوں۔ آپ اس طرح کریں کہ ایسے شخص کو میرے پاس لے آئیں جو چیزیں اٹھا کر آپ کے گھر پہنچا دے۔''

اس شخص نے کہا:

''میرے پاس تو کوئی ایسا شخص نہیں جو یہ کام کر سکے۔''

اس کے بعد وہ سیدھے اپنے گھر پہنچے بیوی کو ڈانٹ پلائی اور صورت حال

Marfat.com

سے آگاہ کیا کہ گورنر نے یقیناً کوئی آٹا وغیرہ دینا ہوگا اگر نقدی دینا ہوتی تو اٹھانے والے مطالبہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

بیوی نے کہا:

''میرے سرتاج آپ گھبرائیں نہیں جو بھی ملا ہے اسے تقدیر کا فیصلہ سمجھ کر قبول کریں، اللہ بہتر حالات پیدا فرمائے گا۔''

''ہم بھوکے ہیں آٹا بھی ہمارے لیے غنیمت ہے۔''

لیکن انہوں نے دوبارہ جانے سے انکار کر دیا۔ خزانے کا وکیل تھوڑی دیر بعد حاضر ہوا اور اس نے آ کر کہا:

''میں نے گورنر کی خدمت میں صورت حال پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ ان کے پاس اشیاء کو اٹھانے والا بھی کوئی نہیں تو انہوں نے مجھے حکم دیا کہ تین حبشی غلام لیں اور ان کے سر پر دس دس ہزار درہم کی تھیلیاں رکھیں اور ان کے گھر پہنچا کر آئیں اس لیے گورنر کا تحفہ قبول کریں، اور یاد رہے کہ تیس ہزار درہم کے ساتھ یہ تینوں غلام بھی آپ کی ملکیت میں دیے جاتے ہیں، آپ کی خدمت کیا کریں گے۔''

حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے طرف سے یہ حسن سلوک دیکھ کر وہ آبدیدہ ہو گئے۔

❀

ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ سے ایک بدوی نے سوال کیا:

''میرا امالی تعاون کیجیے۔''

آپ نے پانچ صد عنایت کرنے کا حکم دیا۔ خادم نے پوچھا جناب پانچ صد

Marfat.com

درہم دوں یا دینار حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میرا خیال تو درہم دینے کا تھا لیکن اگر آپ کے دل میں دینار دینے کا خیال آ گیا تو پھر دینار ہی دیجیے۔''

بدوی نے پانچ سو دینار پکڑے اور وہیں بیٹھ کر زار و قطار رونا شروع کر دیا، حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ اسے روتا ہوا دیکھ کر حیران ہوئے پوچھا:

''بھئی روتے کیوں ہو؟ تمہیں منشاء کے مطابق عطیہ نہیں ملا؟''

اس نے کہا:

''میں روتا اس بات پر ہوں کہ زمین آپ جیسے نیک دل، فیض اور سخی انسان کو کس طرح اپنے دامن میں لے گی مٹی کیسے آپ کو کھائے گی، آپ تو انسانی روپ میں کوئی عظیم المرتبت فرشتہ نظر آتے ہیں۔''

❀❀❀

Marfat.com